لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا

تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کیا ہے۔(المائدہ:۴۸)

اصول وضوابط

من

منهج السلف الصالح

مولف:

سعید بن ہلیل العمر

مترجم:

د/ اجمل منظور المدنی

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على نبينا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين، وبعد؛

یقیناً سلف صالح کا منہج وہی ہے جس منہج پر اللہ اپنے بندوں سے راضی ہے، اور جس منہج پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی امت سے راضی ہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے: (وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ) ترجمہ: اور یہ کہ یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم بچ جاؤ۔ (الانعام: ۱۵۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ) اور سیدھا راستہ اللہ ہی پر (جا پہنچتا) ہے اور ان میں سے کچھ (راستے) ٹیڑھے ہیں اور اگر وہ چاہتا تو ضرور تم سب کو ہدایت دے دیتا۔ (النحل: ۹)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا) ترجمہ: اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب

واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔ (النساء:۱۱۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے :(وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ) ترجمہ: اور رسول تمھیں جو کچھ دیں تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دیں تو رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، یقینا اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔(الحشر:۷)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ) ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔(التوبہ:۱۰۰)۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ كِتَابُ اللَّهِ) ترجمہ: اور تمہارے درمیان چھوڑے جاتا ہوں میں ایسی چیز کہ اگر تم اسے مضبوط پکڑے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہو اللہ کی کتاب۔(صحیح مسلم:۱۲۱۸)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے: (ترکتُ فیکم شیئَینِ، لن تضِلوا بعدھما: کتابَ اللہِ، وسُنَّتی). ترجمہ: تمہارے درمیان میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں انہیں جب تک تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے: ایک کتاب اللہ اور دوسری میری سنت۔ (مستدرک حاکم: ۳۱۸)۔

مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ) ترجمہ: تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کار کو لازم پکڑنا، تم اس سے چمٹ جانا، اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا۔ (سنن ابی داود: ۴۶۰۷)۔

*مسند احمد کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ خَطَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ هَذَا سَبِيلُ اللَّهِ مُسْتَقِيمًا قَالَ ثُمَّ خَطَّ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ ثُمَّ قَالَ هَذِهِ السُّبُلُ وَلَيْسَ مِنْهَا سَبِيلٌ إِلَّا عَلَيْهِ شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ ثُمَّ قَرَأَ "وَإِنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ"۔

ترجمہ: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے، پھر اس کے دائیں بائیں کچھ اور لکیریں کھینچیں اور فرمایا کہ یہ مختلف راستے ہیں جن میں سے ہر راستے پر شیطان بیٹھا ہے اور ان راستوں پر چلنے کی دعوت دے رہا ہے، اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت

فرمائی کہ ”یہ میرا سیدھا راستہ ہے سو اس کی پیروی کرو، دوسرے راستوں کے پیچھے نہ پڑو، ورنہ تم اللہ کے راستے سے بھٹک جاؤ گے“ ۔(مسند احمد: ۴۴۳۷)۔

*مسند احمد کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا وَعَلَى جَنْبَتَيْ الصِّرَاطِ سُورَانِ فِيهِمَا أَبْوَابٌ مُفَتَّحَةٌ وَعَلَى الْأَبْوَابِ سُتُورٌ مُرْخَاةٌ وَعَلَى بَابِ الصِّرَاطِ دَاعٍ يَقُولُ أَيُّهَا النَّاسُ ادْخُلُوا الصِّرَاطَ جَمِيعًا وَلَا تَتَفَرَّجُوا وَدَاعٍ يَدْعُو مِنْ جَوْفِ الصِّرَاطِ فَإِذَا أَرَادَ يَفْتَحُ شَيْئًا مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ قَالَ وَيْحَكَ لَا تَفْتَحْهُ فَإِنَّكَ إِنْ تَفْتَحْهُ تَلِجْهُ وَالصِّرَاطُ الْإِسْلَامُ وَالسُّورَانِ حُدُودُ اللَّهِ تَعَالَى وَالْأَبْوَابُ الْمُفَتَّحَةُ مَحَارِمُ اللَّهِ تَعَالَى وَذَلِكَ الدَّاعِي عَلَى رَأْسِ الصِّرَاطِ كِتَابُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالدَّاعِي فَوْقَ الصِّرَاطِ وَاعِظُ اللَّهِ فِي قَلْبِ كُلِّ مُسْلِمٍ

ترجمہ: سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ ایک صراط مستقیم ہے جس کی دونوں جانب دیواریں ہیں، ان دیواروں میں کھلے ہوئے دروازے ہیں، دروازوں پر پردے لٹک رہے ہیں، اور راستے کے مرکزی دروازے پر ایک داعی کھڑا کہہ رہا ہے لوگو! سب کے سب اس میں داخل ہو جاؤ، دائیں بائیں منتشر نہ ہو، اور ایک داعی راستے کے بیچ میں پکار رہا ہے، جب کوئی شخص ان میں

سے کوئی دروازہ کھولنا چاہتا ہے تو وہ اس سے کہتا ہے کہ اسے مت کھولنا، اس لئے کہ اگر تم نے اسے کھول لیا تو اس میں داخل ہو جاؤ گے۔ صراط مستقیم سے مراد اسلام ہے، دیوار سے مراد حدود اللہ ہیں، کھلے ہوئے دروازے محارم ہیں، اور راستے کے مرکزی دروازے پر جو داعی ہے، وہ قرآن کریم ہے، اور راستے کے عین بیچ میں جو داعی ہے، وہ ہر مسلمان کے دل میں اللہ کا ایک واعظ ہے (جسے ضمیر کہتے ہیں)۔ (مسند احمد: ۱۷۶۷۱)۔

* نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: (فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي، فَلَيْسَ مِنِّي) ترجمہ: سو جو میرے طریقہ سے بے رغبتی کرے وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۴۰۱)۔

اور سلف نے بھی اسی منہج پر چلنے کی وصیت کی ہے:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اس شخص کیلئے کوئی عیب کی بات نہیں ہے جو مذہب سلف کو ظاہر کرے، اس کی طرف خود کو منسوب کرے اور اس پر فخر کرے، بلکہ بالاتفاق اسے قبول کرنا واجب ہے؛ کیونکہ سلف کا مذہب حق ہی ہوتا ہے۔ (مجموع الفتاوی لابن تیمیہ: ۴/ ۱۴۹)۔

مزید آپ نے کہا: اہل بدعت کی پہچان یہی ہیکہ وہ سلف کی اتباع نہیں کرتے ہیں، اسی لئے امام احمد رحمہ اللہ نے عبدوس بن مالک کے رسالے میں کہا کہ سنت کا اصول ہمارے لئے یہ ہیکہ اسی منہج پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہا جائے جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تھے۔

(مجموع الفتاوی لابن تیمیہ: ۳ / ۱۵۵)۔

آپ نے مزید کہا کہ یہ جان لیں کہ عقل صریح اور نقل صحیح میں سے کسی بھی اعتبار سے یہ درست نہیں ہے کہ سلفی منہج اور طریقے کی کسی طرح کی مخالفت کی جائے۔(مجموع الفتاوی لابن تیمیہ: ۵ / ۲۸)۔

اور مزید آپ نے کہا: ایک عقلمند کو یہ معلوم رہے کہ دین کے ان عظیم مسائل سے سلف بالکل ناواقف نہیں تھے، اور نہ ہی ان سے اعراض کرنے والے تھے، بلکہ جو سلف کی حق باتوں کو نہ جانے وہ جاہل ہے، چنانچہ تمام متنازعہ مسائل میں حق بات وہی ہے جس پر صحابہ اور تابعین قائم تھے، کیونکہ انہیں کا قول اور منہج برحق ہے جس پر کتاب وسنت اور عقل صریح دلالت کرتے ہیں۔ (مجموع الفتاوی: ۱۷ / ۲۰۵)۔

مزید آپ نے کہا کہ اورکسی کیلئے جائز نہیں ہیکہ وہ اس منہج اور طریقے سے خروج کرے جس پر سنت دلالت کرتی ہے اور جو شریعت سے ثابت ہے، اور جس پر کتاب وسنت دلالت کرتے ہیں، اور جس پر سلف امت قائم تھے، اور انسان کو جو معلوم ہو وہی کہے، اور جو معلوم نہ ہو اس پر خاموش رہے، اور ایسی چیز کے پیچھے نہ پڑے جس کے بارے میں اسے علم نہ ہو، اور اللہ کے بارے میں ایسی کوئی بات نہ کہے جو اسے معلوم نہ ہو، کیوں کہ اللہ نے ان سب کو حرام کردیا ہے۔(مجموع الفتاوی: ۱ / ۳۳۵)۔

اور ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ لوگوں کے دو گروہ ہیں: پہلا سلفی اور دوسرا جہمی۔ پھر بعد میں

سبعیہ نامی گروہ پیدا ہوا اور دو اقوال کے بیچ میں تیسرا قول اختیار کیا اس طرح اس نے نہ ہی سلف کی اتباع کی اور نہ ہی جہمیہ کا ساتھ دیا۔(الصواعق المرسلہ لابن القیم :۱/ ۲۲۶)۔

شیخ عبداللہ بن شیخ محمد بن عبدالوھاب رحمہ اللہ نے کہا کہ اصول دین میں ہمارا مذہب وہی ہے جو اہل سنت والجماعہ کا مذہب ہے، اور طریقہ سلف کا ہے، اور یہی طریقہ زیادہ سالم بلکہ زیادہ علم والا اور زیادہ پختہ ہے، برخلاف ان لوگوں کے جو کہتے ہیں کہ خلف کا طریقہ زیادہ علم والا ہے۔

اور جب معاملہ اس طرح ہے تو میں نے اسی لئے ان اصول وضوابط کو جمع کرنا شروع کیا ہے جنہیں علمائے سلف نے مدون کیا ہے، اور انہیں کتاب وسنت سے استنباط کیا ہے، تاکہ وہ شریعت کا علم حاصل کرنے والوں کیلئے منہج اور طریقہ بن جائے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل سنت والجماعہ کا یہ طریقہ ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کو ظاہر و باطن ہر اعتبار سے اتباع کی جائے اور سلف صالح کے طریقے پر چلا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت پر عمل کیا جائے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: (فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ") ترجمہ: تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کار کو لازم پکڑنا، تم اس سے چمٹ جانا، اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا، اور دین میں نکالی گئی نئی باتوں سے بچتے رہنا، اس لیے کہ ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔(سنن ابی

داود: ۴۶۰۷)۔(مجموع الفتاوی: ۳/ ۱۵۷)۔

اور یہ اصول وضوابط سلف کی کتابوں میں بکھرے ہوئے تھے جنہیں میں نے جمع کر دیا تاکہ ان تک پہونچنا آسان ہو جائے، یہ دعا کرتے ہوئے کہ اللہ تعالی انہیں ہمارے لئے مفید بنائے، وصلی اللہ وسلم وبارک علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ

سعید بن ھلیل العمر

۱۴۴۳/۱/۱۵ھ



(۱) منہج سلف کا پہلا اصول

عبادت ہی توحید ہے، اور تخلیق انسانی کا مقصد اللہ کی عبادت میں اسے اکیلا سمجھنا اور عبادت کو اسکے لئے خالص کرنا ہے؛ کیونکہ توحید اللہ کا سب سے بڑا حق ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ[56] مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ[57] إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ) ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔[56] نہ میں ان سے کوئی رزق چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔[57] بے شک اللہ ہی بے حد رزق دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط ہے۔(الذاریات:۵۸)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے :(فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ) ترجمہ: پس جان لیں کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہ کی معافی مانگو اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی اور اللہ تمھارے چلنے پھرنے اور تمھارے ٹھہرنے کو جانتا ہے۔(محمد: ۱۹)۔

اور حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عُبَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" مَنْ

شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ"۔

ترجمہ: سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ وحدہ لا شریک ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں، جسے پہنچادیا تھا اللہ نے مریم تک اور ایک روح ہیں اس کی طرف سے اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے تو اس نے جو بھی عمل کیا ہو گا (آخر) اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔“ (صحیح بخاری: ۳۴۳۵، صحیح مسلم: ۲۸)۔

یہاں پر کلمہ لا الہ الا اللہ کا معنی یہ ہیکہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، اور توحید کہتے ہیں کہ اللہ کو فسکخ ربوبیت، الوہیت اور اسکے اسماء وصفات میں ایک جانا جائے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ یہاں مقصود یہ ہیکہ اللہ کے دونوں خلیل توحید کے اعتبار سے اخص الخواص بندوں میں سب سے زیادہ کامل ہیں، سوامت محمدیہ میں کوئی بھی شخص کسی بھی نبی سے زیادہ توحید میں کامل نہیں ہوسکتا ہے چہ جائیکہ وہ کسی رسول کا مقابلہ کرے، چہ جائیکہ کسی اولوالعزم رسول کا مقابلہ کرے اور چہ جائیکہ دونوں خلیل کا مقابلہ کرے، اور ان دونوں کا کمال توحید الوہیت میں اللہ کو ایک مان کر حاصل ہوا ہے، بایں طور کہ دل کے اندر غیر اللہ کیلئے بالکل بھی کچھ جگہ نہ ہو، بلکہ بندہ ہر چیز میں اپنے رب کا ساتھی ہو، وہی پسند کرے جو اللہ کو پسند ہو اور اسی سے بغض

رکھے جس سے وہ ناراض ہو، اور اسی سے خوش رہے جس سے وہ راضی ہو، اور اسی چیز کا حکم دے جس کا وہ حکم دے اور اس چیز سے روکے جس سے وہ روکے ۔(منہاج السنہ: ۵ / ۳۵۵)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اور جہاں تک اس توحید کا تعلق ہے جس کا ذکر اللہ نے اپنی کتاب کے اندر کیا ہے اور جسکی وجہ سے اپنی کتابوں کو نازل کیا ہے اور اپنے رسولوں کو مبعوث کیا ہے، اور جس پر ہر ملت کے مسلمان متفق رہے ہیں، سو یہ اسی طرح ہے جیسا کہ ائمہ نے کہا ہے کہ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، اور یہی اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت ہے جیسا کہ اللہ نے اپنے اس قول کے ذریعے وضاحت کی ہے: (وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ) ترجمہ: اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے ۔(البقرہ: ۱۶۳)۔

چنانچہ یہاں پر اللہ نے یہ خبر دی ہیکہ معبود صرف ایک ہی ہے جسکے سوا کسی دوسرے کو معبود بنانا جائز نہیں ہے، اسلئے اسکے عبادت صرف اسی کی ہوگی ۔(مجموع الفتاوی: ۶ / ۵۶۴)۔



(۲) منہج سلف کا دوسرا اصول

عقیدہ سلفیہ صحیحہ ہی اصل ہے، جسکے لئے ضروری ہیکہ دل میں اسکا اعتقاد رکھا جائے اور عمل سے اسکے تصدیق کی جائے؛ کیونکہ اس کی اصلاح سے عمل کو قبولیت کا شرف حاصل ہوگا اور اسکے فساد سے عمل مردود ہو جائے گا۔

ارشاد باری تعالی ہے:(أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ) ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے پاک بات کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے (وہ ایسی ہے) جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ مضبوط (یعنی زمین کو پکڑے ہوئے) ہو اور شاخیں آسمان میں۔(ابراہیم: ۲۴)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے :(قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ) ترجمہ: کہہ دیں بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں، اس حال میں کہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والا ہوں۔(الزمر: ۱۱)۔

اور صحیحین کے اندر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(فَإِنَّ حَقَّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ، أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا) ترجمہ: اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔(صحیح بخاری: ۶۵۰۰، صحیح مسلم: ۳۰)۔

اوراسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ جُبَيْرِ بن مطعم قَالَ: " سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ، وَذَلِكَ أَوَّلَ مَا وَقَرَ الْإِيمَانُ فِي قَلْبِي ".

ترجمہ: سیدنا جبیر بن مطعم سے مروی ہیکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا، آپ مغرب کی نماز میں سورۃ والطور کی تلاوت کر رہے تھے، یہ پہلا موقع تھا جب میرے دل میں ایمان نے قرار پکڑا۔ (صحیح بخاری: ۴۰۲۳)۔

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (لَيْسَ الْإِيمَانُ بِالتَّحَلِّي وَلَا بِالتَّمَنِّي وَلَكِنْ مَا وَقَرَ فِي الْقُلُوبِ وَصَدَّقَتْهُ الْأَعْمَالُ) ترجمہ: ”ایمان صرف آراستہ ومزین ہونے (یا کسی ایک آدھ خوبی سے متصف ہونے) کا نام نہیں ہے اور نہ ہی آرزومند ہونے کا۔ (جیسے کہ صرف خواہش کرتے رہنا، کاش لوگ ایسے ہو جائیں، کاش میں فلاں اچھا کام کر لیتا وغیرہ وغیرہ) بلکہ ایمان وہ ہے جو دلوں میں بیٹھ جائے اور عمل اسکی تصدیق کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱/ ۲۲)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اس میں جو پہلا ہے وہ اصول ایمان کی طرح ہے، اور اس میں اعلی اور افضل توحید ہے، اور توحید کہتے ہیں کہ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: (وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ) ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری

عبادت کرو۔(الانبیاء:۲۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ) ترجمہ:اور بلا شبہ یقینا ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔(النحل:۳۶)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ) ترجمہ:اور ان سے پوچھ جنھیں ہم نے تجھ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا،کیا ہم نے رحمان کے سوا کوئی معبود بنائے ہیں،جن کی عبادت کی جائے؟[45اور ان سے پوچھیں جنھیں ہم نے تم سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا،کیا ہم نے رحمان کے سوا کوئی معبود بنائے ہیں،جن کی عبادت کی جائے؟(الزخرف:۴۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ) ترجمہ:اس نے تمھارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا جس کا تاکیدی حکم اس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے تمہاری طرف کی اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا،یہ کہ اس دین کو قائم رکھو اور اس میں جدا جدا نہ ہو جاؤ۔(الشوری:۱۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ) ترجمہ:اے رسولو!پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو،یقینا میں اسے جو تم کرتے ہو،خوب جاننے والا ہوں۔(المومنون:۵۱)۔

مزید آگے فرمایا: (وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ) ترجمہ: اور بے شک یہ تمھاری امت ہے، جو ایک ہی امت ہے اور میں تمھارا رب ہوں، سو مجھ سے ڈرو۔ (المومنون: ۵۲)۔(الوصیۃ الکبری: ۱/ ۳۸)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا: اصول ثابت دراصل انبیاء کے اصول ہیں جیسا کہ کہا گیا:

أيها المغتدي ليطلب علما

كل علم عبد لعلم الرسول

تطلب الفرع كي تصحح حكما

ثم أغفلت علم أصل الأصول

ترجمہ: صبح تڑکے بیدار ہونے والے! تاکہ تو علم حاصل کرے، یہ جان لو کہ ہر علم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا غلام ہے، تم فرع حاصل کرتے ہو تاکہ حکم کی تصحیح کرسکو۔ پھر تم اصل اصول کے علم سے غافل ہو جاتے ہو۔

اللہ ہمیں اور تمام مسلمان بھائیوں کو سیدھی راہ کی طرف رہنمائی عطا فرمائے، ان لوگوں کی راہ جن پر اللہ کا انعام ہوا ہے نبیوں، صدیقین، شہداء صالحین اور نیکو کاروں میں سے۔ اور ان اصولوں کی بنیاد دلوں میں ہے، اور اسی سے دوسرے اصول نکلتے ہیں، اور اللہ تعالی نے اسی کلمہ طیبہ کی مثال بیان کی ہے جو مومنوں کے دلوں میں ہوتا ہے اور اس کلمہ خبیثہ کی بھی مثال بیان کی ہے جو کافروں کے دلوں میں ہوتا ہے، اور یہی کلمہ ہی جامع عقیدہ ہے، اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کو جوامع الکلم اور خواتم الکلم سے نوازا گیا ہے، چنانچہ آپ کو علوم کلیہ، علوم اولیہ اور علوم آخریہ ہر ایک کے ساتھ مکمل طور پر مبعوث کیا گیا، چنانچہ کلمہ طیبہ جو مومنوں کے دلوں میں ہے یہی توحیدی ایمانی عقیدہ ہے جسکی مثال اس پاک درخت کی ہے جسکی جڑ زمین میں مضبوط ہے اور اسکی شاخیں آسمان میں بلند ہیں، چنانچہ اصول ایمان کی اصل اور جڑ مومن کے دل میں مضبوط ہے، اور اسکی شاخ آسمان میں بلند ہے ارشاد باری تعالی ہے: (إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ) ترجمہ: اسی کی طرف ہر پاکیزہ بات چڑھتی ہے اور نیک عمل اسے بلند کرتا ہے۔ (فاطر: ۱۰)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ) ترجمہ: اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے، پختہ بات کے ساتھ خوب قائم رکھتا ہے، دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور اللہ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ (ابراہیم: ۲۷)۔

سو مومن کے پاس یقین اور اطمینان ہوتا ہے، ایمان اسکے دل میں راسخ اور پائیدار ہوتا ہے، اور وہ بذات خود ایمان پر ثابت قدم ہوتا ہے اس سے ذرا بھی ہٹتا نہیں ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۱۳/ ۱۵۸)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا: اعتقاد وہ کلمہ ہے جسکا عقیدہ رکھا جاتا ہے، اور سب سے عمدہ کلام اور عقیدہ کلمہ توحید ہے، اور یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، اور سب سے خبیث کلام اور عقیدہ کلمہ شرک ہے، یعنی اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود بنانا، کیونکہ یہ

باطل عقیدہ ہے جسکی کوئی حقیقت نہیں ہے، اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ) ترجمہ: اور گندی بات کی مثال ایک گندے پودے کی طرح ہے، جو زمین کے اوپر سے اکھاڑ لیا گیا، اس کے لیے کچھ بھی قرار نہیں۔ (ابراہیم: ۲۶)۔ (مجموع الفتاوی: ۴ / ۷۴)۔

ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ شرح صدر لا ایک عظیم سبب توحید ہے، چنانچہ بندے کے اندر جس قدر توحید کامل اور مضبوط ہوگا اور اسکے اندر جس طرح کمی اور بیشی ہوگی اسی قدر اسے شرح صدر حاصل ہوگا، ارشاد باری تعالی ہے: (أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِنْ رَبِّهِ) ترجمہ: تو کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے (کسی سخت دل کافر جیسا ہوسکتا ہے؟) (الزمر: ۲۲)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ) ترجمہ: تو وہ شخص جسے اللہ چاہتا ہے کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا کر دیتا ہے، گویا وہ مشکل سے آسمان میں چڑھ رہا ہے، اسی طرح اللہ ان لوگوں پر گندگی ڈال دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ (الانعام: ۱۲۵)۔

معلوم ہوا کہ ہدایت اور توحید شرح صدر کا ایک عظیم سبب ہے، اور شرک وضلالت سینے کے تنگ ہونے اور حرج میں پڑنے کا ایک عظیم سبب ہے۔ (زاد المعاد: ۲ / ۲۲)۔

(۳) منہج سلف کا تیسرا اصول

توحید کی تین قسمیں ہیں: ربوبیت، الوہیت اور اسماء وصفات۔ اور یہ تینوں آپس میں ایک دوسرے کو مستلزم ہیں، کسی ایک کو چھوڑ کر صرف دوسرا کافی نہیں ہے، یہ تینوں قسمیں کتاب اللہ، سنت رسول اور آثار صحابہ پر مشتمل ہیں، قرآن کی اکثر سورتوں اور آیتوں میں تینوں قسمیں مجتمع ہیں، اسکی سب سے واضح مثال سورہ فاتحہ، ام الکتاب اور سبع مثانی میں انکا مجتمع ہونا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے: (بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ﴿1﴾ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ) ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ تعالٰی کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ (الفاتحہ: ۲)۔

اسی طرح سورہ ناس کے اندر تینوں مجتمع ہیں ارشاد باری تعالی ہے: (قُلۡ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ [1] مَلِكِ ٱلنَّاسِ [2] إِلَٰهِ ٱلنَّاسِ [3] مِن شَرِّ ٱلۡوَسۡوَاسِ ٱلۡخَنَّاسِ [4] ٱلَّذِي يُوَسۡوِسُ فِي صُدُورِ ٱلنَّاسِ [5] مِنَ ٱلۡجِنَّةِ وَٱلنَّاسِ) ترجمہ: کہو کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں [1] (یعنی) لوگوں کے حقیقی بادشاہ کی [2] لوگوں کے معبود برحق کی [3] (شیطان) وسوسہ انداز کی برائی سے جو (خدا کا نام سن کر) پیچھے ہٹ جاتا ہے [4] جو لوگوں

کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے[5]وہ جنّات میں سے (ہو) یا انسانوں میں سے۔(الناس)۔

سلف امت کا اس پر اجماع ہے اور انہوں نے اسے اپنی عقدی کتابوں میں بیان کیا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:(وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا) ترجمہ: اور زمین میں کوئی چلنے والا(جاندار) نہیں مگر اس کا رزق اللہ ہی پر ہے۔(ھود:٦)۔اللہ کی طاقت کے سوا کوئی طاقت نہیں، اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا ہے، ہر طرح کی جائے پناہ اسی کے پاس ہے۔

اس طرح کے سارے معانی اسکی ربوبیت، اس کی بادشاہت، اسکی تخلیق، اسکا رزق دینا، ہدایت دینا، مدد کرنا، احسان کرنا، نیز اسکی تدبیر اور اسکی صنعت گری کے معانی میں سے ہیں، اسی میں سے یہ بھی ہیکہ وہ ہر چیز سے باخبر اور ہر چیز پر قادر ہے، نیز وہ ہر چیز کو سننے والا اور دیکھنے والا ہے، کسی کی بات کسی دوسری چیز کے سننے میں حائل نہیں ہو سکتی ہے، ایک ساتھ کئی مسائل اسے غلطاں نہیں کر سکتے، مانگنے والوں سے وہ بھی اکتاتا نہیں ہے، وہ کالے چٹان پر رات کے اندھیرے میں سیاہ چیونٹی کی آہٹ کو بھی سن لیتا ہے، یہ سب برحق ہیں، اور یہی خالص توحید ربوبیت ہے۔(مجموع الفتاوی:٢/٣٩٩)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ جہاں تک توحید ربوبیت کا تعلق ہے جس کا اقرار پوری مخلوق کرتی ہے اور جسے اہل کلام نے بھی ثابت کیا ہے، سو یہ تنہا کافی نہیں ہے، بلکہ یہ الٹا ان کے خلاف حجت ہے، اور یہی اس روایت کا معنی ہے:(یا ابن آدم خلقتك لنفسی، وخلقت كل شيء لك، فبحقي عليك لا تشتغل بما خلقته لك عما خلقتك

له) ترجمہ: اے ابن آدم! میں نے تجھے اپنے لئے پیدا کیا ہے، اور تیرے لئے ہر چیز پیدا کی ہے، اسلئے تجھ پر میرا یہ حق ہیکہ تو ان چیزوں میں جنہیں میں نے تیرے لئے پیدا کیا ہے مشغول ہو کر اس چیز سے غافل نہ ہو جانا جسکی وجہ سے میں نے تجھے پیدا کیا ہے۔

اور جان لیں کہ یہی بندوں پر اللہ کا حق ہے کہ وہ اسکی عبادت کریں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، جیسا کہ اس صحیح حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا: (هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ؟ قَالَ: قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: فَإِنَّ حَقَّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ، أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً، قَالَ: يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، قُلْتُ: لَبَّيْكَ رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ إِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ) ۔ترجمہ: تم جانتے ہو اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟" میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر چلے، فرمایا: "اے معاذ بن جبل!" میں نے کہا یا رسول اللہ! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ کا فرمانبردار ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم جانتے ہو بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے، جب بندے یہ کام کریں" (یعنی اسی کی عبادت کریں، کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں) میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ حق یہ ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہ کرے۔" (صحیح بخاری: ۳۷۳۷، صحیح مسلم: ۳۰)۔

اسی کو اللہ پسند کرتا ہے اور اسی سے راضی ہوتا ہے اور ایسی ہی لوگوں سے اللہ خوش ہوتا ہے، چنانچہ جو بندہ توبہ کر کے اسکی طرف رجوع کرتا ہے اس پر اللہ خوش ہوتا ہے جیسا کہ اس میں بندے کیلئے لذت اور ہر طرح کی سعادت اور نعمت بھی ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۱/ ۲۳)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ جس طرح سے وحدانیت اللہ کیلئے واجب اور لازم ہے، اسی طرح مخلوق کیلئے مشارکت اور دوئی واجب اور لازم ہے، چنانچہ وحدانیت کمال کو مستلزم ہے تو اشتراک نقصان اور کمی کو مستلزم ہے، اسی طرح وحدانیت جس طرح دوسرے سے بے نیازی کو مستلزم ہے تو اشتراک دوسرے کی محتاجگی کو مستلزم ہے اور فقر محتاجگی اور عدم استقلال اشتراک کو مستلزم ہے، اور یہ سب توحید ربوبیت کے دلائل ہیں، نیز یہ سب مخلوقات کے امکان اور انکی محتاجگی کیلئے بھی دلیل ہیں، ساتھ ہی اثبات صانع پر بھی دلیل ہیں؛ کیونکہ ممکنہ اور محتاج چیزوں سے واجب باری کے وجود پر دلیل ہیں جو بذات خود قائم ہے، ورنہ اسکا وجود ہی نہ ہوتا، اور اگر ممکنہ محتاج اشیاء کے تسلسل کو فرض کرلیا جائے تو یہ مجموعی طور پر ممکن ہوسکتا ہے، اور ممکن سے اضطراری طور پر اپنے وجود میں کسی غیر کا محتاج ہے۔ اور جو بھی محتاج ہو اسکے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے وجود میں کسی غیر کا محتاج ہو، اسلئے ضروری ہوا کہ جو ذات مستقل بالذات اور دوسروں سے بے نیاز ہے وہ واجب الوجود ہی ہے، اور یہ سارے معانی توحید ربوبیت اور توحید الوہیت پر دلالت کرتے ہیں، اور یہ وہی توحید واجب اور کامل ہے جسے لیکر قرآن اترا ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۲/ ۷ ۳)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ بلکہ قرآن پاک کے اندر توحید الوہیت کو ثابت کیا گیا ہے جو کہ توحید ربوبیت کو شامل ہے، اور اس سے بھی زیادہ کامل کو ثابت کیا ہے جیسا کہ اللہ

تعالی نے فرمایا ہے: (مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِن وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ إِذًا لَذَهَبَ كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ) ترجمہ: اللہ نے نہ کوئی اولاد بنائی اور نہ کبھی اس کے ساتھ کوئی معبود تھا، اس وقت ضرور ہر معبود، جو کچھ اس نے پیدا کیا تھا، اسے لے کر چل دیتا اور یقینا ان میں سے بعض بعض پر چڑھائی کر دیتا۔ پاک ہے اللہ اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ (المومنون: ۹۱)۔

اس آیت کے اندر اللہ تعالی نے دو قطعی براہین پیش کئے ہیں اس بات پر کہ یہ محال ہیکہ اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہو، کیونکہ یہ بدیہی طور پر معلوم ہیکہ نہ ہی کوئی معبود کسی کو لیکر گیا اور نہ ہی کسی نے کسی پر چڑھائی کی ہے اور مخاطبین کے فہم کے حساب سے اسکی تفصیل بتانے سے گریز کیا ہے کیونکہ یہ تطویل بلا فائدہ ہوتا۔ (منہاج السنہ: ۳ / ۳۱۳)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ بہت سارے اللہ والے جب اللہ کی ذکر، اسکی عبادت اور توبہ و استغفار میں لگ جاتے ہیں تو وہ اپنے دلوں سے اس جامع ربوبیت اور اس عام احاطے کی گواہی دینے لگتے ہیں، کیونکہ وہ ہر چیز کو محیط ہے، اور اسی برحق ذات نے تمام آسمان و زمین کی تخلیق کی ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ) ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔ (الروم: ۲۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ) ترجمہ: اور سورج اور چاند اور ستارے

(پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ (الاعراف: ۵۴)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے :(أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُسَمًّى) ترجمہ: اور کیا انھوں نے اپنے دلوں میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اوران کے درمیان جو کچھ ہے اسے پیدا نہیں کیا مگر حق اور ایک مقرر وقت کے ساتھ۔ (الروم: ۸)۔مجموع الفتاوی: ۲/ ۴۰۲)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ عرش سے لیکر فرش تک اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، اسکے سوا سب باطل ہیں، جس طرح ہم یہ بھی گواہی دیتے ہیں کہ ساری چیزیں اپنی ابتداء سے لیکر انتہا تک اسی ذات باری کے محتاج ہیں، بصورت دیگر باطل ہیں، اور یہ سارے معانی جو اللہ کی ربوبیت اور خلق پر دلالت کرتے ہیں اس سے واجب ہوتا ہیکہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہی لوگوں کا رب، انکا بادشاہ اور ساری جہاں کا معبود حقیقی ہے، اسکے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، اور پوری کائنات بذات خود کچھ بھی نہیں ہے، بلکہ یہ عدم محض اور نفی صرف ہے، اسکا کوئی وجود نہیں ہے، ساری چیزیں اسی سے ہیں اور اسی کی وجہ سے قائم ہیں، پھر اسی کی طرف لوٹ کر واپس جانا ہے، وہی سب کا معبود ہے، اس کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں ہے، جس طرح کہ اس کے سوا کوئی خالق نہیں ہے، ساری عبودیت کے صفات سے وہ متصف ہے، اسکا کوئی شریک نہیں ہے نہ اسکا کوئی ہمنام ہے، اسکے مثل کوئی نہیں ہے، وہی اول ہے اس سے

پہلے کوئی نہیں ہے، وہی آخر ہے اسکے بعد کوئی نہیں ہے، وہی غالب ہے اس کے اوپر کوئی نہیں ہے، وہی باطن ہے اسکے آگے کوئی نہیں ہے، وہ ہمارے ساتھ ہوتا ہے ہم جہاں بھی ہوں، اور ہم جانتے ہیں کہ بندوں کے ساتھ اسکی معیت کی کئی قسمیں ہیں، اور بندوں کے کئی درجات ہیں، اسی طرح اسکی ربوبیت اور عبودیت بھی ہے جسکے ذریعے وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اسکا تقرب حاصل کرتے ہیں۔ (مجموع الفتاوی: ۲/۴۰۶)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ پندرہ قسم کی دوائیں ہیں مگر حزن وغم کی بیماری کو ختم کرنے پر قادر نہیں ہیں، کیونکہ اس بیماری نے جڑ پکڑ لیا ہے اور اسکے اسباب مضبوط ہو چکے ہیں، اسے کلی طور پر نکال پھیکنے کی ضرورت ہے:

پہلا: توحید ربوبیت۔

دوسرا: توحید الوہیت۔

تیسرا: توحید علمی اعتقادی۔

چوتھا: رب تعالی کو اس سے پاک کرنا کہ وہ اپنے بندے پر ظلم کرے گا یا اسے بلا وجہ اپنی گرفت میں لے گا۔

پانچواں: بندے کا یہ اعتراف کہ وہی ظالم ہے۔

چھٹا: محبوب چیزوں سے رب العالمین کا وسیلہ لگانا، جیسے اسکے اسماء وصفات سے، اور اسماء وصفات میں سب سے جامع الحی القیوم ہے۔

ساتواں: صرف اسی سے مدد مانگنا۔

آٹھواں: اسی سے امیدیں لگانا۔

نواں: اسی پر مکمل توکل کرنااور یہ اعتراف کرنا کہ اسکی پیشانی اسی کے قبضے میں ہے وہ جیسا چاہے اس میں تصرف کرسکتا ہے۔

دسواں: اسکا دل قرآن میں لگا رہے، شبہات وشہوات کی تاریکیوں میں اس سے روشنی حاصل کرے، اورفوت شدہ چیزوں کولیکر اس سے تسلی حاصل کرے۔

گیارہواں: استغفار کرنا۔

بارہواں: توبہ کرنا۔

تیرہواں: جہاد کرنا۔

چودہواں: نماز قائم کرنا۔

پندرھواں: تمام طرح کی طاقت اورقوت سے براءت کااظہار کرنااوراس ذات کوسونپنا جس کے ہاتھ میں ہرطرح کی طاقت اورقوت ہے۔(زادالمعاد: ۴/ ۲۰۰۰)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ انسان کا کمال اوراسکی سعادت اس وقت تک پوری نہیں ہوسکتی جب تک اس کے اندر یہ چیزیں نہ پائی جائیں، اور یہ تمام امورسورہ فاتحہ کے اندرمکمل اور منتظم طورپر پائے جاتے ہیں۔

کیونکہ اللہ کے قول: (اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ) کے اندر پہلا اصل شامل ہے یعنی رب العالمین کی معرفت، اسکے اسماء و صفات اورافعال کی معرفت۔اوراس سورت کے اندرمذکورہ اسماء دراصل اسماء حسنی کے اصول

ہیں، اور وہ ہیں: لفظ جلالہ، رب اور الرحمن، لفظ جلالہ صفات الوہیہ کو شامل ہے اور رب صفت ربوبیت کو شامل ہے، جبکہ الرحمن صفات احسان، جود وسخا اور نیکی کو شامل ہے، اور اس کے اسماء کے تمام معانی اسی کے گرد گھومتے ہیں۔

اور اللہ تعالی کا قول: (إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ) اس طریقے کی معرفت کو شامل ہے جو اس ذات باری تک پہونچانے والا ہے، اور وہ یہ ہیکہ عبادت صرف اسی کی ہو ایسی چیزوں سے جن سے وہ راضی ہو اور پسند کرے، اور جو اسکی عبادت کیلئے معاون ثابت ہو۔

اور آگے اللہ کا قول: (اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ) اس بات کو شامل ہیکہ بندے کو سعادت اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب وہ صراط مستقیم پر گامزن ہوگا، اور استقامت پر اسی وقت گامزن ہوسکتا ہے جب اسے اسکے رب کی طرف سے ہدایت نصیب ہو جائے جس طرح کہ اسکی عبادت نصیب اسی وقت ہوتی ہے جب اسکی مدد شامل حال ہو۔

اور اللہ تعالی کا قول: (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ) دراصل صراط مستقیم سے انحراف کے دونوں اطراف کو شامل ہے، اور یہ کہ دونوں اطراف میں سے کسی بھی منحرف ہونا اس گمراہی کی طرف جانا ہے جو کہ حقیقت میں علم واعتقاد کا فساد ہے اور دوسرے طرف منحرف ہونا دراصل اس غضب الہی کی طرف جانا ہے جو کہ حقیقت میں نیت اور عمل کا فساد ہے۔ (الفوائد: ۱/ ۱۹)۔



(۴) منہج سلف کا چوتھا اصول

ان تمام اسماء وصفات پر ایمان لانا جو کتاب اللہ اور سنت رسول میں وارد ہوئے ہیں بغیر کسی تحریف وتمثیل اور بغیر کسی تکییف وتعطیل کے، اللہ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے: (لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ) ترجمہ: اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ (الشوری:۱۱)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا) ترجمہ: جو آسمانوں کا اور زمین کا اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کا رب ہے، سو اس کی عبادت کرو اور اس کی عبادت پر خوب صابر رہو۔ کیا تم اس کا کوئی ہم نام جانتے ہو؟ (مریم:۶۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ [1] اللَّهُ الصَّمَدُ [2] لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ [3] وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ) ترجمہ: کہہ دو وہ اللہ ایک ہے۔ [1] اللہ ہی بے نیاز ہے۔ [2] نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ [3] اور نہ کبھی کوئی ایک اس کے برابر کا ہے۔ (الاخلاص)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى) ترجمہ: وہ بے حد رحم والا عرش پر مستوی ہوا۔(طہ:۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا) ترجمہ: اور اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا، خود کلام کرنا۔(النساء:۱۶۴)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ) ترجمہ: اور تمہارے پروردگار ہی کی ذات (بابرکات) جو صاحب جلال وعظمت ہے باقی رہے گی۔(الرحمن: ۲۷)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ) ترجمہ: اور یہود کہتے ہیں کہ خدا کا ہاتھ (گردن سے) بندھا ہوا ہے (یعنی اللہ بخیل ہے) انہیں کے ہاتھ باندھے جائیں اور ایسا کہنے کے سبب ان پر لعنت ہو (اس کا ہاتھ بندھا ہوا نہیں) بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں وہ جس طرح (اور جتنا) چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔(المائدہ:۶۴)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا) ترجمہ: اور تمہارا رب آئے گا اور فرشتے جوصف درصف ہوں گے۔(الفجر:۲۲)۔

اسی طرح اور صفات جو اللہ کی ذات کمال والا کے لائق اور زیب ہے۔

اور وہ سارے صفات جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح احادیث میں وارد ہوئے ہیں، جیسے کہ اللہ تعالی کے نزول کا ذکر، بندوں سے اسکے قریب ہونے کا ذکر، اسکے شرگوسی کرنے، ہنسنے، تعجب

کرنے، محبت اور نفرت کرنے نیز اور دیگر صفات کا ذکر، یہ سب حقیقی معنوں کے ساتھ ثابت ہیں جا طرح اللہ کی ذات کیلئے لائق اور مناسب ہے۔

برخلاف اہل بدعت اور اہل ضلالت کے جو صفات کے منکر ہیں، تمثیل اور تشبیہ پیش کرتے ہیں اور حد درجہ غلو سے کام لیتے ہیں، اللہ تعالی ان ظالموں کے قول سے بلند و بالا تر ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ سلف امت اور تمام ائمہ دین کا اجماع ہیکہ رب تعالی اپنی مخلوقات سے جدا ہے، اسے ان تمام صفات سے متصف کیا جائے گا جن صفات سے اس نے خود کو متصف کیا ہے اور جن صفات سے اسے اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے متصف کیا ہے، بغیر کسی تحریف، بغیر کسی تعطیل کے اور بغیر تکییف اور تمثیل کے، اسے تمام صفات کمال سے متصف کیا جائے گا نہ کہ صفات نقص سے، اور یہ بھی معلوم رہے کہ صفات کمال میں اسکی مثل کوئی نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ[1] اللَّهُ الصَّمَدُ[2] لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ[3] وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ) ترجمہ: کہہ دو وہ اللہ ایک ہے۔ [1] اللہ ہی بے نیاز ہے۔ [2] نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ [3] اور نہ کبھی کوئی ایک اس کے برابر کا ہے۔ (الاخلاص)۔ (الفرقان بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان: ۱/ ۲۴۴)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ سلف کا مذہب تعطیل اور تمثیل کے درمیان ہے، چنانچہ یہ اللہ کی صفات کو اسکی مخلوق کی صفات سے مثال بیان نہیں کرتے، جس طرح کہ یہ اللہ کی ذات کی مثال اسکی مخلوق کی ذات سے نہیں دیتے، اور جن صفات سے اللہ نے خود کو متصف کیا ہے اور اسکے رسول نے جن صفات سے اسے متصف کیا ہے انکا انکار بھی نہیں کرتے کہ تمام اسماء

حسنی اور صفات علیا کو معطل کر دیں اور کلمات کو انکے معانی میں تحریف کر دیں اور اللہ کے اسماء و صفات میں الحاد کر دیں۔

تعطیل اور تمثیل دونوں فریق کے لوگوں میں سے ہر ایک تعطیل اور تمثیل کو جامع ہے۔

جہاں تک معطلہ کا تعلق ہے تو انہوں نے اللہ کے اسماء وصفات سے نہیں سمجھا مگر وہی جو مخلوق کے لائق اور مناسب ہے، پھر اس معنی اور مفہوم ہی کا انکار کرنا شروع کر دیا، اس طرح انہوں نے تعطیل اور تمثیل دونوں کو جمع کرلیا، پہلے مثال بیان کی پھر آخر میں معطل کر دیا، یہی انکی طرف سے اللہ کے اسماء وصفات کے مفہوم کو اسکی مخلوق کے اسماء وصفات سے تشبیہ و تمثیل بیان کرنا ہے، پھر اللہ سبحانہ وتعالی جن اسماء وصفات کا مستحق ہے انہیں معطل اور انکار کر دینا ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۵ / ۲۷)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ بلکہ وہ اللہ تعالی کیلیے ان اسماء وصفات کو ثابت کرتا ہے جنہیں اللہ نے خود اپنے لئے ثابت کیا ہے، اور اسے مخلوقات کی مماثلت سے نفی کرتا ہے، اور یہ جانتا ہیکہ اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، نہ ہی اسکی ذات وصفات میں اور نہ ہی اسکے افعال میں، تو یہی اپنے اعتقاد میں درست ہے اور سلف امت اور ائمہ دین کے موافق ہے، کیونکہ ان سب کا مذہب یہی ہیکہ یہ اللہ کو ان تمام صفات سے متصف کرتے ہیں جن سے اللہ نے خود اپنے لئے ثابت کیا ہے اور جن صفات سے اسکے رسول نے اسے متصف کیا ہے، بغیر کسی تحریف و تعطیل کے اور بلا کسی تکییف و تمثیل کے، چنانچہ یہ جانتے ہیں کہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے، اور ہر چیز پر قادر ہے، اور تمام آسمان وزمین اور دونوں کے مابین کی تخلیق اسی نے چھ دنوں میں کی ہے، پھر

اسکے بعد عرش پر مستوی ہوگیا ہے، اور اس نے موسی علیہ السلام سے ہم کلامی کی ہے، نیز آپ کیلئے پہاڑ پر اپنی تجلی پیش کی ہے جس سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا ہے۔

اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے ان تمام صفات میں جن سے اس نے خود کو متصف کیا ہے اور یہ اللہ کو عیب و نقص کے صفات سے پاک کرتے ہیں، اور اسکے لئے صفات کمال کو ثابت کرتے ہیں، اور یہ جانتے ہیں کہ تمام صفات کمال میں اسکا ہمسر کوئی نہیں ہے۔

نعیم بن حماد خزاعی نے کہا کہ جس نے اللہ کو اسکی مخلوق سے مشابہ قرار دیا اس نے کفر کیا، اور جس نے ان صفات کا انکار کیا جن سے اللہ نے اپنی ذات کو متصف کیا ہے تو اس نے بھی کفر کیا، اور جن صفات سے اللہ نے خود کو متصف کیا ہے اور اسکے رسول نے اسے جن صفات سے متصف کیا ہے ان میں کوئی تشبیہ نہیں ہے، واللہ اعلم۔ (مجموع الفتاوی: ۵ / ۲۶۳)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ اس باب میں اصل یہ ہیکہ اللہ کو ان تمام صفات سے متصف کیا جائے جن سے اس نے خود کو متصف کیا ہے اور جن صفات سے اسے اسکے رسول نے متصف کیا ہے، بغیر کسی تحریف و تعطیل کے اور بلا کسی تکییف و تمثیل کے، بلکہ تمام اسماء و صفات کو ثابت کریں گے، اور مخلوقات کی مشابہت سے انکار کریں گے، اس طرح آپ کا ثابت کرنا ہی اسے تشبیہ سے اور نفی کرنا تعطیل سے پاک کرنا ہے، سو جس نے استواء کی حقیقت کا انکار کیا وہ معطل ہے، اور جس نے اسے استوائے مخلوق سے تشبیہ دی وہ ممثل ہے، اور جس نے کہا کہ اسکا استواء اسکی ذات کے لائق ہے اسکی مثل کوئی نہیں ہے تو وہ موحد اور پاک کرنے والا ہے۔

اور یہی کلام اللہ تعالیٰ کے دیگر تمام صفات میں بھی جاری ہوگا جیسے کہ صفت سمع، بصر، حیات، ارادہ، قدرت، ہاتھ، چہرہ، رضا، غضب، نزول، ہنسا وغیرہ۔ (مدارج السالکین لابن القیم: ۲/ ۸۵)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) ترجمہ: اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، سو اسے ان کے ساتھ پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں، انھیں جلد ہی اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔ (الاعراف: ۱۸۰)۔

اور قرآن وسنت اللہ کیلئے ان اسماء وصفات کے مصادر کے اثبات پر دلالت کرتے ہیں، جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ) ترجمہ: قوت سب کی سب اللہ کے لیے ہے اور یہ کہ اللہ بہت سخت عذاب والا ہے۔ (البقرہ: ۱۶۵)۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: (إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ) ترجمہ: بے شک اللہ ہی بے حد رزق دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط ہے۔ (الذاریات: ۵۸)۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: (فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَأَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ) ترجمہ: تو جان لو کہ یہ صرف اللہ کے علم سے اتارا گیا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو کیا تم حکم ماننے والے ہو؟ (ھود: ۱۴)۔

اور حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (حِجَابُهُ النُّورُ لَوْ

كَشَفَهُ لأَحْرَقَ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ مَا انْتَهَى إِلَيْهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهِ) ترجمہ: اس کا حجاب نور ہے اگر وہ اس کو کھول دے تو جہاں تک اس کی نگاہ پہنچے اس کے چہرے کی شعاعیں اس کی مخلوق کو جلا ڈالیں۔(صحیح مسلم:۱۷۹)۔

اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: (الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَسِعَ سَمْعُهُ الْأَصْوَاتَ) ترجمہ: ساری حمد اسی اللہ کے لیے سزاوار ہے جو تمام آوازوں کو سنتا ہے۔(صحیح بخاری:۷۳۸۶)۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اللَّهُمَّ أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ) ترجمہ: اے میرے اللہ! پناہ مانگتا ہوں تیری رضامندی کی تیرے غصہ سے۔(صحیح مسلم:۴۸۶)۔

مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اللَّهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبَ وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ) ترجمہ: اے اللہ! میں تیرے علم غیب اور تمام مخلوق پر تیری قدرت کے واسطہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں۔(سنن نسائی:۱۳۰۷)۔

ایک دوسری حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِعِزَّتِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْ تُضِلَّنِي) ترجمہ: اے مالک میرے! میں تیری عزت کی پناہ مانگتا ہوں کوئی برحق معبود نہیں سوائے تیرے، اس بات سے کہ تو بھٹکا دے مجھ کو۔(صحیح مسلم:۲۷۱۷)۔

اگر یہ مصادر نہ ہوتے تو اسماء وصفات اور افعال کے حقائق بھی نہ ہوتے، کیونکہ اسکے افعال اسکی صفات کے علاوہ ہیں، اور اسکے اسماء اسکے افعال وصفات کے علاوہ ہیں، چنانچہ اگر اسکا کوئی

فعل اور صفت نہ ہوتو پھر مجرد نام کا کوئی مطلب نہیں رہ جائے گا بلکہ وہ اس آواز کی طرح ہو جائے گا جسکا کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے جسے ہم مہمل کہتے ہیں اور یہ انتہا درجے کا الحاد ہے۔(شفاء العلیل فی مسائل القضاء:۱/۱۷۲)۔



(۵) منہج سلف کا پانچواں اصول

دعوت دین میں انبیاء کے منہج پر چلنا اور دعوت کا آغاز اسی سے کرنا جس سے انھوں کیا ہے یعنی لوگوں کو سب سے پہلے توحید خالص کی دعوت دینا، اور ان تمام گمراہ فرقوں کی مخالفت کرنا جنہوں نے دعوت دین کے لئے اپنی طرف سے ایسے نئے طریقے اور مناہج ایجاد کر لئے ہیں جو منہج انبیاء کے یکسر خلاف ہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے:(قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے۔میں اور میرے متبعین اللہ کی طرف بلا رہے ہیں، پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ۔اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں نہیں۔(یوسف:۱۰۸)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ) ترجمہ: اور بلا شبہ یقینا ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔(النحل:۳۶)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ[88] أُولَئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ

وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هَؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ[89] أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَى لِلْعَالَمِينَ) ترجمہ: یہ اللہ کی ہدایت ہے، وہ اس پر اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے چلاتا ہے اور اگر یہ لوگ شریک بناتے تو یقینا ان سے ضائع ہو جاتا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ [88] یہی وہ لوگ ہیں جنھیں ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی، پھر اگر یہ لوگ ان باتوں کا انکار کریں تو ہم نے ان کے لیے ایسے لوگ مقرر کیے ہیں جو کسی صورت ان کا انکار کرنے والے نہیں۔ [89] یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی، سو تو ان کی ہدایت کی پیروی کر، کہہ میں اس پر تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا، یہ تو تمام جہانوں کے لیے ایک نصیحت کے سوا کچھ نہیں۔ (الانعام: ۹۰)۔

اور حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ، شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ) ترجمہ: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ اول گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔ (صحیح بخاری: ۸)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا تو سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ) ترجمہ: تم انہیں اس کلمہ کی گواہی کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ (صحیح بخاری: ۱۳۹۵)۔

اور بخاری کی ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:(فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَى أَنْ يُوَحِّدُوا اللَّهَ تَعَالَى) ترجمہ:اس لیے سب سے پہلے انہیں اس کی دعوت دینا کہ وہ اللہ کو ایک مانیں (اور میری رسالت کو مانیں)۔(صحیح بخاری:۷۳۷۲)۔

اس باب میں احادیث بہت زیادہ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام کا بھی یہی منہج رہا ہے:

امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس لکھا کہ ان پر دین حق کو پیش کریں اور یہ کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، اگر وہ اسے قبول کرلیں تو انکی راہ چھوڑ دیں اور اگر اسے قبول نہ کریں تو پھر انہیں قتل کر دیں۔(احکام اھل الملل من المسائل للامام خلال:۱۲۱۳)۔

اور اسی طرح سنن دارمی میں وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "اتَّبِعُوا، وَلَا تَبْتَدِعُوا، فَقَدْ كُفِيتُمْ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ".

ترجمہ:ابوعبدالرحمٰن (عبداللہ بن حبیب) سے مروی ہے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:اتباع کروگے،ابتداع سے بچوگے تو تمہارے لئے یہی کافی ہے،اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"(سنن دارمی:۲۱۱)۔

اور سنن بیہقی میں آیا ہے:

عن عبيد الله بن أبي يزيد قال : سمعت عبد الله بن عباس رضي الله

عنهما: إذا سئل عن شيء هو في كتاب الله قال به، وإذا لم يكن في كتاب الله وقاله رسول الله، قال به، وإن لم يكن في كتاب الله ولم يقله رسول الله، وقاله أبو بكر وعمر رضي الله عنهما قال به، وإلا اجتهد رأيه۔

ترجمہ: عبیداللہ بن ابی یزید سے مروی ہیکہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب آپ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا جاتا اور وہ کتاب اللہ میں ہوتی تو اسے قرآن کی روشنی میں بتا دیتے، اور اگر کتاب اللہ میں نہ ہوتی اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہوتا تو اسی روشنی میں مسئلہ بتا دیتے، اور اگر اسکے بارے میں نہ تو قرآن میں ہوتا اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہوتا البتہ اس کے بارے میں ابو بکر اور عمر نے کچھ کہا ہوتا تو اسی روشنی میں آپ فتوی دے دیتے، بصورت دیگر آپ اجتہاد کرتے تھے۔ (سنن بیہقی: ۲۰۸۴۳)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ کی طرف دعوت سے مراد اللہ پر ایمان لانے کی دعوت ہے، اور اس شریعت پر ایمان لانا جسے اسکے رسول لے کر آئے ہیں، انکی باتوں کی تصدیق کرکے اور انکے فرامین کی بجا آوری کرکے، اور اس میں شہادتین کی طرف دعوت دینا بھی شامل ہے، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور حج کرنا سب شامل ہے، اسی طرح اللہ پر، اسکے فرشتوں پر، اس کی کتابوں اور رسولوں پر نیز بعث بعد الموت پر ایمان لانے کی دعوت دینا، اسی طرح تقدیر کے خیر وشر پر ایمان لانا، اور اس بات کی طرف دعوت دینا کہ بندہ اپنے رب کی عبادت اس طرح کرے گویا وہ اسے دیکھ رہا ہو، کیونکہ یہ تینوں درجات: اسلام، ایمان اور احسان سب دین میں داخل ہیں، جیسا کہ صحیح حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ یہ جبریل

ہیں جو تمہارے پاس تمہارا دین سکھلانے آئے ہیں۔ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں امور کے بارے میں جواب دینے کے بعد کہی ہے جس سے واضح ہوا کہ یہ سب ہمارے دین کا حصہ ہیں۔(مجموع الفتاوی:۱۵/ ۱۵۷)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اللہ کی طرف دعوت دراصل اسکے دین کی طرف دعوت دیکر ہی حاصل ہوگی، اور اسکا اصل یہ ہیکہ صرف اسی کہ عبادت کریں اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، جیسا کہ اللہ نے اسی کے ساتھ اپنے رسولوں کو مبعوث کیا ہے اور اسی کی وجہ سے کتابوں کو نازل کیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ) ترجمہ: اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا جس کا تاکیدی حکم اس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے تمہاری طرف کی اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا، یہ کہ اس دین کو قائم رکھو اور اس میں جدا جدا نہ ہو جاؤ۔(الشوری:۱۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رُّسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِن دُونِ الرَّحْمَٰنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ) ترجمہ: اور ان سے پوچھیں جنھیں ہم نے تم سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا، کیا ہم نے رحمان کے سوا کوئی معبود بنائے ہیں، جن کی عبادت کی جائے؟(الزخرف:۴۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ

الضَّلَالَةُ) ترجمہ: اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو، پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی ثابت ہوگئی ۔(النحل: ۳۶) ۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ) ترجمہ: اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔ (الانبیاء: ۲۵) ۔

اور حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " میں عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے اور لوگوں کی بہ نسبت زیادہ قریب ہوں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور انبیاء علیہم السلام علاتی بھائیوں (کی طرح) ہیں ۔ان کے مسائل میں اگر چہ اختلاف ہے لیکن دین سب کا ایک ہی ہے ۔" (صحیح بخاری: ۳۴۴۳) ۔

معلوم ہوا کہ دین ایک ہی ہے البتہ شریعتیں اور مناہج مختلف رہے ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا) ترجمہ: تم میں سے ہر ایک کے لیے

ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کیا ہے۔(المائدہ:۴۸)۔

اس طرح تمام تمدن رسول اعتقادی اور عملی اصولوں میں ایک جامع دین لیکر آئے ہیں، اعتقادی اصول جیسے اللہ پر، اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر ایمان لانا۔اور عملی اصول جیسے وہ عام اعمال جو سورہ انعام، اعراف اور سورہ بنی اسرائیل میں مذکور ہیں۔(مجموع الفتاوی: ۱۵/ ۱۵۸)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ یہی اسلام ہی تمام انبیاء اور ان کے پیروکاروں کا دین رہا ہے خواہ پہلے کے لوگ ہوں یا بعد کے، یعنی صرف ایک اللہ کی عبادت کرنا اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، اسکی عبادت ہمیشہ اور ہر جگہ کرتے رہنا، اسکے رسولوں کی اطاعت کی روشنی میں، اس لئے اگر کوئی اللہ کی عبادت میں رسولوں کے بتائے ہوئے طریقے کے خلاف کرے گا تو وہ عابد نہیں کہلائے گا۔(الجواب الصحیح:۱/ ۸۳)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ تمام رسولوں نے توحید کی طرف دعوت دی ہے یہ چیز سب کو ہمیشہ معلوم رہی ہے، اس لئے ایک مشرک جس نے رسولوں کی دعوت کو ٹھکرا دیا وہ عذاب کا مستحق ہے۔(زاد المعاد: ۳/ ۵۹۹)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ یہی تمام رسولوں کی دعوت کی اصل ہے، اسی کی طرف رسولوں نے قوموں کو دعوت دی ہے، اور وہ توحید ہے جسکے بغیر اللہ کسی کے دین کو قبول نہیں کرے گا، خواہ اسکا تعلق پہلے سے ہو یا بعد سے۔اسی کا رسولوں نے حکم دیا ہے اور اسی کے ساتھ اللہ نے کتابوں کو اتارا ہے، اور اسی کی طرف اللہ نے اپنے بندوں کو دعوت دی ہے، اور اسی کی بنیاد

پر ثواب وعقاب رکھا ہے، اور اسی کی تکمیل وتحصیل کی خاطر اللہ نے شریعتوں کو مشروع کیا ہے۔
(شفاء العلیل :۱/ ۱۳۹)۔



(۶) منہج سلف کا چھٹا اصول

شریعت سازی کے مصادر کتاب اللہ، سنت رسول اور آثار صحابہ ہیں، انہیں ہر قول، رائے اور مذہب پر مقدم کیا جائے گا، اور اختلاف کے وقت انہیں مصادر کی طرف رجوع کیا جائے گا، اور انکے ساتھ کسی کا قول مقبول نہیں ہوگا۔

ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ) ترجمہ: اور وہ چیز جس میں تم نے اختلاف کیا، کوئی بھی چیز ہو تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے، وہی اللہ میرا رب ہے، اسی پر میں نے بھروسا کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔ (الشوری: ۱۰)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ) ترجمہ: اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔ (الحشر: ۷)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ) ترجمہ: اور ہم نے تمہاری طرف یہ نصیحت اتاری، تاکہ تم لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دو جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے اور تاکہ وہ غور وفکر کریں۔ (النحل: ۴۴)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (قُلۡ إِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحۡبِبۡكُمُ اللَّهُ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوبَكُمۡ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ) ترجمہ: کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھیں تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ (آل عمران: ۳۱)۔

اور حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنۡ أَبِي هُرَيۡرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " مَنۡ أَطَاعَنِي فَقَدۡ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنۡ يَعۡصِنِي فَقَدۡ عَصَى اللَّهَ، وَمَنۡ يُطِعِ الۡأَمِيرَ فَقَدۡ أَطَاعَنِي، وَمَنۡ يَعۡصِ الۡأَمِيرَ فَقَدۡ عَصَانِي ".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جو کوئی اطاعت کرے حاکم کی (جس کو میں نے مقرر کیا) اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔" (صحیح بخاری: ۷۱۳۷، صحیح مسلم: ۱۸۳۵)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (فَمَنۡ رَغِبَ عَنۡ سُنَّتِي فَلَيۡسَ مِنِّي) ترجمہ: میرے طریقے سے جس نے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔ (متفق علیہ: صحیح بخاری: ۵۰۶۳، صحیح مسلم: ۱۴۰۱)۔

اور ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا:(فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ) ترجمہ:تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کار کو لازم پکڑنا، تم اس سے چمٹ جانا، اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا۔(سنن ابی داود : ۴۶۰۷)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ، لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا، لَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا هَالِكٌ) ترجمہ: میں نے تم کو ایک ایسے صاف اور روشن راستہ پر چھوڑا ہے جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے، اس راستہ سے میرے بعد صرف ہلاک ہونے والا ہی انحراف کرے گا۔(سنن ابن ماجہ: ۴۳)۔

اور صحیحین میں وارد ہوا ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، " أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْيَهُودِ، قَالَ لَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، آيَةٌ فِي كِتَابِكُمْ تَقْرَءُونَهَا لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ نَزَلَتْ لَاتَّخَذْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا، قَالَ: أَيُّ آيَةٍ؟ قَالَ: الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلامَ دِينًا سورة المائدة آية 3، قَالَ عُمَرُ: قَدْ عَرَفْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِي نَزَلَتْ فِيهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ".

ترجمہ: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے ان سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! تمہاری کتاب (قرآن) میں ایک آیت ہے جسے تم پڑھتے ہو۔ اگر وہ ہم

یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس (کے نزول کے) دن کو یوم عید بنا لیتے۔آپ نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے جواب دیا (سورۃ المائدہ کی یہ آیت کہ) "آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام پسند کیا" عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اس دن اور اس مقام کو (خوب) جانتے ہیں جب یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی (اس وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں جمعہ کے دن کھڑے ہوئے تھے۔(صحیح بخاری: ۴۵)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ جس نے علم اصول اور فروع کے اندر اپنے کلام کی بنیاد کتاب وسنت اور آثار پر رکھی تو وہ طریق نبوت تک درست پہونچا ہے۔(مجموع الفتاوی: ۱۰/ ۳۶۳)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اہل بدعت کی صفت بتاتے ہوئے فرمایا کہ یہ کتاب اللہ میں اختلاف کرتے ہیں، کتاب اللہ کی مخالفت کرتے ہیں، کتاب اللہ کی مخالفت پر یہ متفق ہیں، متشابہ امور پر کلام کرتے ہیں اور متشابہ امور سے عوام الناس کو فریب میں مبتلا کرتے ہیں، اگر عبارت کے معانی مفہوم ہوں اور وہ کتاب وسنت کے معیار پر ہوں بایں طور کہ ان سے حق اسی طرح ثابت ہو جس طرح کتاب وسنت کے اندر ثابت ہے تو یقینا وہی حق ہے، برخلاف نفس پرستوں کی تاویل کے کہ جو وسائل اور مسائل تمام امور نفی واثبات ہر اعتبار سے کلام کرتے ہیں بغیر وہ تفصیل وتقسیم بتلائے جو کہ اصل میں صراط مستقیم ہے۔

اور یہ سب محض شبہات ہیں جو آپ کو نہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ملیں گے اور نہ

ہی صحابہ وتابعین اور ائمہ متبوعین میں سے کسی کے کلام میں ۔(مجموع الفتاوی:۱/ ۳۷)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ جو کتاب وسنت اور آثار صحابہ پر غور وفکر کرے گا اسکے لئے یہ واضح ہو جائے گا کہ اللہ تعالی اس سے بے نیاز ہے، اور یہ کہ اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آسان دین حنیف کے ساتھ مبعوث کیا ہے جسکے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا، پاکیزہ چیزوں کو حلال کیا اور خبیث چیزوں کو حرام کیا، واللہ اعلم، وصلی اللہ وبارک علی نبینا محمد وسلم ۔(مجموع الفتاوی: ۳/ ۱۹۳)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ جہاں تک بعض ائمہ دین جیسے کہ فقہائے اربعہ وغیرہ کے اقوال کا تعلق ہے تو یہ نہ تو لازمی حجت ہیں اور نہ ہی مسلمانوں کے درمیان بالاتفاق اجماع ، بلکہ الٹا ان ائمہ دین سے یہ ثابت ہے کہ یہ حضرات لوگوں کو اپنی تقلید سے منع کرتے تھے، اور جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے اقوال کے مقابلے کتاب وسنت سے ماخوذ کوئی قول زیادہ راجح ہے تو حکم دیا کہ اسی پر عمل کریں جس پر کتاب وسنت دلالت کرتے ہیں، اور انکے اقوال کو ترک کردیں، یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے پیروکاروں میں پائے جانے والے اکابر علماء پر جب یہ واضح ہو جاتا تھا کہ انکے امام کے قول کے مقابلے کتاب کی دلالت زیادہ قوی ہے تو پھر وہ کتاب وسنت کی دلالت ہی پر عمل کرتے ہیں ۔(مجموع الفتاوی: ۵/ ۷۷)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ صحابہ سے مشورہ کرتے تھے، اور ان سے مناظرہ بھی کرتے تھے، اور بعض امور میں انکی طرف رجوع کرتے تھے، اور بعض امور میں جھگڑتے بھی تھے، چنانچہ صحابہ آپس میں کتاب وسنت ہی سے ایک دوسرے پر

حجت پکڑ کر غالب آتے تھے، اور یہ نہیں کہتے تھے کہ میں ملہم اور محدَث ہوں، میری بات مان لو میری مخالفت نہ کرو، چنانچہ جو بھی یہ دعوی کرے یا جسکے لئے بھی یہ دعوی کیا جائے کہ وہ اللہ کا ولی ہے، وہ ملہم، محدث اور مخاطب ہے، اسکے پیروکاروں پر واجب ہیکہ وہ اسکی ہر بات قبول کرلیں، اور اس کی مخالفت نہ کریں، بلکہ کتاب وسنت کا خیال کئے بغیر اسے تسلیم کرلیں تو وہ سب خطا پر ہیں، بلکہ ایسے لوگ سب سے زیادہ گمراہ ہیں، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جو کہ سن سب سے افضل ہیں آپ امیر المومنین ہیں، پھر بھی لوگ آپ سے معارضہ کرتے تھے اور وہ سب لوگ کتاب وسنت سے احتجاج کرتے تھے۔ (الفتاوی: ۱۱/ ۲۰۷)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ جب ہم کتاب وسنت اور اجماع کہیں تو تینوں کا مدلول ایک ہی ہوتا ہے، کیوں کہ جو کچھ کتاب اللہ میں ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس کی موافقت کرتے ہیں، اور امت منجملہ ضرور اس پر اتفاق کرے گی، کیونکہ مومنوں میں ایسا کوئی نہیں ہوگا جو کتاب اللہ کی اتباع کو واجب نہ کہے، اسی طرح جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنت قرار دے دیں، مومنوں کا اس پر اجماع ہوتا ہے، اور مسلمانوں کا اجماع اسی پر ہوگا جس پر کتاب وسنت دلالت کریں گے۔ (الفتاوی: ۷/ ۴۰)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ ان مسائل کیلئے ضروری ہیکہ بیت المال کے اموال میں ایک جامع اصول ثابت کیا جائے جو کتاب وسنت پر مبنی ہو جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے سنت قرار دیا ہو، جیسا کہ عمر بن عبدالعزیز نے کہا ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد حکمرانوں نے کچھ امور سنت قرار دیئے ہیں، جن پر عمل کرنا کتاب اللہ کی

تصدیق کرنا ہے، اور اللہ کی اطاعت کرنا ہے، اور یہ اطاعت باری پر قوت ہے، جسے نہ کوئی بدل سکتا ہے اور نہ ہی مخالفت کرسکتا ہے، جو انکی روشنی میں ہدایت حاصل کرے گا وہ ہدایت پائے گا اور جو ان کی روشنی میں مدد حاصل کرے گا وہ مدد پائے گا، اور جو انکی مخالفت کر کے مومنوں کی راہ ترک کردے گا اللہ بھی اس کا ساتھ چھوڑ دے گا اور اسے بالآخر دوزخ میں ڈھکیل دے گا جو کہ کیا ہم برا ٹھکانہ ہے۔(الفتاوی: ۴ / ۲۱۵")۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا:

العلم قال الله وقال رسوله

قال الصحابة هم أولوا العرفان

ترجمہ: علم وہی ہے جسے اللہ اور اسکے رسول نے کہا ہو، اور جسے صحابہ نے کہا ہو جو کہ اہل عرفان ہیں۔(نونیۃ ابن القیم، ص ۲۲۶)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ ائمہ اسلام برابر کتاب اللہ کو سنت پر اور سنت کو اجماع پر مقدم کرتے رہے ہیں، اور اجماع کو تیسرے درجے میں رکھا ہے۔(اعلام الموقعین لابن القیم: ۲ / ۱۷۵)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا: فصل: آثار سلفیہ کی روشنی میں فتوی دینے کے جواز کا بیان۔

آثار سلفیہ اور صحابہ کے فتوؤں کی روشنی میں فتوی دینا جائز ہے، اور انکے فتوؤں کو لینا متاخرین کے اقوال اور انکے فتوؤں سے اولی ہے، کیونکہ وہ عصر نبوی سے قریب تھے، اسی لئے صحابہ کا فتوی تابعین کے فتوؤں کے مقابلے اولی ہے، اور تابعین کا فتوی تبع تابعین کے فتوؤں

سے اولی ہے، اسی طرح کہتے جائیں، چنانچہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے جس قدر قریب ہوگا اسکا فتوی اسی قدر زیادہ درست اور صحیح ہوگا۔ (اعلام الموقعین لابن القیم: ۴/ ۹۹)۔



(۷) منہج سلف کا ساتواں اصول

کتاب وسنت کو فہم سلف ہی کی روشنی میں سمجھ سکتے ہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا) ترجمہ:اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے،اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔(النساء: ۱۱۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَى لِلْعَالَمِينَ) ترجمہ: یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی،سو تو ان کی ہدایت کی پیروی کر،کہہ میں اس پر تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا، یہ تو تمام جہانوں کے لیے ایک نصیحت کے سوا کچھ نہیں۔(الانعام:۹۰)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ) ترجمہ:اور مہاجرین

اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔(التوبہ:۱۰۰)۔

اور حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(النُّجُومُ أَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ، فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُومُ أَتَى السَّمَاءَ مَا تُوعَدُ، وَأَنَا أَمَنَةٌ لِأَصْحَابِي، فَإِذَا ذَهَبْتُ أَتَى أَصْحَابِي مَا يُوعَدُونَ، وَأَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِي، فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ) ترجمہ: تارے بچاؤ ہیں آسمان کے، جب تارے مٹ جائیں گے تو آسمان پر بھی جس بات کا وعدہ ہے وہ آجائے گی (یعنی قیامت آجائے گی اور آسمان بھی پھٹ کر خراب ہو جائے گا) اور میں بچاؤ ہوں اپنے اصحاب کا جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب پر بھی وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے (یعنی فتنہ اور فساد اور لڑائیاں) اور میرے اصحاب بچاؤ ہیں میری امت کے جب اصحاب چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے۔(صحیح مسلم:۲۵۳۱)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ، أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ، يَقُولُ: عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ) ترجمہ: سنو، مجھے کتاب (قرآن) دی گئی ہے اور اس

کے ساتھ اسی کے مثل ایک اور چیز بھی (یعنی سنت)،قریب ہے کہ ایک آسودہ آدمی اپنے تخت پر ٹیک لگائے ہوئے کہے: اس قرآن کو لازم پکڑو، جو کچھ تم اس میں حلال پاؤ اسی کو حلال سمجھو،اور جو اس میں حرام پاؤ،اسی کو حرام سمجھو۔(سنن ابی داود: ۴۶۰۴)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(اقْتَدُوا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي وَأَشَارَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَاهْتَدُوا بِهَدْيِ عَمَّارٍ وَمَا حَدَّثَكُمُ ابْنُ مَسْعُودٍ فَصَدِّقُوه) ترجمہ: میرے بعد آنے والے ابوبکر وعمر کی اقتداء (پیروی) کرنا،عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی راہ پر چلنا اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات کی تصدیق کرنا۔(سنن ترمذی وغیرہ)۔

اور سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہر وہ عبادت جسے صحابہ کرام نے عبادت نہ سمجھا ہو اسے تم بھی عبادت نہ سمجھو،اسلئے کہ پہلے کے لوگوں نے بعد والوں کیلئے کچھ نہیں چھوڑا ہے،سو اللہ سے ڈرو اور پہلے کے لوگوں کے طریقے ہی پر گامزن رہو۔(الزھد لابن مبارک،۴۷)۔

اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جب ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خوارج کے پاس بھیجا تو آپ نے ان سے کہا تھا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ انصار ومہاجرین کے پاس سے آیا ہوں،اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی اور داماد کی طرف سے آیا ہوں، انہیں کے اوپر قرآن نازل ہوا ہے،سو وہی قرآن کی تفسیر تم سے زیادہ سمجھتے ہیں اور تمہارے پاس ان میں سے کوئی نہیں ہے۔(مستدرک حاکم:۲۶۵۶)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ جو یہ گمان کرے کہ وہ صحابہ کی اقتداء کئے بغیر اور انکے

راستے پر چلے بغیر کتاب وسنت پر عمل کر لے گا تو وہ اہل بدعت اور اہل ضلالت میں سے ہوگا۔ (مختصر الفتاوی المصریہ: ۲/ ۲۰)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اس سے واضح ہوا کہ جس نے قرآن یا حدیث کی تفسیر صحابہ وتابعین کی معروف تفسیر سے ہٹ کر کی تو وہ اللہ پر بہتان باندھنے والا ہوگا، اسکی آیات میں الحاد کرنے والا اور اسکے کلمات میں تحریف کرنے والا ہوگا، اسی سے زندقہ اور الحاد کا دروازہ کھلتا ہے، اور یہ بدیہی طور پر باطل ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۱۳/ ۲۴۳)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اہل سنت والجماعہ کا مذہب بہت ہی قدیم اور معروف ہے، یہ مذہب اس وقت بھی تھا جب اللہ تعالی نے امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد کو پیدا بھی نہیں کیا تھا، کیونکہ یہ ان صحابہ کرام کا مذہب ہے جنہوں نے دین کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا ہے، اور جو بھی اس مذہب کی مخالفت کرے گا وہ اہل سنت والجماعہ کے نزدیک بدعتی ہوگا، کیونکہ اہل سنت والجماعہ کا اتفاق ہیکہ صحابہ کا اجماع حجت ہے جبکہ انکے بعد والوں کا اجماع مختلف فیہ ہے۔ (منہاج السنہ: ۲/ ۶۰۱)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ جو کچھ سنت سے ثابت ہوجائے اسکی اتباع کرنا واجب ہے، خواہ یہ کہا جائے کہ یہ قرآن میں ہے لیکن ہم اسے نہیں سمجھتے، یا یہ کہا جائے کہ یہ قرآن میں نہیں ہے، جس طرح کہ جس چیز پر پہلے کے لوگ متفق ہوجائیں تو ہم پر بھی اس میں انکی اقتداء واجب ہے، خواہ یہ کیا جائے کہ یہ چیز سنت سے ثابت ہے لیکن ہم تک نہیں پہونچی ہے، یا یہ کہا جائے کہ ان لوگوں نے اسے قرآن وسنت سے اجتہاد کر کے استنباط کیا ہے۔ (مجموع الفتاوی:

۵ / ۱۶۳)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ بلکہ وہ تو متاخرین ائمہ جنکی وہ تقلید کرتا ہے، کے فتوؤں کو ابو بکر صدیق، عمر عثمان، علی و ابن مسعود، ابی بن کعب، ابوالدرداء، زید بن ثابت، عبداللہ بن عباس، ابن عمر، ابن الزبیر، عبادہ بن صامت، ابوموسی اشعری اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتوؤں پر مقدم کرتا ہے، اسے نہیں معلوم کہ وہ کل اللہ کے پاس کیا عذر پیش کرے گا، جب ان حضرات صحابہ کے فتاوے ان ائمہ کے اقوال سے راجح ہو جائیں گے؟!(اعلام الموقعین لابن القیم: ۴ / ۹۱)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ بلا شبہ تفسیر میں انکے اقوال بعد والوں کے اقوال سے زیادہ صحیح ہیں، جب کہ بعض اہل علم کی رائے ہیکہ انکی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔(اعلام الموقعین لابن القیم: ۴ / ۱۱۷)۔

علامہ ابن باز رحمہ اللہ نے کہا کہ جس پر دلیل قائم ہو اسے لینا واجب ہے، خواہ وہ امام شافعی کے مذہب کے موافق ہو یا ابوحنیفہ کے مذہب کے موافق ہو یا پھر وہ امام مالک یا احمد کے مذہب کے موافق ہو۔ یا ان کے علاوہ دیگر اہل علم کے اقوال کے موافق ہو، اہم یہ ہیکہ وہ قول دلیل کے موافق ہو، اور یہ کہ اس پر کوئی آیت یا کوئی حدیث دلالت کرتی ہو۔(شیخ کا ویب سائٹ)۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اہل بدعت پر رد کرتے ہوئے کہا کہ کتاب وسنت کی بات وہ بھی کرتے ہیں لیکن وہ سلف صالح کے منہج کی مخالفت کرتے ہیں، وہ سلف صالحین جن کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى

وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَۖ وَسَآءَتۡ مَصِيرًا)

ترجمہ: اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔ (النساء: ۱۱۵)۔

یہاں مومنوں کی راہ سے مراد سلف صالح کا منہج ہے، اسلئے کسی کیلئے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کہے کہ میں کتاب وسنت کو سمجھ کر اس پر عمل کرتا ھوں، اور پھر وہ آیات کے معانی کے ساتھ کھلواڑ کرے، اور اپنی خواہشات نفس کے مطابق نئے نئے معانی پیش کرے۔ (موسوعۃ العقیدہ: ۷ / ۷۲۳)۔



(۸) منہج سلف کا آٹھواں اصول

یہ جماعت، اجتماعیت اور سمع وطاعت کی طرف دعوت دیتے ہیں، جیسا کہ سلف میں سے اکثر نے کہا کہ بغیر جماعت کے کوئی دین نہیں، اور بغیر امامت (حکومت) کے کوئی جماعت نہیں اور بغیر سمع وطاعت کے کوئی حکومت نہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے:(قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ) ترجمہ: کہہ دیں اللہ اور رسول کا حکم مانو، پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو بے شک اللہ کافروں سے محبت نہیں رکھتا۔ (آل عمران: ۳۲)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا) ترجمہ: اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔ (آل عمران: ۱۰۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ) ترجمہ: اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح احکام آچکے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ (آل عمران: ۱۰۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ) ترجمہ: بے

شک وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کو جدا جدا کرلیا اور کئی گروہ بن گئے، تو کسی چیز میں بھی ان سے نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر وہ انھیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔(الانعام:۱۵۹)۔

اور حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ اللَّهَ يَرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلَاثًا، فَيَرْضَى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا، وَلَا تَفَرَّقُوا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ قِيلَ، وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةِ الْمَالِ ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے تمہاری تین باتوں سے اور ناخوش ہوتا ہے تین باتوں سے۔ خوش ہوتا ہے اس سے کہ تم عبادت کرو اس کی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اس کی رسی سب مل کر پکڑے رہو۔ (یعنی قرآن پر عمل کرتے رہو) اور پھوٹ مت ڈالو۔ اور ناخوش ہوتا ہے بے فائدہ گفتگو سے اور بہت پوچھنے سے (یعنی ان مسائل کا پوچھنا جن کی ضرورت نہ ہو یا ان باتوں کا جن کی حاجت نہ ہو۔ اور جن کا پوچھنا دوسرے کو ناگوار گزرے) اور مال کے تباہ کرنے سے۔" (صحیح مسلم:۱۷۱۵)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، أَلَمْ أَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللَّهُ بِي، وَكُنْتُمْ مُتَفَرِّقِينَ

فَأَلَّفَكُمُ اللَّهُ بِي، وَعَالَةً فَأَغْنَاكُمُ اللَّهُ بِي) ترجمہ: اے انصاریو! کیا میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا تھا پھر تم کو میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت نصیب کی اور تم میں آپس میں دشمنی اور نااتفاقی تھی تو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تم میں باہم الفت پیدا کی اور تم محتاج تھے اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ غنی کیا۔(صحیح بخاری: ۴۳۳۰)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الِاثْنَيْنِ أَبْعَدُ، مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ) ترجمہ: تم لوگ جماعت کو لازم پکڑو اور پارٹی بندی سے بچو، کیونکہ شیطان اکیلے آدمی کے ساتھ رہتا ہے، دو کے ساتھ اس کا رہنا نسبتاً زیادہ دور کی بات ہے، جو شخص جنت کے درمیانی حصہ میں جانا چاہتا ہو وہ جماعت سے لازمی طور پر جڑا رہے۔(سنن ترمذی: ۲۱۶۵)۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: سمع وطاعت اور جماعت کو لازم پکڑو، کیونکہ یہی اللہ کی رسی ہے جس کا اس نے حکم دیا ہے، اور جماعت کے ساتھ رہ کر جو تم برا دیکھتے ہو یہ بہتر ہے اس بھلائی سے جسے تم اختلاف کی حالت میں دیکھتے ہو۔(مستدرک حاکم: ۸۶۶۳)۔

مزید آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اختلاف برائی کا نام ہے۔(سنن ابی داود: ۱۹۶۰)۔

اسی طرح ایک اثر میں وارد ہوا ہے:

عن ابن سيرين عن عبيدة السلماني قال: سمعت عليا يقول: "

اجتمع رأيي ورأى عمر فى أمهات الأولاد أن لا يبعن. قال: ثم رأيت بعد أن يبعن. قال عبيدة: فقلت له: فرأيك ورأى عمر فى الجماعة أحب إلى من رأيك وحدك فى الفرقة. قال: فضحك علي".

ترجمہ: ابن سیرین سے مروی ہیکہ عبیدہ سلمانی نے کہا کہ میں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہیکہ ام ولد کے بارے میں میری اور عمر کی رائے یہی ہیکہ اسے فروخت نہیں کیا جائے گا، کہتے ہیں کہ پھر بعد میں میں نے دیکھا کہ آپ فروخت کرنے کا فتوی دے رہے ہیں، تو عبیدہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ آپ کی اور عمر ہی رائے جماعت میں میرے لئے زیادہ بہتر ہے صرف آپ کی رائے سے اختلاف میں، تو کہتے ہیں کہ یہ سن کر سیدنا علی ہنسنے لگے ۔(مصنف عبد الرزاق: ۱۳۲۲۶)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اختلاف وانتشار سے اجتماعیت پارہ پارہ ہوجاتی ہے، یہاں تک کہ لوگ ایک دوسرے سے نفرت اور حسد کرنے لگتے ہیں، لوگ ایک دوسرے سے دوستی اور دشمنی اللہ کی خاطر نہیں کرتے ہیں، یہاں تک کہ لوگ ایک دوسرے پر طعن وتشنیع اور استہزاء تک کرتے ہیں، ہاتھاپائی اور اسلحہ سے لڑائی تک کی نوبت آجاتی ہے، گھر بار چھوڑنے اور قطع تعلق تک کی نوبت آجاتی ہے، یہاں تک کہ بعض بعض کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، جبکہ ان ساری چیزوں کو اللہ اور اسکے رسول نے حرام کیا ہے، اور اجتماعیت اور اتحاد ان عظیم امور میں سے ہے جسے اللہ اور اسکے رسول نے واجب کیا ہے ۔(مجموع الفتاوی: ۱/ ۳۲۰)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ یہ عظیم اصول یہ ہیکہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے سب

لوگ تھام لیں، اور آپس میں تفرقہ نہ کریں، یہ اسلام کا ایک عظیم اصول ہے جس کی اللہ نے خصوصی وصیت کی ہے اپنی کتاب کے اندر اور اہل کتاب کی مذمت کی ہے کیونکہ انہوں نے اس عظیم اصول پر عمل نہیں کیا، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسکی وصیت کی ہے مختلف موقعوں پر، مثال کے طور پر ایک بار آپ نے فرمایا کی جماعت کو لازم پکڑو؛ کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔

ایک دوسرے موقع پر فرمایا: شیطان تنہا انسان کے ساتھ رہتا ہے دو لوگوں سے وہ دور ہوتا ہے۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ، فَإِنه مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا، فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ) ترجمہ: جو شخص اپنے حاکم سے بری بات دیکھے وہ صبر کرے اس لیے جس نے جماعت سے ایک بالشت بھی علیحدگی اختیار کی تو اس نے اسلام کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکا۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ؟ " قَالُوا: بَلَى، قَالَ: " صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ فَإِنَّ فَسَادَ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ ".

ترجمہ: سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا میں

تمہیں ایسی چیز کے بارے میں نہ بتادوں جو درجہ میں صلاۃ، صوم اور صدقہ سے بھی افضل ہے، صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ ضرور بتائیے"، آپ نے فرمایا: "وہ آپس میں میل جول کرادینا ہے اس لیے کہ آپس کی پھوٹ دین کو مونڈنے والی ہے"۔(سنن ترمذی:۲۵۰۹)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَرْفَجَةَ ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: " مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ أَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوهُ".

ترجمہ: سیدنا عرفجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔"جوشخص تمہارے پاس آئے اور تم سب ایک شخص کے اوپر جمے ہو۔وہ چاہے تم میں پھوٹ ڈالنا اور جدائی تو اس کو مار ڈالو۔"(صحیح مسلم:۱۸۵۲)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:" يُصَلُّونَ لَكُمْ، فَإِنْ أَصَابُوا فَلَكُمْ، وَإِنْ أَخْطَئُوا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں۔پس اگر امام نے ٹھیک نماز پڑھائی تو اس کا ثواب تمہیں ملے گا اور اگر غلطی کی تو بھی (تمہاری نماز کا) ثواب تم کو ملے گا اور غلطی کا وبال ان پر رہے گا۔(صحیح بخاری:۶۹۴)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: (وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي) ترجمہ: بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، اور ایک فرقہ کو چھوڑ کر باقی سبھی جہنم میں جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ کون سی جماعت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: "یہ وہ لوگ ہوں گے جو میرے اور میرے صحابہ کے نقش قدم پر ہوں گے"۔ (سنن ترمذی: ۲۶۴۱)۔

ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔

اس امت کے اندر یا دوسری امتوں کے اندر جو فساد پیدا ہوا ہے ہمیشہ اس فساد کا دروازہ اور سبب اختلاف اور تفرقہ بازی رہا ہے، یہ اختلاف علماء کے درمیان اور امراء کے درمیان بھی رہا ہے اور اسی طرح دوسروں کے اندر بھی رہا ہے جسے صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۲۲/ ۳۵۹)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ بدعت اختلاف سے جڑی ہوتی ہے جس طرح سنت جماعت سے جڑی ہوتی ہے اور اسی لئے سنت پر عمل کرنے والوں کو اہل سنت والجماعہ کہتے ہیں جبکہ بدعت پر عمل کرنے والوں کو اہل بدعت والفرقہ کہتے ہیں۔ (الاستقامہ: ۱/ ۴۲)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ شریعت نے ایک ہی امام (حاکم) پر اکٹھا ہونے اور

اجتماعیت کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے خواہ وہ امامت کبری میں ہو یا جمعہ، عیدین، استسقاء اور نماز خوف میں ہو، جبکہ خوف کی حالت میں امن کی حالت کے مقابلے دو امام کا ہونا زیادہ بہتر ہے لیکن پھر بھی اس موقع پر بھی ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم ہے تا کہ کسی طرح کا اختلاف اور تنازعہ کھڑا نہ ہو سکے، اور لوگوں کے اندر اجتماعیت بنی رہے، اور یہ شریعت کے عظیم مقاصد میں سے ہے، اسی لئے شریعت نے ان تمام وسائل اور ذرائع کو بند کر دیا ہے جو اس عظیم مقصد کے خلاف ہو، یہاں تک کہ نماز میں صفوں کی درستگی میں خلل پیدا کرنے کے تعلق سے کہہ دیا کہ اس سے دلوں میں اختلاف ہو جائے گا، اور اس پر شواہد بے شمار ہیں۔ (اعلام الموقعین لابن القیم: ۳/ ۱۱۶)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ اس حدیث کے اندر اختلاف کرنے والوں کی مذمت ہے، اور انکے راستے پر جانے والوں کو تحذیر بھی ہے، اور امت کے اندر سب سے زیادہ اختلاف تقلید اور مقلدین کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، انہوں نے ہی دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے اور لوگوں کو مختلف گروہوں میں بانٹ دیا ہے، ہر گروہ اپنے امام پر ڈٹا ہوا ہے، اور اسکی طرف دعوت دے رہا ہے، اور اس گروہ کی جو بھی مخالفت کرے اسکی مذمت کرتا ہے، اور یہ اپنے سوا کسی کے قول پر عمل نہیں کرتے گویا دوسروں کو چھوڑ کر یہ گروہ ایک دین بن چکا ہے، جو اسکے دفاع اور دوسروں پر رد کرنے میں زندگی لگا دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ تمہاری کتابوں میں ہے اور وہ ہماری کتابوں میں ہے، وہ تمہارے امام ہیں اور یہ ہمارے امام ہیں، وہ تمہارا مذہب ہے اور یہ ہمارا

مذہب ہے۔

ایک طرف ان تقلیدیوں کی یہ باتیں ہیں دوسری طرف دیکھیں تو دین ایک ہی ہے، نبی ایک ہے، قرآن ایک ہے، رب ایک ہے، سب پر واجب تھا کہ سب ایک ہی کلمے پر اکٹھا ہو جاتے، سوائے رسول کے کسی کی اطاعت نہ کرتے، اور رسول کے قول کے ساتھ کسی کے قول کو منصوص نہ سمجھتے، اور اللہ کو چھوڑ کر حلال وحرام میں دوسروں کو اپنا رب نہ بناتے۔

اگر اسی پر سب کا اتفاق ہو جاتا اور ہر کوئی آپ کی اور اسکے رسول کا مطیع وفرمانبردار بن جاتا اور سب سنت رسول اور آثار صحابہ کو اپنا فیصل مان لیتے، تو یہ اختلافات ضرور کم ہو جاتے گرچہ ختم نہ ہوتے، اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ سب سے کم اختلاف اہل سنت والحدیث کے یہاں ہوتا ہے، اس روئے زمین پر اہل سنت والحدیث سے زیادہ اتفاق اور سب سے کم اختلاف والا گروہ کوئی نہیں ہے، کیونکہ انکی بنیاد اسی اصول پر ہے، یعنی کتاب وسنت کی اتباع پر، چنانچہ جو بھی حدیث سے جتنا دور ہو گا وہ اسی قدر اسکے اندر اختلاف بڑھتا جائے گا کیونکہ جو حق کو رد کر دیتا ہے اس کا معاملہ ملتبس ہو جاتا ہے اور وہ حق و باطل کی تمیز کھو دیتا ہے، پھر اسے نہیں معلوم پڑتا کہ وہ کہاں جا رہا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (بَلۡ كَذَّبُوا بِالۡحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمۡ فَهُمۡ فِي أَمۡرٍ مَّرِيجٍ) ترجمہ: بلکہ انھوں نے سچ کو جھٹلا دیا جب وہ ان کے پاس آیا۔ پس وہ ایک الجھے ہوئے معاملے میں ہیں۔ (ق:۵)۔



(۹) منہج سلف کا نواں اصول

دین کے اندر بدعت کبیرہ گناہوں سے بھی زیادہ بھیانک اور سنگین ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:(ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ)

ترجمہ: پھر ہم نے ان کے نقش قدم پر پے درپے اپنے رسول بھیجے اور ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور اسے انجیل دی اور ہم نے ان لوگوں کے دلوں میں جنھوں نے اس کی پیروی کی نرمی اور مہربانی رکھ دی اور دنیا سے کنارہ کشی تو انھوں نے خود ہی ایجاد کر لی، ہم نے اسے ان پر نہیں لکھا تھا مگر اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے (انھوں نے یہ کام کیا) پھر انھوں نے اس کا خیال نہ رکھا جیسے اس کا خیال رکھنے کا حق تھا، تو ہم نے ان لوگوں کو جو ان میں سے ایمان لائے ان کا اجر دے دیا اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔ (الحدید:۲۷)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَأَكْثَرَ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا أُولَئِكَ حَبِطَتْ

أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ) ترجمہ: ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے تھے، وہ قوت میں تم سے زیادہ سخت اور اموال اور اولاد میں بہت زیادہ تھے۔ تو انھوں نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا، پھر تم نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا، جس طرح ان لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا جو تم سے پہلے تھے اور تم نے فضول باتیں کیں، جس طرح انھوں نے فضول باتیں کیں۔ یہ لوگ! ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ (التوبہ:٦٩)۔

تفسیر طبری کے اندر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھی پہلی امتوں کے نقش قدم پر چلو گے، یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی گوہ کے سوراخ میں گیا ہوگا تو تم بھی چلے جاؤ گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اگر تم چاہو تو اس آیت کی تلاوت کرلو، پھر آپ نے مذکورہ آیت کی تلاوت کی، صحابہ نے پوچھا: اللہ کے رسول! جس طرح سے فارس وروم نے کیا؟ فرمایا: پھر کون ہو سکتے ہیں؟

عکرمہ سے مروی ہیکہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جیسے آج کی رات کل کی رات سے مشابہ ہوتی ہے اسی طرح اس امت میں بھی یہودیوں کی مشابہت آ گئی۔ میرا تو خیال ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم اپنے سے پہلے کے لوگوں کے طریقوں کی تابعداری کروگے بالکل بالشت بہ بالشت اور ذراع بہ ذراع اور ہاتھ بہ ہاتھ یہاں تک کہ وہ اگر کسی گوہ کے بل میں گھسے ہیں تو یقیناً تم بھی گھسو گے ××××" لوگوں نے پوچھا: "اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کون لوگ ہیں؟ کیا اہل

کتاب"؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اور کون"؟

ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ جمعہ میں فرمایا: حمد وثناء کے بعد: سب سے بہتر کلام اللہ کی کتاب ہے، اور سب سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، اور سب سے برا عمل نئی چیز ہے یعنی بدعت، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۶۷)۔

ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ انہیں میں سے ہے"۔ (سنن ابی داود: ۴۰۳۱)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (لوگوں کے سامنے) اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا: **مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَقُولُونَ كَذَا وَ كَذَا ؟ لَكِنِّي أُصَلِّي، وَأَنَامُ، وَأَصُومُ، وَأُفْطِرُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي، فَلَيْسَ مِنِّي** ۔ ترجمہ: "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، جو اس طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ (مجھے دیکھو) میں نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، روزہ رکھتا ہوں اور کھاتا پیتا بھی ہوں، اور عورتوں سے شادیاں بھی کرتا ہوں۔ (سن لو) جو شخص میری سنت سے اعراض کرے (میرے طریقے پر نہ چلے) سمجھ لو وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔ (سنن نسائی: ۳۲۱۹)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ ".

ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص ہمارے دین میں وہ بات نکالے جو اس میں نہ ہو (یعنی بغیر دلیل کے) وہ رد ہے۔" (صحیح مسلم: ۱۷۱۸)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ) ترجمہ: جس نے اسلام میں آ کر نیک بات (یعنی کتاب وسنت کی بات) جاری کی اس کے لئے اپنے عمل کا بھی ثواب ہے اور جو لوگ عمل کریں (اس کی دیکھا دیکھی) ان کا بھی ثواب ہے بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا کچھ ثواب گھٹے اور جس نے اسلام میں آ کر بری چال ڈالی (یعنی جس سے کتاب وسنت نے روکا ہے) اس کے اوپر اس کے عمل کا بھی بار ہے اور ان لوگوں کا بھی جو اس کے بعد عمل کریں بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا بار کچھ گھٹے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۱۷)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ) ترجمہ: جو میرے بعد تم میں سے زندہ رہے گا عنقریب وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا، تو تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کار کو لازم پکڑنا، تم اس سے چمٹ جانا، اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا، اور دین میں نکالی گئی نئی باتوں سے بچتے رہنا، اس لیے کہ ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔ (سنن ابی داود: ۴۶۰۷)۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (إن الله احتجز التوبة عن صاحب كل بدعة) ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی سے توبہ کو روک لیا ہے۔" (سنن بیہقی: ۹۴۵۶)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "اتَّبِعُوا، وَلَا تَبْتَدِعُوا، فَقَدْ كُفِيتُمْ، عليكم بالامر العتيق".

ترجمہ: ابوعبدالرحمٰن (عبداللہ بن حبیب) سے مروی ہے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اتباع کرو گے، ابتداع سے بچو گے تو تمہارے لئے یہی کافی ہے، پرانے امر کو یعنی سلف کے منہج کو لازم پکڑو۔ (سنن دارمی: ۲۱۱)۔

یحیٰ بن یمان سے مروی ہیکہ میں نے سفیان سے یہ کہتے ہوئے سنا ہیکہ ابلیس کے نزدیک

بدعت معصیت کے مقابلے زیادہ محبوب ہے، کیونکہ بندہ معصیت سے توبہ کرلیتا ہے مگر بدعت سے نہیں کرتا ہے۔(مسند الجعد:۱۸۰۹)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ جو بدعتی ہو اور اپنی بدعت کا اظہار کرے اس پر نکیر کرنا واجب ہے، اور اس تعلق سے مشروع یہ ہیکہ اسکا بائیکاٹ کردیا جائے یہاں تک کہ وہ توبہ کرلے، اسی بائیکاٹ میں یہ بھی شامل ہیکہ بزرگان دین اسکا جنازہ نہ پڑھیں، تاکہ اسکی روش پر چلنے والے بدعتوں سے باز آئیں اور دوسرے لوگ عبرت حاصل کریں، اسی بائیکاٹ کا حکم دیا ہے امام مالک اور امام احمد اور دیگر ائمہ دین نے، واللہ اعلم۔(مجموع الفتاوی:۲۴ / ۲۹۲)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ کافروں اور بدعتیوں کے زہد سے دھوکہ نہ کھاؤ: کیونکہ ایک فاسق مومن جو دنیا اور آخرت دونوں چاہتا ہے وہ اہل بدعت کے زاہدوں سے بہتر ہے۔(الفتاوی:۲۰ / ۱۵۲)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اسی لئے ائمہ اسلام جیسے سفیان ثوری وغیرہ نے کہا کہ ابلیس کے نزدیک بدعت معصیت کے مقابلے زیادہ محبوب ہے، کیونکہ بندہ معصیت سے توبہ کرلیتا ہے مگر بدعت سے توبہ نہیں کرتا ہے۔

اسکا مطلب یہ ہیکہ ایک بدعتی اپنے برے عمل کو اچھا سمجھ کر اسی کو دین بنالیتا ہے جب کہ اس پر شریعت سے کوئی دلیل نہیں ہوتی، اب چونکہ وہ اسے اچھا عمل اور نیکی سمجھتا ہے اسلئے وہ اس سے توبہ نہیں کرسکتا کیوں کہ توبہ میں سب سے پہلی چیز یہ ہیکہ بندے کو معلوم ہوجائے کہ اسکا وہ عمل غلط ہے تاکہ توبہ کرکے اسے ترک کردے، یا یہ کہ اس نے کوئی مستحب یا واجب حکم کو چھوڑ دیا ہے،

تا کہ توبہ کرے اور اسے انجام دے، پھر بھی اس سے توبہ ممکن ہے بایں طور کہ اللہ اسے اسکی توفیق دیدے یہاں تک کہ حق اس کے سامنے واضح ہو جائے جیسا کہ بہت سارے منافقین اور کفار ومشرکین نیز اہل بدعت اور اہل ضلالت کو اللہ نے حق سمجھنے کی توفیق دی ہے، چنانچہ ایک بدعتی کا توبہ کرنا منحصر ہے اس بات پر کہ وہ پہلے حق کو پہچانے اور اس کی تلاش کرے کیونکہ اس سے بندے کو اللہ مزید علم سے نوازتا ہے ارشاد باری تعالی ہے:(وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ) ترجمہ: اور وہ لوگ جنھوں نے ہدایت قبول کی اس نے انھیں ہدایت میں بڑھا دیا اور انھیں ان کا تقویٰ عطا کر دیا۔(محمد:۱۷)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا) ترجمہ: اور اگر وہ واقعی اس پر عمل کرتے جو انھیں نصیحت کی جاتی ہے تو یہ ان کے لیے بہتر اور زیادہ ثابت قدم رکھنے والا ہوتا۔(النساء:٦٦)۔

کتاب وسنت سے اس پر شواہد بہت ہیں۔(مجموع الفتاوی:۱۰/۹)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ بدعت گرچہ فی الواقع معصیت سے زیادہ بری ہے لیکن معصیت بھی ایک وجہ سے زیادہ بری ہے، وہ یہ اس کا نقصان دینی پہلو کے ساتھ دوسروں کے حقوق پر بھی اس کا برا اثر پڑتا ہے، یہ الگ بات ہیکہ وہ اس معصیت کو حرام سمجھتا ہے جو کہ فی الواقع نیکی ہے، جبکہ ایک بدعتی اپنے باطل کو حق اور نیکی سمجھتا ہے۔(الاستقامہ:۱/۴۵۵)۔

بطائحی دجالوں سے مناظرہ کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے

بدعتیوں کی مذمت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ دین میں ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے، تو مجھ سے ان میں سے ایک نے کہا کہ بدعت زنا کی طرح ہے، اور پھر زنا کی مذمت میں ایک حدیث بیان کر دی، تو میں نے کہا کہ پہلی بات یہ کہ یہ حدیث موضوع ہے، دوسرے یہ کہ زنا معصیت ہے اور بدعت معصیت سے زیادہ بری ہے، جیسا کہ سفیان ثوری نے کہا کہ کہ ابلیس کے نزدیک بدعت معصیت کے مقابلے زیادہ محبوب ہے، کیونکہ بندہ معصیت سے توبہ کر لیتا ہے مگر بدعت سے توبہ نہیں کرتا ہے۔ انتہی۔ اور ایک نے کہا کہ ہم لوگوں کو توبہ کراتے ہیں، تو میں نے کہا کہ تم لوگوں کو توبہ کا چیز سے کراتے ہو؟ کہا کہ چوری ڈاکے وغیرہ سے۔ تو میں نے کہا کہ توبہ کرنے کے بعد کی حالت سے انکی پہلی والی حالت زیادہ اچھی تھی، کیونکہ وہ پہلے فاسق مومن تھے جو گناہ کرتے تھے انہیں وہ حرام سمجھے تھے، اور اللہ کی رحمت کی امید رکھتے تھے اور ایسے شخص سے توبہ کی امید ہوتی ہے، لیکن تم لوگوں نے انہیں توبہ کرا کے اپنی طرح گمراہ اور مشرک بنا دیا جو کہ دین کے دائرے سے خارج ہے، اب وہ ایسی چیزوں سے محبت کریں گے جنہیں اللہ ناپسند کرتا ہے اور ایسی چیزوں سے نفرت کریں گے جن سے اللہ محبت کرتا ہے، کیوں کہ معاصی کے مقابلے بدعات کہیں زیادہ برے اور خطرناک ہیں۔

میں نے امیر اور حاضرین کو مخالف کرتے ہوئے کہا کہ جہاں تک معاصی کا تعلق ہے تو اس بارے میں روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: " أَنَّ رَجُلًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ اسْمُهُ عَبْدَ اللَّهِ، وَكَانَ يُلَقَّبُ حِمَارًا، وَكَانَ يُضْحِكُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَلَدَهُ فِي الشَّرَابِ، فَأُتِيَ بِهِ يَوْمًا، فَأَمَرَ بِهِ فَجُلِدَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: اللَّهُمَّ الْعَنْهُ، مَا أَكْثَرَ مَا يُؤْتَى بِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَلْعَنُوهُ، فَوَاللَّهِ، مَا عَلِمْتُ إِنَّهُ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ".

ترجمہ: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص، جس کا نام عبداللہ تھا اور "حمار" کے لقب سے پکارے جاتے تھے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنساتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شراب پینے پر مارا تھا تو انہیں ایک دن لایا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے حکم دیا اور انہیں مارا گیا۔ حاضرین میں ایک صاحب نے کہا: اللہ اس پر لعنت کرے! کتنی مرتبہ کہا جا چکا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ کرو واللہ میں نے اس کے متعلق یہی جانا ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ (صحیح بخاری: ٦٧٨٠)۔

میں نے کہا کہ یہ شخص شراب کثرت سے پیتا تھا لیکن اس کے باوجود چونکہ وہ صحیح العقیدہ تھا اللہ اور اسکے رسول سے محبت کرتا تھا جسکی گواہی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، اسی لئے اس پر لعن طعن کرنے سے منع کر دیا۔

اور یہاں تک بدعتی کا تعلق ہے تو اسکے بارے میں صحیحین کے اندر ابو سعید خدری اور علی رضی اللہ عنہما سے وارد ہوا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ چوڑی پیشانی، گھنی ڈاڑھی اور منڈے سر والا شخص آیا جس کے چہرے پر سجدے کے آثار تھے اور کہنے لگا کہ

اے محمد! انصاف سے کام لیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، افسوس! اگر میں ہی انصاف نہیں کروں گا تو پھر کون کرے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیں تو میں اس کی گردن ماردوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں اسے چھوڑ دو، اس کے کچھ (قبیلہ والے) ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ تم ان کی نماز کے مقابلہ میں اپنی نماز کو معمولی سمجھو گے اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزے کو معمولی سمجھو گے لیکن وہ دین سے اس طرح نکل چکے ہوں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ اگر میں انہیں پا گیا تو قوم عاد کی طرح مار کر ہلاک کردوں گا۔ اور دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ان لوگوں کو جو انہیں قتل کریں گے، یہ معلوم ہو جائے کہ ان کے لیے ان کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کس چیز کا فیصلہ کیا گیا ہے، تو وہ ضرور اسی عمل پر بھروسہ کرلیں گے (اور دوسرے نیک اعمال چھوڑ بیٹھیں گے)۔

اور ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جہنم کے کتے ہیں، آسمان کے سایہ تلے بدترین مقتول ہیں جب کہ بہترین مقتول وہ ہیں جنہیں انہوں نے قتل کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ان خوارج کو انکی کثرت عبادت کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرنے کا حکم دیا ہے اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے ساتھ ملکر انہیں قتل بھی کیا کیونکہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور شریعت اسلام سے بغاوت کرچکے تھے۔ (مناظرة ابن تيمية لدجاجلة البطائحية: ۱ / ۱۲)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ جہاں تک اہل کبائر کس تعلق ہے جو فسق وفجور کا ارتکاب علانیہ کرتے ہیں تو ان پر ضرور کچھ نہ کچھ مسلمان جنازہ کی نماز پڑھیں گے، اور کچھ بااثر لوگ نہیں پڑھیں گے تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خودکشی کرنے والے پر جنازہ نہیں پڑھی تھی، اسی طرح مال غنیمت سے خیانت کرنے والے پر جنازہ نہیں پڑھی تھی، اوراسی طرح سے ایک باراس مقروض پر نہیں پڑھی تھی جس کا قرضہ ادا نہیں کیا گیا تھا، اور جیسا کہ بہت سارے سلف سے مروی ہے کہ وہ اہل بدعت پر جنازہ نہیں پڑھتے تھے، اور ایساوہ سنت کے مطابق کرتے تھے۔ (مجموع الفتاوی: ۲۴/ ۲۸۶)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ دین میں ہر گمراہ کن بدعت کی بنیاد حقیقت میں بلا علم کے اللہ پر کلام کرنا ہے، اسی لئے سلف اور ائمہ دین ان پر سختی کے ساتھ نکیر کرتے تھے، اور انکے فتنوں سے اس قدر سختی کے ساتھ تحذیر کرتے تھے کہ اتنا تحذیر وہ بڑے بڑے گناہوں سے نہیں کرتے تھے، کیونکہ بدعات کا نقصان معاصی کے مقابلے بہت زیادہ ہے، اس سے دین کی بنیادیں ہلتی ہیں بلکہ دین کے یکسر خلاف اور متضاد ہیں۔ اسی لئے اس پر نکیر بھی سخت ہونی چاہئے۔ (مدارج السالکین لابن القیم: ۱/ ۳۷۸)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ برائی کا دوسرا مرتبہ بدعت ہے، یہ ابلیس کے نزدیک فسق وفجور اور دیگر معاصی کے مقابلے کہیں زیادہ محبوب ہے، کیونکہ اسکا نقصان سیدھا دین پر ہوتا ہے، اور اس کا نقصان متعدی بھی ہے اور یہ ایسا گناہ ہے کہ جس سے توبہ کی امید نہیں ہوتی ہے، اور یہ رسولوں کی دعوت کے مخالف ہے، اس سے انسان کفروشرک کی طرف جاتا ہے۔ لیکن جب بندہ

سنت پر قائم ہوتا ہے اور ابلیس عاجز آجاتا ہے تو پھر وہ تیسرے مقام کی طرف آتا ہے اور وہ کبائر کا ارتکاب ہے۔(بدائع الفوائد: ۲/ ۲۶۰)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اہل سنت کے فساق بھی اللہ کے اولیاء میں شامل ہیں جبکہ اہل بدعت کے عابد وزاہد بھی اللہ کے دشمنوں میں شامل ہیں، چنانچہ اہل سنت کے فاسقوں کی قبریں جنت کی کیاری ہوسکتی ہے جب کہ اہل بدعت کے عابد وزاہد کی قبر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہوگا، کیونکہ سنت پر قائم رہنے سے کبائر کا کفارہ ہوجاتا ہے جس طرح سنت کی مخالفت کرنے سے نیکیاں بھی ضائع ہوجاتی ہیں، اور اہل سنت کے پاس گرچہ نیکی کم ہوگی لیکن دنیا عقیدہ انہیں اوپر اٹھا دے گا جبکہ اہل بدعت کی نیکی گرچہ زیادہ ہوگی لیکن انکے غلط عقائد انہیں نیچے کردیں گے۔(اعلام الموقعین لابن القیم: ۳/ ۲۵۵)۔



(۱۰) منہج سلف کا دسواں اصول

اہل شہوات کے خطرے کے مقابلے اہل بدعت اور اہل شبہات کا خطرہ کہیں زیادہ سنگین اور خطرناک ہے۔

اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اہل بدعت پر نکیر زیادہ سنت آئی ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کو قتل کرنے کا حکم دیا اور انہیں دوزخی کتا کہا، اور ان خوارج کو قتل کرے یا جسے خوارج قتل کر دیں اسکے لئے جنت کا وعدہ کیا ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم قدریہ کو اس امت کا مجوس کہا ہے۔

جبکہ دوسری طرف دیکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل شہوات کے حق میں نرمی برتی ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ماعز اسلمی اور غامدیہ عورت پر جنازہ پڑھی اور شراب پینے والے کے بارے میں کہا کہ اسے برا بھلا مت کہو کیونکہ یہ اللہ اور اسکے رسول سے محبت کرتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۶۷۸۰)۔

لیکن ہمارے زمانے میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کی مخالفت کرتے ہیں، چنانچہ یہ اہل بدعت سے دوستی کرتے ہیں، ان سے خوب محبت کرتے ہیں، ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں اور ان کی مدد بھی کرتے ہیں، جب کہ دوسری طرف یہ اہل سنت والجماعہ سے نفرت اور دشمنی کرتے ہیں محض اس بنیاد پر کہ یہ بعض معاصی اور شہوات میں

واقع ہو چکے ہیں۔

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے: (مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَكِنْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا) ترجمہ: اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا (ہم نے سنا اور نہیں مانا) اور اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ (سن اس حال میں کہ تجھے نہ سنایا جائے) اور رَاعِنَا (ہماری رعایت کر) (یہ الفاظ) اپنی زبانوں کو پیچ دیتے ہوئے اور دین میں طعن کرتے ہوئے (کہتے ہیں) اور اگر وہ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (ہم نے سنا اور مانا) اور اِسْمَعْ وَانْظُرْنَا (سن اور ہماری طرف دیکھ) کہتے تو یقیناً ان کے لیے بہتر اور زیادہ درست ہوتا اور لیکن اللہ نے ان پر ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کی، پس وہ ایمان نہیں لاتے مگر بہت کم۔ (النساء: ۴۶)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) ترجمہ: اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، سو اسے ان کے ساتھ پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں، انھیں جلد ہی اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔ (الاعراف: ۱۸۰)۔

اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا تھا: (فَإِذَا لَقِيتَ أُولَئِكَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنِّي بَرِيءٌ

مِنْهُمْ، وَأَنَّهُمْ بُرَآءُ مِنِّي، وَالَّذِي يَحْلِفُ بِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، لَوْ أَنَّ لِأَحَدِهِمْ، مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، فَأَنْفَقَهُ مَا قَبِلَ اللَّهُ مِنْهُ، حَتَّى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ) ترجمہ: تو جب ایسے لوگوں سے ملے تو کہہ دے ان سے میں بیزار ہوں اور وہ مجھ سے۔ اور قسم ہے اللہ جل جلالہ کی کہ ایسے لوگوں میں سے (جن کا ذکر تو نے کیا جو تقدیر کے قائل نہیں) اگر کسی کے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو پھر وہ اس کو خرچ کرے اللہ کی راہ میں تو اللہ قبول نہ کرے گا جب تک تقدیر پر ایمان نہ لائے۔ (صحیح مسلم: ۸)۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا کہ تمام صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور دیگر علمائے سنت کا اس بات پر اتفاق ہیکہ اہل بدعت سے دشمنی اور دنیا بائیکاٹ کیا جائے۔ (شرح السنہ: ۱/ ۲۷۷)۔

اوس بن عبد اللہ ربعی ابو الجوزاء کہتے تھے کہ میرے پڑوس میں خنزیر اور بندر رہیں یہ مجھے بہتر ہے اس سے کہ میرے پڑوس میں نفس پرست اہل بدعت رہیں۔ (شرح اصول اعتقاد اھل السنہ والجماعہ للالکائی: ۱/ ۱۴۷)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ ائمہ دین اور سلف امت کے اقوال کا خلاصہ یہی ہے کہ بدعت کی طرف دعوت دینے والے کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اور نہ ہی اسکے پیچھے نماز پڑھی جائے گی، اور نہ ہی اس سے علم حاصل کیا جائے گا اور نہ ہی ان سے رشتہ کیا جائے گا، یہ سب انکے لئے تعزیری سزا ہے تا کہ وہ اپنی بدعت سے باز آجائیں۔ (مجموع الفتاوی: ۲۸/ ۲۰۵)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اہل بدعت اور نفس پرستوں کا یہی حال ہیکہ کتاب وسنت میں سے جو نص انکی خواہشات کے موافق ہوتی ہے اسے یہ محکم کہتے ہیں اور جو انکی

خواہشات کے خلاف ہوتی ہے اسے یہ متشابہ کہتے ہیں۔(مجموع الفتاوی:٦ / ٦١٢)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ سنت اور اجماع کی روشنی میں اہل بدعت اہل معاصی کے مقابلے کہیں زیادہ سنگین اور برے ہیں، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جبکہ ظالم حکام سے قتال کرنے سے منع کیا ہے، ایک کثرت سے شراب پینے والے کے بارے میں فرمایا کہ اس پر لعن طعن مت کرو کیونکہ وہ اللہ اور اسکے رسول سے محبت کرتا ہے۔جبکہ ذوالخویصرہ خارجی کے بارے میں کہا اسے چھوڑ دو، اس کے کچھ (قبیلہ والے) ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ تم ان کی نماز کے مقابلہ میں اپنی نماز کو معمولی سمجھو گے اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزے کو معمولی سمجھو گے لیکن وہ دین سے اس طرح نکل چکے ہوں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔اگر میں انہیں پا گیا تو قوم عاد کی طرح مار کر ہلاک کردوں گا۔اور انہیں جہاں بھی پاؤ قتل کردو کیونکہ انکے قتل کرنے میں قیامت کے روز اجر ملے گا۔

اس قاعدے کو میں نے بہت سارے دلائل کی روشنی میں ثابت کردیا ہے، پھر یہ کہ اہل معاصی کا گناہ کسی ایسی چیز کا ارتکاب ہوتا ہے جس سے منع کیا گیا ہو جیسے چوری، زنا اور شراب نوشی وغیرہ، جبکہ اہل بدعت کا گناہ کسی حکم کردہ واجب کو ترک کرنے سے ہوتا ہے جیسے کہ سنت کی پیروی کرنا اور مسلمانوں کی جماعت سے ملکر رہنا۔(مجموع الفتاوی:٢٠ / ١٠٣)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اہل سنت کے ائمہ امت کے بہتر لوگ ہیں جبکہ اہل بدعت کے ائمہ اس امت کے برے لوگ ہیں، امت پر انکا نقصان اہل معاصی سے کہیں زیادہ ہے، اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جبکہ ظالم

حکام سے قتال کرنے سے منع کیا ہے۔(مجموع فتاوی:۷/ ۲۸۴)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ بدعت اختلاف اور تفرقہ سے جڑی ہوئی ہے جس طرح کہ سنت جماعت سے جڑی ہوتی ہے اسی لئے اہل سنت والجماعہ کہا جاتا ہے جبکہ اہل بدعت والفرقہ کہا جاتا ہے۔(الاستقامہ:۱/ ۴۲)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ یہ معلوم ہیکہ وہ اہل معاصی جنہیں اپنے گناہوں کا اعتراف ہوتا ہے وہ مسلمانوں کیلئے ان اہل بدعت سے کم نقصان دہ ہیں جو بدعت کا ایجاد کرتے ہیں اور پھر اسکی مخالفت کرنے والوں کے جان ومال کو حلال سمجھتے ہیں۔(منہاج السنہ:۵/ ۱۵۴)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ جہاں تک اہل بدعت کا تعلق ہے جو کتاب وسنت کی مخالفت کرتے ہیں تو انہیں ایکسپوز کرنا اور امت کو ان سے آگاہ کرنا واجب ہے، یہاں تک کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی روزہ نماز قائم کرتا ہے اور اعتکاف کرتا ہے وہ آپ کے نزدیک بہتر ہے یا وہ شخص جو اہل بدعت اور اہل ضلالت پر رد کرتا ہے؟ تو آپ نے کہا کہ جو روزہ نماز قائم کرتا ہے اور اعتکاف کرتا ہے وہ صرف اپنے لئے کرتا ہے جبکہ جو شخص اہل بدعت پر رد کرتا ہے وہ مسلمانوں کے حق میں کرتا ہے اور یہ اس سے افضل ہے۔

چنانچہ آپ نے واضح کردیا کہ یہ عام مسلمانوں کے دینی فائدے کیلئے کرتا ہے جو کہ جہاد فی سبیل اللہ میں شمار ہوتا ہے؛ کیونکہ اللہ کے دین، اسکے طریقے، منہج اور شریعت کو پاک رکھنا اور ظالموں کے ظلم اور زیادتی کو روکنا مسلمانوں پر بالاتفاق فرض کفایہ ہے۔اگر اللہ تعالی ویسے لوگوں

کو اپنے دین کے دفاع میں کھڑا نہ کرے تو دین فساد اور بگاڑ کا شکار ہو جائے گا، کیونکہ اہل بدعت اور اہل ضلالت کا فساد ملک پر قابض دشمنوں کے فساد سے زیادہ عظیم اور سنگین ہے، اسلئے کہ یہ جب ملک پر قبضہ کرتے ہیں تو دلوں کو نہیں بگاڑتے اور نہ ہی دین کو اس قدر بگاڑتے ہیں جس قدر یہ اہل بدعت اور اہل ضلالت دلوں کو اور دین کو بگاڑتے ہیں ۔(مجموع الفتاوی:۲۸/ ۲۳۱)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ماہرین قلوب نے اہل بدعت سے دور رہنے کی وصیت کی ہے اور یہ کہ ان سے سلام تک نہ کیا جائے، اور نہ ہی ان کے سامنے مسکرایا جائے، بلکہ ان کے ساتھ اعراض اور سختی ہونی چاہئے ۔(اغاثۃ اللہفان:۱/ ۲۰۹)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ آپ کسی بدعتی کو نہیں پائیں گے مگر یہ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیب جوئی کرتا ہوگا، گرچہ وہ اپنی اس بدعت کے ذریعے تعظیم سمجھے، کیونکہ اسکا گمان ہوتا ہے کہ وہ بدعت سنت سے بہتر ہے بلکہ اسی کو وہ سنت سمجھتا ہے اگر وہ جاہل مقلد ہو، اور اگر وہ یہ جانتا ہو کہ جو وہ کر رہا ہے وہ بدعت ہے تو پھر وہ اللہ اور اسکے رسول سے جنگ کر رہا ہوتا ہے ۔
(اغاثۃ اللہفان:۱/ ۶۲)۔



(۱۱) منہج سلف کا گیارہواں اصول

مرتکب کبیرہ کافر نہیں ہے اور نہ ہی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے حلال سمجھ لے، اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے، اگر وہ چاہے گا تو عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو معاف کر دے گا۔

ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا) ترجمہ: بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو اللہ کا شریک بنائے تو یقینا اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔ (النساء: ۴۸)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر مقتولوں میں بدلہ لینا لکھ دیا گیا ہے، آزاد (قاتل) کے بدلے وہی آزاد (قاتل) اور غلام (قاتل) کے بدلے وہی غلام (قاتل) اور (قاتلہ) عورت کے بدلے وہی (قاتلہ) عورت (قتل) ہوگی، پھر جسے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ بھی معاف کر دیا جائے تو معروف طریقے سے پیچھا کرنا اور

اچھے طریقے سے اس کے پاس پہنچا دینا (لازم) ہے۔ یہ تمھارے رب کی طرف سے ایک قسم کی آسانی اور ایک مہربانی ہے، پھر جو اس کے بعد زیادتی کرے تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔(البقرہ:۱۷۸)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ) ترجمہ: اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔(الحجرات:۹)۔

اور حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ، يَقُولُ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي مَجْلِسٍ:" تُبَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا، وَلَا تَسْرِقُوا، وَلَا تَزْنُوا، وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ، وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ، وَلَا تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ، فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ، فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ، وَمَنْ أَصَابَ

مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَسَتَرَهُ اللَّهُ، فَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ، إِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ، وَإِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ"، فَبَايَعْنَاهُ عَلَى ذَلِكَ.

ترجمہ: سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم مجلس میں موجود تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھ سے بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے، چوری نہیں کرو گے، زنا نہیں کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے اور اپنی طرف سے گھڑ کر کسی پر بہتان نہیں لگاؤ گے اور نیک کام میں نافرمانی نہیں کرو گے۔ پس جو کوئی تم میں سے اس وعدے کو پورا کرے اس کا ثواب اللہ کے یہاں اسے ملے گا اور جو کوئی ان کاموں میں سے کسی برے کام کو کرے گا اس کی سزا اسے دنیا میں ہی مل جائے گی تو یہ اس کے لیے کفارہ ہوگا اور جو کوئی ان میں سے کسی برائی کا کام کرے گا اور اللہ اسے چھپا لے گا تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے۔ چاہے تو اس کی سزا دے اور چاہے اسے معاف کر دے۔" چنانچہ ہم نے اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ بیعت اقرار کو کہتے ہیں جو خلیفہ اسلام کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کیا جائے یا پھر کسی نیک صالح انسان کے ہاتھ پر ہو۔ (صحیح بخاری: ۷۲۱۳)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عن أَنَس بْنُ مَالِكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: " قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ فِيكَ وَلَا أُبَالِي، يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ وَلَا أُبَالِي، يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِي

بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً".

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "اللہ کہتا ہے: اے آدم کے بیٹے! جب تک تو مجھ سے دعائیں کرتا رہے گا اور مجھ سے اپنی امیدیں اور توقعات وابستہ رکھے گا میں تجھے بخشتا رہوں گا، چاہے تیرے گناہ کسی بھی درجے پر پہنچے ہوئے ہوں، مجھے کسی بات کی پرواہ و ڈر نہیں ہے، اے آدم کے بیٹے! اگر تیرے گناہ آسمان کو چھونے لگیں پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرنے لگے تو میں تجھے بخش دوں گا اور مجھے کسی بات کی پرواہ نہ ہو گی۔ اے آدم کے بیٹے! اگر تو زمین برابر بھی گناہ کر بیٹھے اور پھر مجھ سے (مغفرت طلب کرنے کے لیے) ملے لیکن میرے ساتھ کسی طرح کا شرک نہ کیا ہو تو میں تیرے پاس اس کے برابر مغفرت لے کر آؤں گا (اور تجھے بخش دوں گا)"۔

اس حدیث سے مشرک کی بے انتہا خطرناکی اور توبہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۵۴۰)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ سلف امت اور رائمہ دین اور تمام اہل سنت والجماعہ کا اتفاق ہیکہ اہل کبائر کیلئے شفاعت ثابت ہے، اور یہ کہ اسے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد دوزخ سے نکالا جائے گا یہاں تک کہ آگے بھی نکالا جائے گا جس کے دل میں رائی کھ برابر بھی ایمان ہوگا۔ (مجموع الفتاوی: ۱/۱۱۶)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ ان تمام امور پر ایمان لانا واجب ہیکہ جنہیں لیکر

محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہیں، پھر اس کے بعد اگر کوئی اہل کبائر میں سے ہے تو اسکا معاملہ اللہ پر ہے، اگر وہ چاہے گا تو عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو معاف کر دے گا، ہاں اگر کوئی مرتد ہو کر اسی حال میں مر جائے تو پھر وہ مخلد فی النار ہوگا، اور یہ کہ توبہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے، جس طرح نیکیوں کو ارتداد ختم کر دیتا ہے، اور جس کے پاس نیکیاں اور گناہ دونوں ہوں تو اللہ اس پر ظلم نہیں کرے گا بلکہ ذرے ذرے کا حساب لے گا، اگر کوئی ذرہ برابر بھی نیکی کیا ہے تو اسکا ثواب اسے ملے گا اور اگر کوئی ذرہ برابر برائی کیا ہے تو اسکی بدی بھی وہ دیکھے گا، ہاں اللہ تعالی اپنے گنہگار بندوں پر احسان کرتے ہوئے انہیں معاف بھی کر دیتا ہے۔

چنانچہ جو بھی ایمان پر فوت ہوتا ہے وہ مخلد فی النار نہیں ہوگا، بلکہ وہ ضرور جنت میں جائے گا، کیونکہ اگر کوئی اپنے گناہ کی وجہ سے دوزخ میں سزا بھگتنے گیا بھی تو اسکے ایمان کی وجہ سے اسے کبھی نہ کبھی ضرور نکالا جائے گا جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اسے دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ (مجموع الفتاوی: ۸/ ۲۷۱)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اہل سنت والجماعہ کا اتفاق ہیکہ اہل کبائر کیلئے شفاعت ہے اور یہ کہ اہل توحید میں کوئی بھی مخلد فی النار نہیں ہوگا، جب کہ خوارج اور معتزلہ نے اہل کبائر کیلئے شفاعت کا انکار کیا ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۱/ ۱۰۸)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ جس طرح اہل کبائر کے تعلق سے تواتر کے ساتھ یہ مروی ہیکہ وہ دوزخ میں جائیں گے اسی طرح تواتر کے ساتھ یہ بھی مروی ہیکہ انہیں دوزخ سے نکالا جائے گا، اور یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں شفاعت کریں گے، اور آپ صلی اللہ

علیہ وسلم اور دوسروں کی شفاعت سے انہیں دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔(الفرقان بین اولیاء الرحمن واولیاء الشیطان :۱/ ۱۳۱)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ دوزخ سے ہر اس شخص کو نکال لیا جائے گا جس کے دل میں کچھ بھی ایمان ہوگا، اور یہ کہ اہل کبائر مومنوں کیلئے شفاعت ثابت ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بہت سارے امتی کو دوزخ سے نکالا جائے گا، پھر انہیں نہر حیات میں ڈال دیا جائے گا، پھر وہاں سے نکل کر جنت میں ڈال دیا جائے گا۔(اجتماع الجیوش الاسلامیہ: ۲/ ۱۵۳)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ خوارج نے ان تمام حدیثوں کا انکار کر دیا ہے جو اہل کبائر کیلئے شفاعت اور دوزخ سے ان کے نکالنے پر دلالت کرتی ہیں، اسلئے کہ انہوں نے ظاہر قرآن سے غلط معنی سمجھ لیا ہے۔(الطرق الحکمیہ :۱/ ٦٦)۔

اسی طرح علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ شرک سے کم تر گناہ کبیرہ بڑی بڑی نیکیوں سے معاف ہو جاتے ہیں جس طرح کہ حاطب بلتعہ رضی اللہ عنہ کی جاسوسی کا گناہ بدر میں شرکت کی وجہ سے معاف ہوگیا۔(زاد المعاد: ۳/ ۴۲۳)۔



(۱۲) منہج سلف کا بارہواں اصول

ایمان قول وعمل اور نیت کو کہتے ہیں، جو اطاعت سے بڑھتا اور معصیت سے گھٹتا ہے، عمل بھی ایمان سے ہے، اور یہ کہنا کہ عمل ایمان کیلئے شرط صحت یا شرط کمال ہے سلف کا قول نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے: (وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي) ترجمہ: اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ فرمایا اور کیا تم نے یقین نہیں کیا؟ کہا کیوں نہیں اور لیکن اس لیے کہ میرا دل پوری تسلی حاصل کر لے۔ (البقرہ:۲۶۰)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ) ترجمہ: وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں سکینت نازل فرمائی، تا کہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ایمان میں زیادہ ہو جائیں۔ (الفتح:۴)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ) ترجمہ: اور وہ لوگ جنھوں نے ہدایت قبول کی اس نے انھیں ہدایت میں بڑھا دیا اور انھیں ان کا تقویٰ عطا کر دیا۔ (محمد:۱۷)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ أَيُّكُمْ

زَادَتْهُ هَذِهِ إِيمَانًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ[124] وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ) ترجمہ: اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اس نے تم میں سے کس کو ایمان میں زیادہ کیا؟ پس جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو تو اس نے ایمان میں زیادہ کر دیا اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ [124] اور رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں کوئی بیماری ہے تو اس نے ان کو ان کی گندگی کے ساتھ اور گندگی میں زیادہ کر دیا اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ کافر تھے۔(التوبہ:۱۲۵)۔

اور حدیث کے اندر وارد ہوا ہیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ایمان کا کون سا کڑا زیادہ مضبوط ہے؟ تو عرض کیا کہ اللہ اور اسکے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی خاطر دوستی اور دشمنی کرنا، اسی طرح اللہ کی خاطر محبت اور نفرت کرنا۔(المعجم الکبیر للطبرانی:۱۱۵۳۷)۔

اسی طرح حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عن ابی سعید قال سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: " مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ".

ترجمہ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص تم میں سے کسی منکر (خلاف شرع) کام کو دیکھے تو اس کو مٹا

دے اپنے ہاتھ سے، اگر اتنی طاقت نہ ہوتو زبان سے، اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہوتو دل ہی سے ہی (دل میں اس کو برا جانے اور اس سے بیزار رہو) یہ سب سے کم درجہ کا ایمان ہے۔" (صحیح مسلم: ۴۹)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ:" كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ فِتْيَانٌ حَزَاوِرَةٌ، فَتَعَلَّمْنَا الْإِيمَانَ قَبْلَ أَنْ نَتَعَلَّمَ الْقُرْآنَ، ثُمَّ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ فَازْدَدْنَا بِهِ إِيمَانًا".

ترجمہ: سیدنا جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اور ہم طاقتور نوجوان تھے، ہم نے قرآن سیکھنے سے پہلے ایمان کو سیکھا، پھر ہم نے قرآن سیکھا، تو اس سے ہمارا ایمان اور زیادہ (بڑھ) ہوگیا۔ (سنن ابن ماجہ: ۶۱)۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقا ذکر کیا ہے: (وَقَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: أَدْرَكْتُ ثَلَاثِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَخَافُ النِّفَاقَ عَلَى نَفْسِهِ، مَا مِنْهُمْ أَحَدٌ يَقُولُ إِنَّهُ عَلَى إِيمَانِ جِبْرِيلَ، وَمِيكَائِيلَ) ترجمہ: اور ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس صحابہ سے ملا، ان میں سے ہر ایک کو اپنے اوپر نفاق کا ڈر لگا ہوا تھا، ان میں کوئی یوں نہیں کہتا تھا کہ میرا ایمان جبرائیل ومیکائیل کے ایمان جیسا ہے۔ (صحیح بخاری: ۴۸)۔

اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی دعاء میں کہتے تھے: (اللھم زدنا إيمانا ويقينا

وفقها) ترجمہ: اے اللہ! میرے ایمان ویقین اور دین کی سمجھ میں اضافہ کردے۔ (کتاب السنہ لعبداللہ بن احمد: ۷۹۷)۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ آؤ بیٹھیں کچھ دیر ایمان لاتے ہیں۔ یعنی دین کی بات کرکے ایمان میں اضافہ کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری: ۸ تعلیقا)۔

اور سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: (ثَلَاثٌ مَنْ جَمَعَهُنَّ، فَقَدْ جَمَعَ الْإِيمَانَ الْإِنْصَافُ مِنْ نَفْسِكَ، وَبَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ وَالْإِنْفَاقُ مِنَ الْإِقْتَارِ) ترجمہ: جس نے تین چیزوں کو جمع کرلیا اس نے سارا ایمان حاصل کرلیا۔ اپنے نفس سے انصاف کرنا، سلام کو عالم میں پھیلانا اور تنگ دستی کے باوجود اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔ (صحیح بخاری تعلیقا: ۲۸)۔

اور خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے عدی بن عدی کو لکھا تھا: (إِنَّ لِلْإِيمَانِ فَرَائِضَ وَشَرَائِعَ وَحُدُودًا وَسُنَنًا، فَمَنِ اسْتَكْمَلَهَا اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَكْمِلْهَا لَمْ يَسْتَكْمِلِ الْإِيمَانَ، فَإِنْ أَعِشْ فَسَأُبَيِّنُهَا لَكُمْ حَتَّى تَعْمَلُوا بِهَا، وَإِنْ أَمُتْ فَمَا أَنَا عَلَى صُحْبَتِكُمْ بِحَرِيصٍ) ترجمہ: ایمان کے اندر کتنے ہی فرائض اور عقائد ہیں۔ اور حدود ہیں اور مستحب ومسنون باتیں ہیں جو سب ایمان میں داخل ہیں۔ پس جو ان سب کو پورا کرے اس نے اپنا ایمان پورا کرلیا اور جو پورے طور پر ان کا لحاظ رکھے نہ ان کو پورا کرے اس نے اپنا ایمان پورا نہیں کیا۔ پس اگر میں زندہ رہا تو ان سب کی تفصیلی معلومات تم کو بتلاؤں گا تاکہ تم ان پر عمل کرو اور اگر میں مرہی گیا تو مجھ کو تمہاری صحبت میں زندہ رہنے کی خواہش

بھی نہیں ۔(صحیح بخاری تعلیقا:۸)۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے مختلف شہروں میں ایک ہزار سے زائد علماء سے ملاقات کی ہے، مگر کسی سے نہیں سنا کہ اس کا اس مسئلے میں اختلاف ہو کہ ایمان قول وعمل کو کہتے ہیں اور یہ کہ اس میں کمی بیشی ہوتی ہے ۔(شرح اعتقاد اھل السنہ والجماعہ للالکائی: ۱۲۸۲)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل سنت والجماعہ کے اصول میں سے یہ بھی ہیکہ دین اور ایمان کہتے ہیں قول وعمل کو، یعنی قلب وزبان کا قول اور قلب ولسان اور جوارح کا عمل، اور یہ کہ ایمان طاعت سے بڑھتا اور معصیت سے گھٹتا ہے ۔(مجموع الفتاوی: ۳/ ۱۵۱)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ ایمان طاعت سے بڑھتا اور معصیت سے گھٹتا ہے، چنانچہ بندہ جب بھی اللہ کی محبت اور اسکے خوف میں طاعت کو انجام دیتا ہے اور معصیت کو ترک کرتا ہے تو اسکی محبت اور خوف میں مضبوطی آتی ہے جس کی وجہ سے اگر دل میں کسی دوسرے کی محبت اور خوف ہوتا ہے تو وہ ختم ہو جاتا ہے، یہی معاملہ بدن کے امراض کا ہے کہ صحت کا علاج بالمثل ہوتا ہے، اور بیماری بالضد سے جاتی ہے، چنانچہ اسی طرح دل میں ایمان کی صحت بھی بالمثل علاج سے محفوظ رہتی ہے، جو علم نافع اور عمل صالح سے ہوتا ہے اور یہی اسکی غذا ہے ۔ (مجموع الفتاوی: ۱۰/ ۱۳۶)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ بلاشبہ مومنین دنیا کے اندر اپنے رب کو پہچانتے ہیں، اور عرفان رب میں انکے درجات متفاوت ہوتے ہیں، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بارے میں ہم سے زیادہ جانتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے فرمایا ہے: (تیری ثناء اس

قدر ہے کہ میں اسے شمار نہیں کرسکتا، تو اسی طرح ہے جس طرح تو نے اپنی حمد وثنا کی ہے)۔ اور اس معرفت الہی کا تعلق ایمان کی کمی بیشی سے بہت گہرا ہے۔

چنانچہ سلف امت اور ائمہ دین کا یہی مذہب ہیکہ دلوں میں ایمان متفاضل ہوتے ہیں، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دوزخ سے ہر اس شخص کو نکال دو جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو۔ (مجموع الفتاوی: ۹ / ۴۷۹)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ ایمان کہتے ہیں زبان کے اقرار اور دل کے اخلاص اور اعضاء وجوارح کے عمل کو، جو کہ طاعت سے بڑھتا اور معصیت سے گھٹتا ہے اور یہ کمی کمال ایمان میں ہوتی ہے نہ کہ بالکلیہ ختم ہو جاتا ہے، اور یہ کہ کوئی قول بلا عمل نہیں ہے اور کوئی عمل بلا نیت نہیں ہے، اور کوئی قول وعمل اور نیت بغیر سنت کی موافقت کے نہیں ہے، اور یہ کہ گناہ کی وجہ سے کسی مومن کی تکفیر نہیں کی جائے گی، گرچہ وہ گناہ کبیرہ ہی ہو، اور یہ کہ ایمان کو شرک باللہ ہی ختم کرسکتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ) ترجمہ: اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہاری طرف اور ان (پیغمبروں) کی طرف جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں یہی وحی بھیجی گئی ہے۔ کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم زیاں کاروں میں ہو جاؤ گے۔ (الزمر: ۶۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْمًا عَظِيمًا) ترجمہ: بے شک اللہ اس بات کو

نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو اللہ کا شریک بنائے تو یقینا اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔ (النساء: ۴۸)۔ (اجتماع الجیوش الاسلامیہ: ۲ / ۱۵۲)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ تمام اہل سنت والجماعہ کے نزدیک ایمان طاعت سے بڑھتا اور معصیت سے گھٹتا ہے، جیسا کہ امام شافعی اور دیگر صحابہ وتابعین اور بعد کے ائمہ دین سے ثابت ہے، اور معاصی کے ذریعے ایمان کا گھٹنا ایک بدیہی امر ہے جیسا کہ حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِي قَلْبِهِ، فَإِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ، صُقِلَ قَلْبُهُ، فَإِنْ زَادَ زَادَتْ، فَذَلِكَ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَهُ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ سورة المطففين آية ۱۴".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب مومن کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ (داغ) لگ جاتا ہے، اگر وہ توبہ کرے، باز آ جائے اور مغفرت طلب کرے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے، اور اگر وہ (گناہ میں) بڑھتا چلا جائے تو پھر وہ دھبہ بھی بڑھتا جاتا ہے، یہ وہی زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے: "كلا بل ران على قلوبهم ما كانوا يكسبون" "ہرگز نہیں بلکہ ان کے برے اعمال نے ان کے دلوں پر زنگ پکڑ لیا ہے جو وہ کرتے ہیں" (سورہ المطففین: ۱۴)"۔ (سنن

ابن ماجہ: ۴۲۴۴)۔(مدارج السالکین لابن القیم: ۲/ ۲۷)۔

شیخ محمد بن عبد الوھاب رحمہ اللہ نے کہا کہ جہاں تک دل میں ایمان اور عمل کا تعلق ہے تو اس میں کمی بیشی کا ہونا ایک امر بدیہی ہے، سلف ایسے انسان پر خوف کھاتے تھے جو کمزور ایمان والا یعنی منافق ہوتا تھا یا ایمان جس کے پاس بالکل نہیں ہوتا۔(فتاوی ومسائل: ۱/ ۵۱)۔

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا عمل ایمان میں شرط صحت ہے یا شرط کمال؟ تو آپ نے جواب میں کہا کہ اہل سنت والجماعہ کے یہاں بلا شبہ عمل ایمان میں داخل ہے، اور اسی لئے وہ ایمان کی تعریف میں کہتے ہیں کہ زبان سے اقرار، دل میں اعتقاد اور اعضاء وجوارح دے عمل ہو، جو طاعت سے بڑھتا اور معصیت سے گھٹتا ہے۔اب اگر عمل شرط ہوتا تو وہ ایمان کی تعریف سے خارج ہوتا، کیونکہ شرط مشروط سے خارج ہوتا ہے، اسلئے اسے ایمان کا شرط نہیں کہا جائے گا، بلکہ کہا جائے گا کہ عمل ایمان میں داخل ہے، یہی اہل سنت والجماعہ کا مذہب ہے۔(شیخ کا معروف سائٹ)۔

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ نے بھی اسکا جواب دیتے ہوئے کہا کہ جہاں تک لوگوں کا جنس عمل، نوعیت عمل اور آحاد عمل جیسی اصطلاح کا استعمال کرنے کا تعلق ہے تو یہ صرف بکواس ہے ان میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔(الاجوبہ علی الاسئلۃ القطریہ نامی کیسٹ)۔



(۱۳) منہج سلف کا تیرہواں اصول

یہ دوستی ودشمنی اور محبت ونفرت صرف اللہ کی خاطر کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ) ترجمہ:تمھارے دوست تو صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے، وہ جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ جھکنے والے ہیں۔(المائدہ:۵۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) ترجمہ: جو لوگ خدا پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے۔خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں۔یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدا نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کردیا ہے اور فیض غیبی سے ان کی مدد کی ہے۔اور وہ ان کو بہشتوں میں جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا ہمیشہ ان میں

رہیں گے۔ خدا ان سے خوش اور وہ خدا سے خوش۔ یہی گروہ خدا کا لشکر ہے۔ (اور) سن رکھو کہ خدا ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے۔ (المجادلہ: ۲۲)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے :(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا تو یقینا وہ ان میں سے ہے، بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (المائدہ: ۵۱)۔

حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ، أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ ".

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:” تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں یہ پیدا ہو جائیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پالیا۔ اول یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بن جائیں، دوسرے یہ کہ وہ کسی انسان سے محض اللہ کی رضا کے لیے محبت رکھے۔ تیسرے یہ کہ وہ کفر میں واپس لوٹنے کو ایسا برا جانے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے“ ۔ (صحیح بخاری: ۱۶)۔

اور حدیث کے اندر وارد ہوا ہیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ایمان کا کون سا کڑا زیادہ مضبوط ہے؟ تو عرض کیا کہ اللہ اور اسکے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی خاطر دوستی اور دشمنی کرنا، اسی طرح اللہ کی خاطر محبت اور نفرت کرنا۔(المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۵۳۷)۔

ارشاد باری تعالی ہے:(لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ) ترجمہ: ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں مگر یہ کہ تم ان سے بچو، کسی طرح بچنا اور اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔(آل عمران: ۲۸)۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا: یہاں اللہ تعالیٰ ترک موالات کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ مسلمانوں کو کفار سے دوستی اور محض محبت کرنا مناسب نہیں بلکہ انہیں آپس میں ایمان داروں سے میل ملاپ اور محبت رکھنی چاہیئے، پھر انہیں حکم سناتا ہے کہ جو ایسا کرے گا اس سے اللہ بالکل بیزار ہو جائے گا، جیسے اور جگہ ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ) ترجمہ: یعنی مسلمانوں میرے اور اپنے دشمنوں سے دوستی نہ کیا کرو۔(الممتحنہ: ۶۰)۔

اسی طرح سورہ نساء میں فرمایا:(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ

أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کے لیے اپنے خلاف ایک واضح حجت بنالو۔(النساء: ۱۴۴)۔اور دوسری جگہ فرمایا:(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ) ترجمہ: مومنو یہ یہود و نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں تم میں سے جو بھی ان سے دوستی کرے گا وہ انہی میں سے ہے۔(المائدہ:۵۵)۔(تفسیر ابن کثیر:۲/ ۳۰)۔

ابن عقیل حنبلی رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کا زمانے میں کیا معیار ہے تو آپ مسجدوں کے دروازے پر انکی بھیڑ کو نہ دیکھیں اور نہ ہی میدان عرفات میں لبیک کہتے ہوئے دیکھیں، بلکہ یہ دیکھیں کہ اعدائے شریعت سے دوستی کون نہیں کرتا ہے۔(الآداب الشرعیہ: ۱/ ۲۵۵)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ ہر مسلمان پر واجب ہیکہ اسکی محبت و نفرت اور اس کی دوستی اور دشمنی سب اللہ اور اسکے رسول کے فرامین کے تابع ہو، چنانچہ وہ اسی سے محبت کرے جس سے اللہ اور اسکے رسول محبت کرتے ہوں، اور اسی سے نفرت کرے جس سے اللہ اور اسکے رسول نفرت کرتے ہیں، اور دوستی اور دشمنی اسی سے کرے جس سے اللہ اور اسکے رسول دوستی اور دشمنی کرتے ہیں، اور اگر کوئی ایسا ہو کہ جس کے اندر پائی جانے والی نیکیوں اور برائیوں کی وجہ سے دوستی اور دشمنی دونوں کی جا سکے تو ایسی صورت میں اسی حساب سے اسکے ساتھ برتاؤ کیا جائے گا،

جیسے کہ فاسق اور فاجر مسلمانوں کا معاملہ ہے جو ثواب اور عقاب دونوں کے مستحق ہیں، چنانچہ ان کی اچھائیوں کی وجہ سے اسی مقدار میں ان سے دوستی اور محبت بھی کی جائے گی اور برائیوں کی وجہ سے اسی مقدار میں ان سے دشمنی اور نفرت بھی کی جائے گی؛ کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: (فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ [7] وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ) ترجمہ: تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ [7] اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ (الزلزال: ۸)۔ (مجموع الفتاوی: ۳۵ / ۹۴)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ ایک ہی شخص کے اندر دو مختلف وجوہات سے اللہ کی دوستی اور دشمنی دونوں پائی جاسکتی ہے، چنانچہ وہ عند اللہ ایک ساتھ محبوب اور مبغوض دونوں ہوسکتا ہے، بلکہ اسکے اندر ایمان اور نفاق، ایمان اور کفر دونوں جمع ہوسکتے ہیں، اور دونوں میں سے کسی ایک کی طرف زیادہ قریب ہوکر اسی کا مستحق ہو جائے گا۔ (مدارج السالکین: ۱ / ۲۹۲)۔

شیخ سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوھاب رحمہ اللہ نے کہا کہ کیا دین پورا ہوسکتا ہے یا علم جہاد یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا علم بلند ہوسکتا ہے بغیر اللہ کی خاطر دوستی اور دشمنی کے؟! اگر لوگ ایک ہی طریقے پر قائم ہوجائیں اور سب محبت کرنے لگیں کوئی دوستی اور دشمنی نہ پائی جائے تو پھر حق اور باطل میں کوئی فرق ہی نہیں رہ جائے گا، اسی طرح مومن اور کافر میں اور اللہ کے ولی اور شیطان کے دوست میں کوئی تمیز نہیں رہ جائے گی۔ (اوثق عری الایمان نامی رسالہ، ص ۳۸)۔

ولاء و براء کے اعتبار سے شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ نے لوگوں کی تین قسمیں بتلائی ہیں:

پہلی قسم:

ایک وہ لوگ ہیں جن سے خالص محبت کی جائے گی جس میں کوئی دشمنی نہیں ہوگی، اور یہ اللہ کے خالص مخلص مومن بندے ہیں، جیسے کہ انبیاء وصدیقین، شہداء وصالحین، اس میں سب سے اوپر ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا دنیا کی تمام چیزوں سے بڑھ کر واجب ہے، پھر اسکے بعد آپ کی پاک بیویوں سے جو کہ امہات المومنین ہیں، اور آپ کے پاک گھرانے والوں سے، اور آپ کے نیک ساتھیوں یعنی صحابہ کرام سے، پھر تابعین اور قرون مفضلہ کے نیک لوگوں سے، اور اس امت کے سلف صالحین اور ائمہ دین سے، ارشاد باری تعالی ہے: (وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ) ترجمہ: اور (ان کے لئے بھی) جو ان (مہاجرین) کے بعد آئے (اور) دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (وحسد) نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے پروردگار تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ (الحشر: ۱۰)۔

اور صحابہ کرام اور اس امت کے سلف سے وہ شخص کبھی بھی دشمنی نہیں کرسکتا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا، گمراہ اور نفاق کے بندے نیز اعدائے اسلام ہی امت کی ان عظیم ہستیوں سے دشمنی رکھتے ہیں، جیسے کہ روافض اور خوارج، نسال اللہ العافیہ والسلامۃ۔

دوسری قسم:

وہ لوگ جن سے پورے طور پر دشمنی اور نفرت کی جاتی ہے، جس میں کوئی محبت اور دوستی

نہیں ہوتی ہے، اور یہ کفار ومشرکین، منافقین، مرتدین اور ملحدین ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ) ترجمہ: جولوگ خدا پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے۔خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں۔(المجادلہ: ۲۲)۔

اسی طرح اللہ تعالی نے بنی اسرائیل پر لعن طعن کرتے ہوئے کہا:(تَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ[80] وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَاسِقُونَ) ترجمہ: تم ان میں سے بہتوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں انہوں نے جو کچھ اپنے واسطے آگے بھیجا ہے برا ہے (وہ یہ) کہ خدا ان سے ناخوش ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں (مبتلا) رہیں گے [80] اور اگر وہ خدا پر اور پیغمبر پر اور جو کتاب ان پر نازل ہوئی تھی اس پر یقین رکھتے تو ان لوگوں کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں اکثر بدکردار ہیں۔(المائدہ:۸۱)۔

تیسری قسم:

وہ لوگ جن سے ایک وجہ سے محبت کی جائے گی اور ایک وجہ سے نفرت، اس طرح ان کے اندر محبت اور نفرت دونوں جمع ہو جائے گی، اور یہ گنہگار مومن ہیں، کہ ان کے ایمان کی وجہ

سے ان سے محبت کی جائے گی اور انکے معاصی کی وجہ سے ان سے نفرت کی جائے گی، اور یہاں معاصی سے مراد وہ گناہ ہیں جو کفر وشرک سے کمتر ہوں، ان کی محبت اس بات کا متقاضی ہیکہ انہیں نصیحت کی جائے اور ان پر نکیر کی جائے چنانچہ انکے معاصی پر خاموش نہ رہا جائے، بلکہ نکیر کی جائے اور انہیں بھلائی کا حکم دیا جائے اور برائی سے روکا جائے، ان پر حدود اور دیگر تعزیرات نافذ کئے جائیں، تاکہ یہ معاصی کے ارتکاب سے باز آجائیں، اور گناہوں سے توبہ کرلیں، سو ان سے پورے طور نہ تو دشمنی کی جائے گی اور نہ ہی ان سے براءت کا اظہار کیا جائے گا جیسا کہ مرتکب کبیرہ کے بارے میں خوارج کا عقیدہ ہے، اور نہ ہی ان سے پورے طور پر دوستی اور محبت کی جائے گی جیسا کہ مرجئہ کا عقیدہ ہے، بلکہ انکے تعلق سے اعتدال کا رویہ اپنایا جائے گا جیسا کہ تفصیل سے بتایا گیا، اور یہی اہل سنت والجماعہ کا مذہب ہے۔ (الارشاد الی صحیح الاعتقاد: ۱/ ۳۱۷)۔



(۱۴) منہج سلف کا چودھواں اصول

علم شرعی کو اہل بدعت، اہل ضلالت اور نفس پرستوں کی کتابوں اور انکی تقریروں اور مواعظ ونصائح سے حاصل نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی انکی کتابوں کا نشر کرنا جائز ہے اور اسی طرح انکی کتابوں اور اقوال کا حوالہ دینا بھی جائز نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:(قُلْ أَرَأَيْتُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ لَكُم مِّن رِّزْقٍ فَجَعَلْتُم مِّنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا قُلْ آللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ) ترجمہ: کہو کہ بھلا دیکھو تو اللہ نے تمھارے لئے جو رزق نازل فرمایا تو تم نے اس میں سے (بعض کو) حرام ٹھہرایا اور (بعض کو) حلال (ان سے) پوچھو کیا خدا نے تم کو اس کا حکم دیا ہے یا تم اللہ پر افتراء کرتے ہو۔(یونس: ۵۹)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ) ترجمہ: اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ پر کوئی جھوٹ باندھا، یا اس کی آیات کو جھٹلایا، بے شک حقیقت یہ ہے کہ ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے۔ (الانعام:۲۱)۔

اور حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عن الْعِرْبَاضُ قال: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ

يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَأَنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ فَقَالَ: أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ".

ترجمہ: سیدنا عرباض رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک دن ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں دل موہ لینے والی نصیحت کی جس سے آنکھیں اشک بار ہوگئیں، اور دل کانپ گئے، پھر ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ تو کسی رخصت کرنے والے کی سی نصیحت ہے، تو آپ ہمیں کیا وصیت فرما رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تمہیں اللہ سے ڈرنے، امیر کی بات سننے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں، خواہ وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ جو میرے بعد تم میں سے زندہ رہے گا عنقریب وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا، تو تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کار کو لازم پکڑنا، تم اس سے چمٹ جانا، اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا، اور دین میں نکالی گئی نئی باتوں سے بچتے رہنا، اس لیے کہ ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے“۔(سنن ابی داود: ۴۶۰۷)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَعَلَا صَوْتُهُ وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ، حَتَّى كَأَنَّهُ مُنْذِرُ جَيْشٍ، يَقُولُ: " صَبَّحَكُمْ وَمَسَّاكُمْ "، وَيَقُولُ: " بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ، وَيَقْرُنُ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى "، وَيَقُولُ: " أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ، وَخَيْرُ الْهُدَى هُدَى مُحَمَّدٍ، وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ "۔

ترجمہ: سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئی نمازیں پڑھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اور خطبہ دونوں درمیانے ہوتے تھے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ پڑھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور آواز بلند ہو جاتی اور غصہ زیادہ ہو جاتا گویا وہ ایک ایسے لشکر سے ڈرانے والے تھے کہ صبح شام آیا اور فرماتے تھے: ”میں اور قیامت یوں بھیجا گیا ہوں۔“ اور اپنے کلمہ کی اور بیچ کی انگلی ملاتے اور کہتے: ”أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرُ الْهُدَى هُدَى مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ“ ترجمہ: ”اللہ کی حمد کے بعد، جانو کہ ہر بات سے بہتر اللہ کی کتاب ہے اور ہر چال سے بہتر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ہے۔ اور سب کاموں سے برے، نئے کام ہیں اور نیا کام گمراہی ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۶۷)۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ نے کہا کہ جو بدعتی کو سنے گا اللہ اسے کوئی فائدہ نہیں پہونچائے گا اور جو بدعتی سے مصافحہ کرے گا تو گویا اس نے اسلام کی بنیاد کو ایک ایک کرکے توڑ دے گا۔ (الامر

بالاتباع للسیوطی، ص ۱۹)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ نفس پرستوں میں سے کسی سے نہ لکھو؛ نہ تھوڑا نہ زیادہ، آثار وسنن کے حاملین کو لازم پکڑ لو۔(سیر اعلام النبلاء: ۱۱/۲۳۱)۔

حرب بن اسماعیل کرمانی سے روایت ہیکہ میں نے اسحق بن راھویہ سے پوچھا کہ ایک آدمی نے ایک شخص سے ایک کتاب چوری کی جس میں جہم کی رائے لکھی ہوئی ہے یا انکار تقدیر پر لکھا ہوا ہے، اسے کیا کرے؟ آپ نے کہا کہ اسے پھینک دے۔ میں نے پوچھا: پھینکنے یا جلانے سے پہلے ہی اسے پکڑ لیا گیا ہے، کیا اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا؟ کہا کہ اس پر کوئی حد نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ ایک شخص کے پاس ایک ایسی کتاب ہے جس میں ارجاء یا انکار تقدیر پر یا بدعت کی باتیں لکھی ہوئی ہیں، میں نے اسے عاریت میں لے لیا ہے، کیا اب میں اسے جلا دوں یا پھاڑ کر پھینک دوں؟ کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(کتاب السنہ للامام خلال: ۳/ ۵۱۱)۔

ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ نے کہا کہ سلف صالحین اہل بدعت کی صحبت اختیار کرنے انکی کتابیں پڑھنے اور انکی باتیں سننے سے منع کرتے تھے۔(الآداب الشرعیہ لابن مفلح: ۱۱/ ۲۳۲)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ الفاظ کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم اللہ اور اسکے رسول کے کلام میں پائی جاتی ہے، اور دوسری قسم اللہ اور اسکے رسول کے کلام میں نہیں پائی جاتی ہے، اس میں پہلی قسم کو اصل مانا جائے گا اور لوگوں کے معنی ومفہوم کو اسی پر محمول کیا جائے گا، یہی اہل سنت والجماعہ کا منہج اور طریقہ ہے۔

جبکہ اہل بدعت اور اہل ضلالت اسکے برعکس کرتے ہیں بایں طور کہ یہ اپنے الفاظ کو اصل مانتے ہیں اور اللہ اور اسکے رسول کے کلام کی باطل تاویل کرکے کو اسی کے تابع کرتے ہیں، اسی لئے امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ اکثر لوگ غلطی اسی تاویل اور قیاس کی جہت سے کرتے ہیں۔ (مجموع الفتاوی: ۱۷/ ۳۵۵)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اہل بدعت نے اپنا الگ طریقہ بنا رکھا ہے، اسی پر وہ اعتماد کرتے ہیں، وہ اپنے اصولوں میں نہ احادیث کا ذکر کرتے ہیں اور نہ قرآن کا، سوائے تائید اور متابعت کے۔ (منہاج السنہ: ۷/ ۳۷)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ لوگ گرچہ الفاظ وحی کا اقرار کرتے ہیں مگر یہ آیات کے معانی اور انکے حقائق کا انکار کرتے ہیں، اسی لئے سلف انہیں نفس پرست کہتے ہیں، اور انہوں نے یہ وجہ بتلائی کہ ان نفس پرستوں کے ظہور کی وجہ ان پر سنن کا مخفی ہو جانا ہے، جیسا کہ عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے کہا کہ جب سنت مخفی ہو جاتی ہے تو اس وقت نفس پرستی ظاہر ہوتی ہے، اور جب علم کی کمی ہو جاتی ہے تو اس وقت سختی ظاہر ہوتی ہے۔ (الصواعق المرسلہ لابن القیم: ۳/ ۱۰۴۷)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اسی لئے آپ اہل بدعت اور اہل ضلالت میں سے اکثر کو پائیں گے کہ وہ نصوص نبویہ (احادیث) کی تبلیغ کرنا اور انہیں عام کرنا پسند نہیں کرتے ہیں بلکہ کبھی کبھی وہ اپنی مجلسوں میں شرط لگا دیتے ہیں کہ وہاں صفات والی احادیث کو نہ پڑھا جائے۔

بلکہ متاخرین اہل بدعت اس قدر گمراہی میں ڈوبے ہوئے نظر آئے کہ اہل سنت والجماعہ کہ وہ کتابیں جو صفات پر لکھی گئی ہیں انہیں یہ جب پاتے تو جلا دیتے یا پھر انہیں چھپا دیتے تھے، بلکہ

مجھے معلوم ہوا کہ جب یہ صحیح بخاری پڑھ کر ختم کرتے تو نہ توحید پر گفتگو کرتے اور نہ ہی جہمیہ پر رد کرتے بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ پر طعن وتشنیع کرتے، آخر امام بخاری رحمہ اللہ کا کیا گناہ ہے سوائے اس کے کہ آپ نے ان باتوں کو امت تک پہونچا دیا ہے جنہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی ہے؟! (الصواعق المرسلہ لابن القیم: ۳/ ۱۰۴۰)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اہل بدعت اور اہل ضلالت کی کتابوں کو تلف کرنے اور جلا دینے میں کوئی ضمان (ہرجانہ) نہیں ہے۔

امام مروذی نے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا کہ میں نے ایک کتاب عاریت میں لی ہے جس میں بہت سی خراب باتیں (عقیدے کے خلاف) لکھی ہوئی ہیں، کیا میں اسے جلا دوں یا پھاڑ کر پھینک دوں؟ آپ نے کہا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ایک کتاب دیکھی جسے تورات سے لکھا گیا تھا، جو قرآن کی موافقت کی وجہ سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پسند آگیا تھا، یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ بدل گیا یہاں تک کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسے لے جا کر تنور میں جلا دیا۔ پھر آخر اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کتابوں کو دیکھ لیں جن میں ایسی باتیں لکھی ہوئی ہیں جو قرآن اور حدیث کی بعض باتوں کے مخالف ہیں تو پھر آپ کیا کرتے؟! واللہ المستعان۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جنہوں نے قرآن کے علاوہ لکھ رکھا تھا مٹانے کا حکم دے دیا تھا، پھر اپنی سنتوں کو لکھنے کی اجازت دے دی، اسکے علاوہ اور کسی چیز کی اجازت نہیں

دی، چنانچہ یہ ساری کتابیں جو سنت کے صریح مخالف ہیں بالکل صحیح نہیں ہیں، بلکہ انہیں تلف کرنا ہی مناسب ہے، کیونکہ یہ امت کیلئے نقصان دہ ہیں، صحابہ نے تو قرآن کے ان نسخوں کو جلا دیا تھا جو مصحف عثمانی کے خلاف تھے، کیونکہ انہیں خوف ہوا کہ ان نسخوں کی وجہ سے امت میں اختلاف ہوگا، پھر آخر صحابہ اگر ان کتابوں کو دیکھ لیتے جو امت میں اختلاف و انتشار اور تفرقہ بازی کا اہم سبب ہیں تو پھر وہ کیا کرتے؟! (الطرق الحکمیہ :۱/ ۲۳۳)۔



(۱۵) منہج سلف کا پندرھواں اصول

کسی معین مذہب کیلئے یہ تعصب نہیں کرتے خواہ اس مذہب کے امام کا مرتبہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو، بلکہ یہ اسکا ساتھ صرف حق باتوں میں دیتے ہیں جو کتاب و سنت اور سلف امت کے منہج کے موافق ہوتی ہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے:(وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ) ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ اس کی طرف جو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف تو کہتے ہیں ہمیں وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔(المائدہ:۱۰۴)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَى وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ) ترجمہ: فرعون نے کہا میں تو تمھیں وہی رائے دے رہا ہوں جو خود رائے رکھتا ہوں اور میں تمھیں بھلائی کا راستہ ہی بتا رہا ہوں۔(غافر:۲۹)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے :(إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَى آثَارِهِمْ مُقْتَدُونَ) ترجمہ: لوگوں نے کہا کہ بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستے پر پایا اور بے شک ہم انھی کے قدموں کے نشانوں کے پیچھے چلنے والے ہیں۔(الزخرف:۲۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے :(وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا [23] وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا) ترجمہ: اور انھوں نے کہا تم ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ کبھی ودّ کو چھوڑنا اور نہ سواع کو اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو۔ [23] اور بلا شبہ انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا اور تو ان ظالموں کو گمراہی کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھا۔ (نوح: ۲۴)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَذَا أَتَنْهَانَا أَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِي شَكٍّ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ) ترجمہ: انہوں نے کہا کہ صالح اس سے پہلے ہم تم سے (کئی طرح کی) امیدیں رکھتے تھے (اب وہ منقطع ہوگئیں) کیا تم ہم کو ان چیزوں کے پوجنے سے منع کرتے ہو جن کو ہمارے بزرگ پوجتے آئے ہیں؟ اور جس بات کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو، اس میں ہمیں قوی شبہ ہے۔ (ھود: ٦٢)۔

اور صحیحین میں وارد ہوا ہے:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ، جَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا جَهْلٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَمِّ، " قُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللَّهِ "، فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ: يَا أَبَا طَالِبٍ، أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ، وَيُعِيدُ

لَهُ تِلْكَ الْمَقَالَةَ، حَتَّى قَالَ أَبُو طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ هُوَ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَأَبَى، أَنْ يَقُولَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا وَاللَّهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ سورة التوبة آية ۱۱۳ وَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى فِي أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ سورة القصص آية ۵۶۔

ترجمہ: ابن شہاب سے مروی ہیکہ سعید بن مسیب نے اپنے والد سے روایت کیا کہ جب ابوطالب بن عبدالمطلب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا اور پرورش کرنے والے) مرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور وہاں ابوجہل (عمرو بن ہشام) اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ کو بیٹھا دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے چچا میرے! تم کہ لو "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ایک کلمہ میں اللہ کے پاس اس کا گواہ رہوں گا تمہارے لئے۔" (یعنی اللہ عزوجل سے قیامت کے روز عرض کروں گا کہ ابوطالب موحد تھے اور ان کو جہنم سے نجات ہونی چاہیئے انہوں نے آخر وقت میں کلمہ توحید کا اقرار کیا تھا) ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بولے: اے ابوطالب! عبدالمطلب کا دین چھوڑتے ہو؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر یہی بات ان سے کہتے رہے (یعنی کلمہ توحید پڑھنے کے لئے ادھر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ

اپنی بات بکتے رہے) یہاں تک کہ ابو طالب نے اخیر بات جو کی وہ یہ تھی کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں اور انکار کیا "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہنے سے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قسم اللہ کی میں تمہارے لئے دعا کروں گا (بخشش کی) جب تک منع نہ ہو تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: "مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ" یعنی "نبی کو اور مسلمانوں کو درست نہیں کہ مشرکوں کے لئے دعا کریں اگرچہ وہ ناطے والے ہوں جب معلوم ہو گیا کہ وہ جہنمی ہیں۔" پھر اللہ تعالیٰ نے ابو طالب کے بارے میں یہ آیت اتاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ" یعنی "تم راہ پر نہیں لا سکتے جس کو چاہو لیکن اللہ راہ پر لا سکتا ہے جس کو چاہے اور وہ جانتا ہے ان لوگوں کو جن کی قسمت میں ہدایت ہے"۔ (صحیح بخاری: ۱۳۶۰، صحیح مسلم: ۲۴)۔

امام مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس کا قول لیا نہ جائے اور ترک نہ کیا جائے۔ (کتاب رفع الیدین، ص ۱۰۳)۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں ایسا کوئی نہیں ہے مگر اسکے قول کو لیا بھی جا سکتا ہے اور ترک بھی کیا جا سکتا ہے، اور کسی کے قول کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول رد نہیں کیا جا سکتا۔ (کتاب الام للشافعی: ۱/ ۱۷۷)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ جمہور متعصب مقلدین کتاب وسنت کا علم بہت کم رکھتے ہیں، الا ماشاء اللہ، بلکہ یہ ضعیف روایات، یا فاسد آراء یا اپنے علماء ومشائخ کے حکایات پکڑ کر

رکھتے ہیں، جو کبھی سچ تو کبھی جھوٹ ہوتے ہیں، اور اگر سن کی باتیں اور کہانیاں سچ بھی ہوں تو یہ معصوم تو نہیں ہیں مگر یہ مقلدین ایک معصوم کے نقل مصدق کو چھوڑ کر غیر معصوم کے قول غیر مصدق کو پکڑ لیتے ہیں۔(مجموع الفتاوی: ۲/ ۱۰۹)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ ایک داعی کیلئے یہی مناسب ہیکہ وہ استدلال کرتے وقت قرآن کو مقدم کرے کیونکہ اس میں نور و ہدایت ہے، پھر اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو رکھے، پھر اسکے بعد ائمہ دین کے کلام کو دیکھے، اور داعی کا معاملہ دو حال سے خالی نہیں ہوگا:

پہلا: یہ کہ وہ مجتہد یا مقلد ہو، اگر وہ مجتہد ہے تو وہ قرون ثلاثہ کے متقدمین علماء کی کتابوں کو دیکھے گا، پھر ان میں جو راجح ہوگا اسے ترجیح دے گا۔

دوسرا: اور اگر مقلد ہے تو سلف کی تقلید کرے گا، کیونکہ قرآن متقدمہ کے لوگ بعد والوں کے مقابلے زیادہ افضل ہیں، اور جب یہ واضح ہو جائے تو پھر ہم اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال پر عمل کریں گے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ) ترجمہ: اور رسول تمھیں جو کچھ دیں تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دیں تو رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، یقینا اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔(الحشر: ۷)۔

پتہ چلا کہ احکام دین کی بنیاد تین قسموں پر ہے: کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع۔(مجموع الفتاوی: ۲۰/ ۸)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ جب مسلمانوں کو کوئی نیا مسئلہ درپیش ہو تو ایسے موقع پر انہیں ایسے عالم سے فتوی پوچھنا چاہیے جس کے بارے میں یہ اعتقاد ہو کہ وہ اللہ اور اسکے رسول کے اقوال کی روشنی میں فتوی دے گا خواہ وہ کسی بھی مذہب کا ہو، اور مسلمانوں پر کسی ایک شخص کی تقلید کرنا واجب نہیں ہے، اور نہ ہی کسی ایک معین شخص کی تقلید کرنا واجب ہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، کہ آپ کی ہر بات کی تصدیق کی جائے گی اور آپ کی ہر بات میں پیروی کی جائے گی، اور جہاں تک دوسروں کا تعلق ہے تو انکا کلام لیا بھی جاسکتا ہے اور ترک بھی کیا جاسکتا ہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، اور جہاں تک جاہل اور معذور کیلئے کسی شخص معین کی اتباع کا تعلق ہے تو یہ جائز ہے نہ کہ واجب، بلکہ ہر ایک کی کوشش ہونی چاہئے کہ وہ ہر ممکن طریقے سے شریعت کو جانے تاکہ وہ علم وبصیرت کے ساتھ شریعت کے مطابق عمل کر سکے۔ واللہ اعلم۔ (مجموع الفتاوی: ۱/ ۲۰۷)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ اور جہاں تک مقلد متعصب کا تعلق ہے تو وہ اپنے امام متبوع کے کلام کو معیار سمجھتا ہے اور اسے کتاب وسنت اور اقوال صحابہ پر حجت مانتا ہے، اسی لئے ان میں سے جو بات اسکے امام کے قول کے موافق ہوتی ہے اسے وہ لے لیتا ہے اور جو مخالف ہوتی ہے اسے ٹھکرادیتا ہے۔ (اعلام الموقعین لابن القیم: ۲/ ۱۶۳)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا:

ثوب من الجهل المركب فوقه

ثوب التعصب بئست الثوبان

ترجمہ: جہل مرکب اور تعصب ان دونوں کے لباس کیا ہی برے لباس ہیں۔(الکافیۃ الشافیۃ:۱/۳۶)۔



(۱۶) منہج سلف کا سولہواں اصول

عبادات توقیفی ہیں، ان میں اصل کتاب وسنت اور فہم سلف ہے، اگر کوئی ان میں اپنی طرف سے کچھ بھی اضافہ کرے گا تو وہ بدعتی ہوگا۔

ارشاد باری تعالی ہے:(أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ) ترجمہ: یا ان کے لیے کچھ ایسے شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے دین کا وہ طریقہ مقرر کیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اور اگر فیصلہ شدہ بات نہ ہوتی تو ضرور ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور بے شک جو ظالم ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔(الشوری:۲۱)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ) ترجمہ: اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، یقینا اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔(الشوری:۷)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ) ترجمہ: کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور خدا بخشنے والا

مہربان ہے۔(آل عمران:۳۱)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) ترجمہ: وہ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انھیں نیکی کا حکم دیتا اور انھیں برائی سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان سے ان کا بوجھ اور وہ طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔سو وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور اسے قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔(الاعراف:۱۵۷)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَى شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ[18] إِنَّهُمْ لَن يُغْنُوا عَنكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ) ترجمہ: پھر ہم نے تجھے (دین کے) معاملے میں ایک واضح راستے پر لگا دیا،سو اسی پر چل اور ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چل جو نہیں جانتے۔[18] بلاشبہ وہ اللہ کے مقابلے میں ہرگز تیرے کسی کام نہ آئیں گے اور یقینا ظالم لوگ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور اللہ متقی لوگوں کا دوست ہے۔(الجاثیہ:۱۹)۔

اور حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ لِلرُّكْنِ: " أَمَا وَاللَّهِ، إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ فَاسْتَلَمَهُ، ثُمَّ قَالَ: فَمَا لَنَا وَلِلرَّمَلِ إِنَّمَا كُنَّا رَاءَيْنَا بِهِ الْمُشْرِكِينَ وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللَّهُ، ثُمَّ قَالَ: شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ".

ترجمہ: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو خطاب کر کے فرمایا: "بخدا مجھے خوب معلوم ہے کہ تو صرف ایک پتھر ہے جو نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی بوسہ نہ دیتا۔" اس کے بعد آپ نے بوسہ دیا۔ پھر فرمایا "اور اب ہمیں رمل کی بھی کیا ضرورت ہے۔ ہم نے اس کے ذریعہ مشرکوں کو اپنی قوت دکھائی تھی تو اللہ نے ان کو تباہ کر دیا۔" پھر فرمایا "جو عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اسے اب چھوڑنا بھی ہم پسند نہیں کرتے۔" (صحیح بخاری: ۱۶۰۵)۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعات سے تحذیر فرماتے ہوئے کہا کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ تک لے جانے والی ہے۔ (سنن ابی داود: ۴۶۰۷)۔

اور حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ

أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ".

ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص ہمارے دین میں وہ بات نکالے جو اس میں نہ ہو (یعنی بغیر دلیل کے) وہ رد ہے۔"

اسی طرح صحیح بخاری کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (الْخَدِيعَةُ فِي النَّارِ، وَمَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ) ترجمہ: فریب دوزخ میں لے جائے گا اور جو شخص ایسا کام کرے جس کا حکم ہم نے نہیں دیا تو وہ مردود ہے۔ (صحیح بخاری: ۲۱۴۲)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ) ترجمہ: جو میرے بعد تم میں سے زندہ رہے گا عنقریب وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا، تو تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کار کو لازم پکڑنا، تم اس سے چمٹ جانا، اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا، اور دین میں نکالی گئی نئی باتوں سے بچتے رہنا، اس لیے کہ ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔ (سنن ابی داود: ۴۶۰۷)۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے گرچہ لوگ اسے نیکی

سمجھیں۔(شرح اعتقاد اھل السنہ والجماعہ للالکائی:۱۲۶)۔

اور سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہر وہ عبادت جسے صحابہ کرام نے عبادت نہ سمجھا ہو اسے تم بھی عبادت نہ سمجھو، اسلئے کہ پہلے کے لوگوں نے بعد والوں کیلئے کچھ نہیں چھوڑا ہے، سو اللہ سے ڈرو اور پہلے کے لوگوں کے طریقے ہی پر گامزن رہو۔(الزھد لابن مبارک، ص ۴۷)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ عبادت کیلئے ضروری ہیکہ شریعت میں اسکا حکم آیا ہو، اب اگر ایسا نہ ہو تو پھر کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ عبادت ہے؟! اسی طرح عادات کے تعلق سے اگر شریعت میں ممانعت وارد نہ ہوئی ہو تو پھر کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ حرام ہے۔(مجموع الفتاوی: ۴/ ۱۳)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ دراصل جہاں تک عبادات، دیانات اور نیکیوں کا تعلق ہے تو یہ اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے ہوتی ہیں، کسی دوسرے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ بغیر کسی شرعی دلیل کے کسی چیز کو عبادت یا نیکی کہے۔(مجموع الفتاوی: ۴/ ۲۵۳)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اور یہ بات معلوم ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے سنت قرار نہ دیا ہو اور نہ ہی ان لوگوں نے جنکی دینی امور میں اقتداء کی جاتی ہے، تو اسکا شمار منکر بدعات میں سے ہوگا، اور ایسے منکر امور کے بارے میں کوئی نہیں کہے گا کہ وہ بدعت حسنہ ہے، کیونکہ جو لوگ بدعت کی تقسیم بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ میں کرتے ہیں ایسی صورت میں ضروری ہیکہ لائق اقتداء اہل علم نے اسے بہتر سمجھا ہو، اور اسکے اچھا ہونے پر کوئی شرعی دلیل قائم ہو، جیسے کہ کوئی کہتا ہیکہ ہر بدعت مذموم ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی بنا پر کہ ہر

بدعت گمراہی ہے۔اور جہاں تک سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تراویح کے بارے میں بدعت حسنہ کے کہنے کا تعلق ہے تو یہاں لغوی بدعت مراد ہے کیونکہ شرعی بدعت ان سب کے یہاں وہی ہے جس پر کوئی شرعی دلیل قائم نہ ہو۔

اور دونوں اقوال کا نتیجہ ایک ہی ہے؛ کیونکہ وہ اس بات پر متفق ہیں کہ شریعت نے جسے نہ مستحب کہا ہو اور نہ واجب وہ نہ مستحب ہوگا اور نہ واجب، چنانچہ اگر کوئی کسی عمل کو عبادت اور دین بنا لے جبکہ شریعت میں وہ نہ مستحب ہو اور نہ واجب تو پھر وہ شخص بالاتفاق گمراہ ہوگا، اور قبروں کے پاس دعاؤں کی مقبولیت کی امید میں جانا اسی باب سے ہے، کیونکہ یہ شریعت میں نہ واجب ہے اور نہ مستحب، اسلئے وہ نہ دین ہوگا، نہ نیکی، اور نہ اللہ کی اطاعت، اور نہ ہی ان امور میں سے ہوگا جنہیں اللہ پسند کرتا ہے اور ان سے راضی ہوتا ہے، اور نہ ہی وہ نیک عمل ہوگا اور نہ ہی کوئی نیکی، اب اگر کوئی اسے اسی باب سے سمجھے تو وہ بالاتفاق گمراہ ہوگا۔(مجموع الفتاوی: ۲۷ / ۱۵۲)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ عبادات کی بنیاد شریعت اور اتباع پر ہے، نہ کہ خواہشات اور بدعت پر، کیوں کہ اسلام کی بنیاد دو اصولوں پر ہے:

پہلا: یہ کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

دوسرا: ہم اللہ کی عبادت اسی طریقے سے کریں جیسے اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی مشروع کیا ہے، نہ کہ خواہشات اور بدعت کے طریقے پر۔(مجموع الفتاوی: ۱ / ۸۰)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ واجب وہی ہے جسے اللہ نے واجب کیا ہو، اور حرام وہی ہے جسے اللہ نے حرام کیا ہو، اور دین وہی ہے جسے دین میں مشروع کیا گیا ہو، اسی لئے عبادات

میں اصل بطلان ہے یہاں تک کہ اسکے ثبوت اور حکم پر کوئی دلیل قائم ہوجائے۔(اعلام الموقعین لابن القیم:۱/ ۲۵۹)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ جولوگ اللہ، اس کی کتاب اور اسکے دین کو جانتے ہیں وہ مومنوں اور مجرموں کے طریقے کو بھی تفصیلی طور پر جانتے ہیں، اس طرح انکے سامنے دونوں راستے واضح ہیں، جس طرح کہ راہ گیر کے سامنے منزل مقصود تک پہونچنے اور ہلاکت تک پہونچنے والے دونوں راستوں کے بارے میں جانتے ہیں، تو یہی لوگ مخلوق میں سب سے زیادہ جاننے والے اورلوگوں کیلئے سب سے زیادہ نفع بخش ہیں، اور انکے لئے خیر خواہ ہیں، اور یہی لوگ رہنما اور ہادی ہیں، اسی لئے صحابہ کرام قیامت تک لئے سب پر غالب ہیں۔(الفوائد:۱/ ۱۰۸)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ صحابہ کرام زمن وحی میں لوگوں کے عمل پر اللہ کی طرف سے نکیر نہ کرنے اور اسے اقرار کرنے سے اس چیز کے جواز اور اللہ کی طرف سے اجازت پر استدلال کرتے تھے۔(اعلام الموقعین لابن القیم:۲/ ۱٦۷)۔



(۱۷) منہج سلف کا سترہواں اصول

کوئی عمل اسی وقت شرف قبولیت پا سکتا ہے جب وہ خالص اور درست ہو، خالص کہتے ہیں کہ جو عمل صرف اللہ کی خاطر کی جائے اور درست کہتے ہیں جو عمل سنت کے موافق ہو۔

ارشاد باری تعالی ہے :(فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا) ترجمہ: پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو لازم ہے کہ وہ عمل کرے نیک عمل اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔(الکھف: ۱۱۰)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے :(الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ) ترجمہ: وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا، تاکہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے اور وہی سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔(الملک:۲)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ[162] لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ) ترجمہ: کہہ دیں بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو

جہانوں کا رب ہے۔ [162] اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں ۔(الانعام:۱۶۳)۔

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے کہا کہ (أحسن عملا) سے مراد وہ عمل ہے جو بالکل خالص اور درست ہو، اور کہا کہ اسی لئے کوئی عمل اسی وقت شرف قبولیت پاسکتا ہے جب وہ خالص اور درست ہو، خالص یعنی وہ عمل اللہ کی رضاجوئی کی خاطر ہو، اور درست کہتے ہیں کہ وہ سنت کے موافق ہو۔(تفسیر بغوی:۸/ ۱۷۶)۔

حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عن عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:" إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ".

ترجمہ: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر عمل کا نتیجہ ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی ملے گا۔ پس جس کی ہجرت (ترک وطن) دولت دنیا حاصل کرنے کے لیے ہو یا کسی عورت سے شادی کی غرض ہو۔ پس اس کی ہجرت ان ہی چیزوں کے لیے ہوگی جن کے حاصل کرنے کی نیت سے اس نے ہجرت کی ہے۔(صحیح بخاری:۱)۔

ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عن جُنْدُب بن عبد الله الْعَلَقِيَّ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ يُسَمِّعْ يُسَمِّعِ اللَّهُ بِهِ، وَمَنْ يُرَاءِ يُرَاءِ اللَّهُ بِهِ "۔

ترجمہ: سیدنا جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص لوگوں کو اپنی نیکی سنانا چاہے گا اللہ تعالیٰ اس کی برائی یا اس کا عذاب لوگوں کو سنائے گا اور جو شخص دکھانے کے لیے عبادت کرے گا اللہ بھی اس کو دکھلائے گا۔“ (یعنی قیامت کے دن اس کے عیب لوگوں کو دکھائے گا یا صرف ثواب لوگوں کو دکھلائے گا اور ملے گا کچھ نہیں سوائے خاک کے)۔ (صحیح بخاری: ۶۴۹۹)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ ".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں بہ نسبت اور شریکوں کے محض بے پرواہ ہوں ساجھی سے، جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ میرے غیر کو ملایا اور ساجھی کیا تو میں اس کو اور اس کے ساجھی کے کام کو چھوڑ دیتا ہوں۔“ (یعنی جو عبادت اور عمل دکھانے اور شہرت کے واسطے ہو وہ اللہ کے نزدیک مقبول نہیں مردود ہے۔ اللہ اسی عبادت اور عمل کو قبول کرتا ہے جو اللہ ہی کے واسطے خالص ہو۔ اور دوسرے کا اس میں کچھ لگاؤ نہ ہو)۔ (صحیح مسلم: ۲۹۸۵)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا وَحَفِظَهَا وَبَلَّغَهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ، ثَلَاثٌ لَا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ: إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلَّهِ، وَمُنَاصَحَةُ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَلُزُومُ جَمَاعَتِهِمْ، فَإِنَّ الدَّعْوَةَ تُحِيطُ مِنْ وَرَائِهِمْ ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو میری بات کو سنے اور توجہ سے سنے، اسے محفوظ رکھے اور دوسروں تک پہنچائے، کیونکہ بہت سے علم کی سمجھ رکھنے والے علم کو اس تک پہنچا دیتے ہیں جو ان سے زیادہ سوجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ تین چیزیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے ایک مسلمان کا دل دھوکہ نہیں کھا سکتا، (۱) عمل خالص اللہ کے لیے (۲) مسلمانوں کے ائمہ کے ساتھ خیر خواہی (۳) اور مسلمانوں کی جماعت سے جڑ کر رہنا، کیونکہ دعوت ان کا چاروں طرف سے احاطہ کرتی ہے“۔ (سنن ترمذی: ۲۶۵۸)۔

حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہیکہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ دعاء کرتے تھے: (اللهم اجعل عملي صالحا، واجعله لك خالصا، ولا تجعل لأحد فيه شيئا) ترجمہ: اے اللہ! میرے عمل کو نیک بنا دے اور اسے اپنے لئے خالص کر دے اور اس میں کسی دوسرے کیلئے کچھ بھی شریک نہ کر۔ (کتاب الزھد للامام احمد: ۱/ ۱۱۸)۔

عبدالکریم الجزری سے مروی ہیکہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ کوئی قول بلا عمل کے مفید نہیں، اور کوئی عمل بلا قول کے مفید نہیں، اور کوئی قول وعمل بغیر نیت کے مفید نہیں اور کوئی نیت بغیر سنت کی موافقت کے مفید نہیں ہے۔(الابانہ لابن بطہ:۲/ ۸۰۳)۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ عمل کرنے سے زیادہ اس عمل کی قبولیت کی فکر کرو، کیونکہ کوئی بھی عمل بغیر تقوی کے قبول نہیں ہوگا۔(حلیۃ الاولیاء:۱/ ۷۵)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل سنت والجماعہ کے نزدیک کوئی بھی عمل اسی وقت شرف قبولیت پاسکتا ہے جب اس میں اللہ کا تقوی ہوگا بایں طور کہ وہ عمل اللہ کیلئے خالص اور اسکے حکم کے موافق ہو، چنانچہ جو اللہ سے ڈرے گا یعنی تقوی شعار ہوگا اسکا عمل قبول کرے گا گرچہ اس نے دوسرے برے اعمال کا ارتکاب کیا ہو، لیکن اگر اس میں اللہ کا تقوی نہیں ہوگا تو اسے قبول نہیں کرے گا گرچہ وہ دوسرے عمل میں مطیع وفرمانبردار رہا ہو۔(مجموع الفتاوی:۱۰/ ۳۲۲)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اللہ کی عبادت میں دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے:

پہلی چیز: دین کو اسکے لئے خالص کرنا۔

دوسری چیز: اسکا اللہ کی شریعت کے موافق ہونا جسے دے کر اپنے رسولوں کو مبعوث کیا ہے۔

اسی لئے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی دعاء میں کہتے تھے:(اللھم اجعل عملی

كله صالحا، واجعله لوجهك خالصا، ولا تجعل لأحد فيه شيئا) ترجمہ: اے اللہ! میرے سارے عمل کو نیک بنا دے اور اسے اپنی رضا لئے خالص کر دے اور اس میں کسی دوسرے کیلئے کچھ بھی شریک نہ کر۔

اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ نے فرمایا: (لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا) ترجمہ: تاکہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے۔(الملک: ۲)۔ کہتے ہیں کہ یہاں مراد وہ عمل ہے جو بالکل خالص اور درست ہو، لوگوں نے عرض کیا: اے ابو علی! یک خالص اور درست سے کیا مراد ہے؟ تو کہا کہ عمل جب خالص ہوتا ہے اور وہ درست نہیں ہوتا تو وہ عمل مقبول نہیں ہوتا اور اگر درست ہوتا ہے لیکن خالص نہیں ہوتا تو بھی مقبول نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ عمل خالص اور درست دونوں نہ ہو جائے۔

خالص سے مراد یہ ہیکہ وہ عمل صرف اللہ کی خاطر ہو، اور درست ہونے سے مراد یہ ہیکہ وہ عمل سنت کے موافق ہو۔ اسی لئے اللہ نے قرآن کے اندر مشرکین کی مذمت کی ہے کہ وہ ایسی عبادت کرتے تھے یا ایسے اعمال انجام دیتے تھے جنکی اللہ نے اجازت نہیں دی تھی اور نہ ہی شریعت میں وہ موجود تھے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ) ترجمہ: یا ان کے لیے کچھ ایسے شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے دین کا وہ طریقہ مقرر کیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔(الشوری: ۲۱)۔

جس طرح کہ انکی مذمت کی ہے اس لئے کہ انہوں نے ایسی چیزوں کو حرام کر دیا جنہیں اللہ نے حرام نہیں کیا تھا۔ جبکہ دین حق یہ ہیکہ حرام وہی ہے جسے اللہ نے حرام کیا ہو اور دین وہی ہے

جسے اللہ نے مشروع کیا ہو۔(مجموع الفتاوی: ۳/ ۱۲۴)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ نے اخلاص اور متابعت کو قبولیت اعمال کا سبب بتایا ہے، اسی لئے اگر یہ سبب نہیں پایا جائے گا تو اعمال بھی مقبول نہیں ہوں گے۔(کتاب الروح: ۱/ ۱۹۸)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ جس کے پاس اخلاص اور متابعت نہیں ہوگی اس کا عمل شریعت کے موافق نہیں ہوگا، اور نہ ہی وہ معبود کیلئے خالص ہوگا جیسے کہ ان لوگوں کے اعمال جو لوگوں کیلئے مزین کرتے ہیں اور ریاکاری کرتے ہیں ایسی چیزوں میں جنہیں نہ تو اللہ نے مشروع کیا ہے اور نہ ہی اسکے رسول نے، ایسے لوگ بہت ہی برے اور عند اللہ مبغوض ہیں، اور اللہ کے اس قول میں انہیں بڑا حصہ نصیب ہے: (لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ) ترجمہ: ان لوگوں کو ہرگز خیال نہ کر جو ان (کاموں) پر خوش ہوتے ہیں جو انھوں نے کیے اور پسند کرتے ہیں کہ ان کی تعریف ان (کاموں) پر کی جائے جو انھوں نے نہیں کیے، پس تو انھیں عذاب سے بچ نکلنے میں کامیاب ہرگز خیال نہ کر اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔(آل عمران: ۱۸۸)۔

یعنی وہ اپنی بدعت اور ضلالت وشرک پر نازاں وفرحاں ہیں اور دوسری طرف چاہتے ہیں کہ اتباع سنت اور اخلاص میں انکی تعریف کی جائے۔(مدارج السالکین لابن القیم: ۱/ ۱۰۵)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ شرعی حکم کے انجام دینے کا مطلب یہ بھی ہیکہ ان

چیزوں کو چھوڑ دیا جائے جن سے منع کیا گیا ہے، اگر اس کے اندر اخلاص، متابعت اور اللہ کیلئے نصیحت اور خیر خواہی ہو، ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ) ترجمہ: بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔(العنکبوت: ۴۵)۔اور مجرد منع کردہ چیزوں کو چھوڑ دینا کسی حکم کے انجام دینے کا متقاضی نہیں ہے اور نہ ہی اسے مستلزم ہے۔(الفوائد:۱/ ۱۲۷)۔

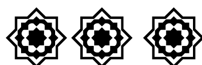
علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اخلاص کہتے ہیں کہ جو چیز مطلوب ہے وہ منقسم نہ ہو اور صدق کہتے ہیں کہ طلب کے اندر تقسیم نہ ہو۔

اس طرح اخلاص کی حقیقت توحید مطلوب ہے۔

اور صدق کی حقیقت توحید طلب وارادہ ہے۔

اور یہ دونوں نتیجہ خیز اسی وقت ہوسکتے ہیں جب متابعت کے اندر خالص فرمانبرداری ہو۔

چنانچہ توحید کی راہ میں چلنے کیلئے یہ تینوں ارکان ہیں: اخلاص، صدق اور متابعت۔جب تک یہ تینوں پائے جائیں گے تو آدمی توحید کی راہ پر گامزن ہوگا بصورت دیگر اس کی راہ بدل جائے گی، چنانچہ اخلاص اور متابعت کے نہ ہونے کی صورت میں وہ آگے جانے کی بجائے پیچھے ہوجائے گا۔ اور جس کے اندر تینوں ارکان پائے جائیں گے اسے آگے بڑھنے سے کوئی نہیں روک سکے گا، اور یہ اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا کرتا ہے، یقیناً اللہ عظیم فضل والا ہے۔(مدارج السالکین: ۲/ ۹۷)۔



(۱۸) منہج سلف کا اٹھارہواں اصول

صحابہ کرام سے محبت کرنا، انکے لئے رضا ورحمت کی دعاء کرنا، انکے مناقب وفضائل کو بیان کرنا، انکے درمیان پیش آنے والے آپسی اختلافات پر خاموش رہنا اور ہراس شخص سے بغض رکھنا جو صحابہ سے بغض رکھے۔

ارشاد باری تعالی ہے:(مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ) ترجمہ: محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں اور جولوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں سخت ہیں اور آپس میں رحم دل۔(الفتح:۲۹)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ) ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔(التوبہ:۱۰۰)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ

الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا[18] وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا) ترجمہ: بلاشبہ یقینا اللہ ایمان والوں سے راضی ہوگیا، جب وہ اس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، تو اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا، پس ان پر سکینت نازل کر دی اور انھیں بدلے میں ایک قریب فتح عطا فرمائی۔ [18] اور بہت سی غنیمتیں، جنھیں وہ حاصل کریں گے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ (الفتح:۱۹)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (لَكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) ترجمہ: لیکن رسول نے اور ان لوگوں نے جو اس کے ہمراہ ایمان لائے، اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب بھلائیاں ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔ (التوبہ:۸۸)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ) ترجمہ: یہ ایک امت تھی جو گزر چکی، اس کے لیے وہ ہے جو اس نے کمایا اور تمھارے لیے وہ جو تم نے کمایا اور تم سے اس کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔ (البقرہ: ۱۳۴)۔

اور حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَسُبُّوا

أَصْحَابِي، لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مت برا کہو میرے اصحاب کو، مت برا کہو میرے اصحاب کو، قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر کوئی تم میں احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) تو ان کے مد (سیر بھر) یا آدھے مد کے برابر نہیں ہوسکتا۔“ (صحیح مسلم: ۲۵۴۰)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا: (النُّجُومُ أَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ، فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُومُ أَتَى السَّمَاءَ مَا تُوعَدُ، وَأَنَا أَمَنَةٌ لِأَصْحَابِي، فَإِذَا ذَهَبْتُ أَتَى أَصْحَابِي مَا يُوعَدُونَ، وَأَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِي، فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ) ترجمہ: تارے بچاؤ ہیں آسمان کے، جب تارے مٹ جائیں گے تو آسمان پر بھی جس بات کا وعدہ ہے وہ آجائے گی (یعنی قیامت آجائے گی اور آسمان بھی پھٹ کر خراب ہو جائے گا) اور میں بچاؤ ہوں اپنے اصحاب کا جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب پر بھی وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے (یعنی فتنہ اور فساد اور لڑائیاں) اور میرے اصحاب بچاؤ ہیں میری امت کے جب اصحاب چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے۔“ (صحیح مسلم: ۲۵۳۱)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللَّهَ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ، فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ

فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ) ترجمہ: اور تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے بدر والوں پر جھانکا اور فرمایا: تم جو اعمال چاہو کرو (بشرطیکہ کفر تک نہ پہنچیں) میں نے تم کو بخش دیا۔" (صحیح مسلم: ۲۴۹۴)۔

اسی طرح سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (لن يدخل النار رجل شهد بدرا والحديبية) ترجمہ: "جو صحابی بدر اور حدیبیہ (کے واقعات) میں شریک ہوا وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔" (مسند احمد: ۲۷۰۴۲)۔

ان دونوں حدیثوں میں یہ دلیل ہیکہ اللہ تعالی نے صحابہ کرام کو شرک سے محفوظ رکھا اور اس سے کمتر گناہوں کو معاف کر دیا ہے۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ: أَخْبَرَتْنِي أُمُّ مُبَشِّرٍ، أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ عِنْدَ حَفْصَةَ: "لَا يَدْخُلُ النَّارَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَحَدٌ الَّذِينَ بَايَعُوا تَحْتَهَا، قَالَتْ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَانْتَهَرَهَا، فَقَالَتْ حَفْصَةُ: وَإِنْ مِنْكُمْ إِلا وَارِدُهَا سورة مريم آية 71، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا سورة مريم آية 72".

ترجمہ: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدہ ام مبشر رضی اللہ عنہا نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس: "اگر اللہ چاہے تو اصحاب شجرہ میں سے کوئی جہنم میں نہ جائے گا یعنی جن لوگوں نے

بیعت کی اس درخت کے نیچے۔" انہوں نے کہا: کیوں نہ جائیں گے یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جھڑکا۔ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا" (۱۹ مریم: ۷۱) یعنی "کوئی تم میں سے ایسا نہیں ہے جو جہنم پر نہ جائے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کے بعد یہ ہے" ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا" (۱۹ مریم: ۷۲) یعنی "پھر ہم نجات دیں گے پرہیز گاروں کو اور چھوڑ دیں گے ظالموں کو گھٹنوں کے بل۔" (صحیح مسلم: ۲۴۹۶)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عن عَدِيٌّ بْنُ ثَابِتٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْأَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللَّهُ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللَّهُ".

ترجمہ: سیدنا عدی بن ثابت نے خبر دی، کہا کہ میں نے براء رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا یا یوں بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انصار سے صرف مومن ہی محبت رکھے گا اور ان سے صرف منافق ہی بغض رکھے گا۔ پس جو شخص ان سے محبت کرے اس سے اللہ محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اس سے اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا (معلوم ہوا کہ انصار کی محبت نشان ایمان ہے اور ان سے دشمنی رکھنا بے ایمان لوگوں کا کام ہے)۔ (صحیح بخاری: ۳۷۸۳)۔

امام طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(من سب اصحابي، فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين) ترجمہ: ”جس نے میرے صحابہ کو گالیاں دیں، اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔“ (المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲۷۰۹)۔

اور صحابہ کرام کے بارے میں جلیل القدر صحابی سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص راہِ راست پر چلنا چاہے تو اسے چاہیے کہ ان لوگوں کے راستے پر چلے اور ان کی اقتدا اور پیروی کرے جو اس جہاں سے گزر گئے کہ زندوں کے بارے میں یہ اندیشہ موجود ہے کہ وہ دین میں کسی فتنہ اور ابتلا میں مبتلا ہو جائیں اور یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ہیں یہ حضرات امت میں سب سے زیادہ افضل ہیں ساری امت سب سے زیادہ ان کے دل نیکو کار، ان کا علم سب سے زیادہ گہرا، ان کے اعمال تکلف سے خالی، یہ وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی رفاقت وصحبت اور اقامت و خدمت کے لیے چنا، تو ان کا فضل وکمال پہچانو، اور ان کے آثار و طریقوں کی پیروی کرو اور حتی الوسع ان کے اخلاق اور ان کی سیرت ورَوِش اختیار کرو کہ بے شک یہ لوگ ہدایت مستقیم پر قائم تھے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ: ۱۰۹۷)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اہل سنت والجماعہ کے بارے میں کہا: یہ صحابہ کرام کے درمیان پیش آنے والے اختلافات پر خاموش رہتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ انکے تعلق سے طعن وتشنیع پر مبنی روایات میں کچھ جھوٹی ہیں، کچھ میں کمی بیشی ہے اور کچھ صحیح ہیں جن میں وہ معذور ہیں، یا تو وہ مجتہد صحیح ہیں یا پھر مجتہد خطا کار ہیں۔ (مجموع الفتاوی لابن تیمیہ: ۳ / ۱۵۵)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ انکے اس قدر فضائل اور مناقب ہیں کہ اگر ان سے کچھ غلطیوں بھی صادر ہوئی ہوں گی تو اسے اللہ معاف فرما دے گا، اس لیے کہ انکے پاس وہ نیکیاں ہیں جو بعد میں آنے والے نہیں حاصل کر سکتے، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ثابت ہے کہ انکا دور سب سے افضل دور ہے، اور بعد میں آنے والوں کی طرف سے احد پہاڑ کے برابر بھی صدقہ کیا گیا انکے ذریعے صدقہ میں دیئے گئے ایک مد کے برابر بھی نہیں ہوسکتا ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۳ / ۱۵۵)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ جو بھی علم وبصیرت کے ساتھ صحابہ کی سیرت پر غور کرے گا اور اللہ نے انہیں جن فضائل سے نوازا ہے اسے یقین ہو جائے گا کہ انبیاء کے بعد رہی سب سے بہتر ہیں، ان سے بہتر نہ کوئی کبھی تھا اور نہ ہو سکتے ہیں، اور اس خیر امت کے یہ سب سے چنندہ لوگ ہیں جن پر اللہ کا خصوصی فضل واحسان ہے۔ (الفتاوی: ۳ / ۱۵۶)۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا کہ صحابہ کرام کے فضائل کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے انکے حالات کو پڑھا ہوگا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں انکے کارناموں پر غور کیا ہوگا، اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کیسے انہوں نے ایمان اور کفار کے ساتھ جہاد کرنے اور دین کی اشاعت وتبلیغ کرنے میں کوشش کی ہے، اگر وہ نہ ہوتے تو یہ دین اپنے اصل اور فرع کسی بھی اعتبار سے ہم تک نہ پہنچتا، اور نہ ہی ہم سنن وفرائض کو سیکھ سکتے، اور نہ ہی ہم اخبار واحادیث کو جانتے۔

چنانچہ اگر کوئی ان پر طعن وتشنیع کرتا ہے تو وہ دین سے خارج ہو جائے گا، کیونکہ ان پر طعن

وہی کرسکتا ہے جو انہیں برا سمجھتا ہو اور انکے خلاف حقد وحسد رکھتا ہو، بلکہ وہ ان تمام فضائل اور مناقب کا منکر ہو جو کچھ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے حق میں بیان کئے ہیں، اور جو کچھ کتاب وسنت میں انکی تعریف وارد ہوئی ہے، اور یہ دین میں ہمارے لئے واسطہ ہیں، چنانچہ واسطے ہر طعن کرنا اصل دین پر طعن لازم آتا ہے، جیسا کہ ناقل کو کم تر سمجھنا منقول کے کم تر ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور یہ چیز بالکل عیاں اور ظاہر ہے ہر اس شخص کیلئے جو اس ہر غور کرے اور اسکا دل نفاق وزندقہ اور الحاد سے پاک ہو۔ (الکبائر: ۱/ ۲۳۷)۔



(۱۹) منہج سلف کا انیسواں اصول

طائفہ منصورہ ہی فرقہ ناجیہ ہے جو کہ اہل الحدیث والاثر ہیں، اور یہی وہ جماعت ہے جو سلف کے منہج پر قائم ہیں، چنانچہ جو بھی اس منہج اور طریقے کی مخالفت کرے گا اسکا شمار ان میں نہیں ہوگا گرچہ وہ انکی طرف منسوب کرے۔

ارشاد باری تعالی ہے :(وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ) ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔(التوبہ:۱۰۰)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ) ترجمہ: محمد اللہ کا رسول ہے اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں۔(الفتح:۲۹)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے :(إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ

مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ) ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کو جدا جدا کرلیا اور کئی گروہ بن گئے، تو کسی چیز میں بھی ان سے نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر وہ انھیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ (الانعام:۱۵۹)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ) ترجمہ: اور سیدھا راستہ اللہ ہی پر (جا پہنچتا) ہے اور ان میں سے کچھ (راستے) ٹیڑھے ہیں اور اگر وہ چاہتا تو ضرور تم سب کو ہدایت دے دیتا۔ (النحل:۹)۔

حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " افْتَرَقَتْ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، فَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ، وَافْتَرَقَتْ النَّصَارَى عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، فَإِحْدَى وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَتَفْتَرِقَنَّ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ "، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَنْ هُمْ؟ قَالَ: " الْجَمَاعَةُ ".

ترجمہ: سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہود اکہتر (۷۱) فرقوں میں بٹ گئے جن میں سے ایک جنت میں جائے گا اور ستر (۷۰) جہنم میں، نصاریٰ کے بہتر فرقے ہوئے جن میں سے اکہتر (۷۱) جہنم میں اور ایک جنت میں جائے

گا،قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی جن میں سے ایک فرقہ جنت میں جائے گا، اور بہتر (۷۲) فرقے جہنم میں"، عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! وہ کون ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" الجماعۃ"۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۹۹۲)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ فرقہ ناجیہ میں کم از کم اتنا ضرور ہونا چاہئے کہ وہ اپنے اصول دین میں متفق ہو، جیسے کہ اہل سنت والجماعہ اپنے اصول دین میں متفق ہیں۔ (منہاج السنہ: ۳ / ۴۸۴)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اگر فرقہ ناجیہ میں صحابہ کرام آسکتے ہیں تو پھر آخر وہ لوگ کیوں نہیں آسکتے جو صحابہ ہی کے منہج پر قائم ہیں جنہیں اہل سنت والجماعہ کہتے ہیں کیونکہ یہ انہیں کا شعار ہے۔ (منہاج السنہ: ۱ / ۱۲۱)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اس سے واضح ہوا کہ فرقہ ناجیہ کے مستحق سب سے زیادہ یہی اہل الحدیث والسنہ ہیں، کہ جن کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی امام متبوع نہیں ہے جسکے لئے یہ تعصب کریں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کے بارے میں یہی سب سے زیادہ جانکاری رکھتے ہیں، اور احادیث رسول کے اندر سب سے زیادہ صحیح ضعیف کی تمیز بھی یہی رکھتے ہیں، اور انکے جو ائمہ ہیں وہ حدیث میں فقہاء ہیں، اسکے معانی کو یہ سب سے زیادہ سمجھتے ہیں، اسکی اتباع کرتے ہیں اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں اور اس سے محبت بھی کرتے ہیں، بلکہ جو بھی حدیثوں سے محبت کرتا ہے اس سے بھی یہ محبت کرتے ہیں اور جو اس

سے دشمنی کرتا ہے اس سے یہ دشمنی کرتے ہیں، یہ مجمل اور متشابہ نصوص کو محکم نصوص کی طرف پھیر دیتے ہیں، یہ اپنی طرف سے کوئی اصول بنا کر اسے دین کا اصول ثابت نہیں کرتے، بلکہ یہ کتاب وسنت ہی کو اصل کی حیثیت مانتے ہیں اور اسی پر اعتماد کرتے ہیں۔ (مجموع الفتاوی: ۳/ ۳۴۷)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہیکہ آپ کی امت میں ایک گروہ حق پر قائم رہے گا اسکی مخالفت کرنے والا قیامت تک اسے نقصان نہیں پہونچا سکتا ہے۔

چنانچہ اللہ کا یہ پودا جسے ان لوگوں نے اس کے دین میں لگایا ہے اسی طرح یہ اسکے علم کا پودا بھی لوگوں کے دلوں میں لگاتے رہیں گے، جنہیں اللہ نے اس کا اہل بنایا ہے اور ان سے راضی ہوا ہے، وہ ان کے وارث ہوں گے جیسے یہ اپنے پہلے کے لوگوں کیلئے وارث ہیں، اس طرح قیامت تک زمین پر اللہ کی حجتیں ختم نہیں ہوں گی اور یہ جماعت باقی رہے گی۔ (مفتاح دار السعادہ: ۱/ ۱۴۸)۔



(۲۰) منہج سلف کا بیسواں اصول

یہ تمام ملتوں اور فرقوں میں درمیانی حصے پر رہتے ہیں جو کہ معتدل اور بہتر راہ ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:(وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا) ترجمہ: ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہوجاؤ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر گواہ ہوجائیں۔(البقرہ: ۱۴۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا) ترجمہ:اور نہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا کر لے اور نہ اسے کھول دے، پورا کھول دینا، ورنہ ملامت کیا ہوا، تھکا ہارا ہو کر بیٹھ رہے گا۔(الاسراء: ۲۹)۔

حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" لَنْ يُنَجِّيَ أَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ"، قَالُوا: وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ:" وَلَا أَنَا، إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِي اللَّهُ بِرَحْمَةٍ سَدِّدُوا، وَقَارِبُوا وَاغْدُوا، وَرُوحُوا وَشَيْءٌ مِنَ الدُّلْجَةِ وَالْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوا".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دلا سکے گا۔" صحابہ نے عرض کی اور آپ کو بھی نہیں یا رسول اللہ؟ فرمایا "اور مجھے بھی نہیں، سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت کے سایہ میں لے لے۔ پس تم کو چاہیئے کہ درستی کے ساتھ عمل کرو اور میانہ روی اختیار کرو۔ صبح اور شام، اسی طرح رات کو ذرا سا چل لیا کرو اور اعتدال کے ساتھ چلا کرو منزل مقصود کو پہنچ جاؤ گے۔" (صحیح بخاری: ۶۴۶۳)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَأَبْشِرُوا وَاسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک دین آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب آجائے گا (اور اس کی سختی نہ چل سکے گی) پس (اس لیے) اپنے عمل میں پختگی اختیار کرو۔ اور جہاں تک ممکن ہو میانہ روی برتو اور خوش ہو جاؤ (کہ اس طرز عمل سے تم کو دارین کے فوائد حاصل ہوں گے) اور صبح اور دوپہر اور شام اور کسی قدر رات میں (عبادت سے) مدد حاصل کرو۔ (نماز پنج وقتہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ پابندی سے ادا کرو۔) (صحیح بخاری: ۳۹)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، قَالَ: " إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ ".

ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب کسی میں نرمی ہو تو اس کی زینت ہو جاتی ہے اور جب نرمی نکل جائے تو عیب ہو جاتا ہے۔“ (صحیح مسلم: ۲۵۹۴)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي امْرَأَةٌ، فَقَالَ: مَنْ هَذِهِ؟ فَقُلْتُ: امْرَأَةٌ لَا تَنَامُ، تُصَلِّي، قَالَ: " عَلَيْكُمْ مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ، فَوَاللَّهِ لَا يَمَلُّ اللَّهُ حَتَّى تَمَلُّوا، وَكَانَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيْهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ ".

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”یہ کون ہے؟“ میں نے کہا: یہ ایسی عورت ہے جو سوتی نہیں اور نماز پڑھتی رہتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عمل اتنا کرو جتنی تم کو طاقت ہو۔ قسم ہے اللہ کی کہ اللہ ثواب دینے سے نہیں تھکے گا اور تم تھک جاؤ گے۔“ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کی عبادتوں میں سے وہی پسند تھی جو ہمیشہ ہو۔ (صحیح مسلم: ۷۸۵)۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کا دین غلو کرنے والے اور کوتاہی کرنے

والے کے درمیان ہے، اسلئے میانہ روی کو لازم پکڑو، کیونکہ اسی کی طرف کوتاہی کرنے والے اور غلو کرنے والے پلٹ کر آئیں گے۔ (مجمع الآداب فی معجم الالقاب: ۴/ ۴۴۱)۔

اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سنت میں میانہ روی بدعت میں زیادہ محنت کرنے سے بہتر ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۴۸۸)۔

ابن کثیر رحمہ اللہ نے (وسطا) کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ اس کا معنی عدل کرنے والا، چنندہ ہے یعنی تمہاری عدالت کی گواہی تمام امتوں میں مسلم ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۵/ ۴۰۰)۔

جیسا کہ صحیح بخاری کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" يَجِيءُ نُوحٌ وَأُمَّتُهُ، فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: هَلْ بَلَّغْتَ؟، فَيَقُولُ: نَعَمْ أَيْ رَبِّ، فَيَقُولُ لِأُمَّتِهِ: هَلْ بَلَّغَكُمْ؟، فَيَقُولُونَ: لَا مَا جَاءَنَا مِنْ نَبِيٍّ، فَيَقُولُ: لِنُوحٍ مَنْ يَشْهَدُ لَكَ؟، فَيَقُولُ: مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمَّتُهُ فَنَشْهَدُ أَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ وَهُوَ قَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ سورة البقرة آية 143 وَالْوَسَطُ الْعَدْلُ".

ترجمہ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "(قیامت کے دن) نوح علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا، کیا (میرا پیغام) تم نے پہنچا دیا تھا؟ نوح علیہ السلام عرض کریں گے میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا تھا۔ اے رب العزت! اب اللہ تعالیٰ ان کی امت سے دریافت فرمائے گا، کیا (نوح علیہ

السلام نے) تم تک میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ جواب دیں گے نہیں، ہمارے پاس تیرا کوئی نبی نہیں آیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے دریافت فرمائے گا، اس کے لیے آپ کی طرف سے کوئی گواہی بھی دے سکتا ہے؟ وہ عرض کریں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت (کے لوگ میرے گواہ ہیں) چنانچہ ہم اس بات کی شہادت دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اپنی قوم تک پہنچایا تھا اور یہی مفہوم اللہ جل ذکرہ کے اس ارشاد کا ہے (وکذلك جعلناكم أمة وسطا لتكونوا شهداء على الناس) "اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا' تاکہ تم لوگوں پر گواہی دو۔" اور" وسط" کے معنی درمیانی کے ہیں۔ (صحیح بخاری: ۳۳۳۹)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ اس امت کے تمام فرقوں میں میانہ روی اختیار کرنے والے ہیں اسی طرح جس طرح تمام امتوں میں امت محمدیہ ہے، چنانچہ یہ صفات باری میں اہل تعطیل جہمیہ اور اہل تمثیل مشبہہ کے درمیان ہیں، اسی طرح افعال باری کے باب میں قدریہ اور جبریہ کے درمیان ہیں، اللہ کے وعید کے باب میں مرجئہ اور قدریہ وعیدیہ کے درمیان ہیں، اسماء ایمان و دین کے باب میں حروریہ و معتزلہ اور مرجئہ وخوارج کے درمیان ہیں اور صحابہ کے باب میں روافض اور خوارج کے درمیان ہیں۔ (مجموع الفتاوی: ۳/ ۱۴۱)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اہل سنت والجماعہ کے بارے میں کہا کہ یہ اسماء واحکام اور وعد و وعید کے باب میں ان وعیدیہ کے درمیان جو اہل کبائر مسلمانوں کو مخلد فی النار کہتے ہیں، انہیں ایمان سے بالکلیہ خارج کر دیتے ہیں اور شفاعت رسول کی تکذیب کرتے ہیں اور ان

مرجئہ کے درمیان ہیں جو کہتے ہیں کہ فاسق وفاجر کا ایمان انبیاء کے ایمان جیسا ہے اور اعمال صالحہ دین وایمان سے نہیں ہیں، اور جو وعید اور عقاب کی بالکلیہ تکذیب کرتے ہیں، جب کہ اہل سنت والجماعہ کا یہ ایمان ہے کہ فاسق وفاجر مسلمانوں کے ساتھ بھی کچھ نہ کچھ اور اصل ایمان ہوتا ہے، ہاں اس قدر ایمان نہیں ہوتا کہ جس سے اولین فرصت میں جنت واجب ہو جائے، انکے یہاں یہ مخلد فی النار بھی نہیں ہوں گے، بلکہ ہر اس شخص کو جنت سے نکالا جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا، اور یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے اہل کبائر کے حق میں شفاعت کریں گے ۔(مجموع الفتاوی: ۳/ ۳۷۴)۔

اسی تعلق سے ایک دوسری جگہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ نے انہیں وسط، میانہ رو، عادل اور چننده کہا ہے چنانچہ یہ توحید اسماء وصفات کے باب میں، اسی طرح اسکے رسولوں اور اسکی کتابوں پر ایمان لانے، اور احکام شریعت کے اوامر ونواہی نیز حلال وحرام کے باب میں یہ میانہ روی اختیار کرنے والے ہیں ۔(مجموع الفتاوی: ۱/ ۶۹)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل سنت والجماعہ امت کے تمام فرقوں میں وسط ہیں جس طرح یہ امت تمام امتوں میں وسط ہے، انکے علوم ومعارف کا چراغ ایک ایسے مبارک درخت زیتون سے روشن کیا جاتا ہے، جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی ۔اس کا تیل قریب ہے کہ روشن ہو جائے، خواہ اسے آگ نے نہ چھوا ہو ۔نور پر نور ہے، اللہ اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے.(الفوائد: ۱/ ۱۸۰)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اللہ تعالی نے جس بھی چیز کا حکم دیا شیطان نے اس

میں دو حیلے اپنائے: یا تو کوتاہی اور کمی کا حیلہ یا افراط اور غلو کا، پھر اسے کوئی پرواہ نہیں ہوتا کہ بندوں کا شکار وہ کس حیلے سے کرتا ہے، چنانچہ وہ بندے کے دل کے پاس آ کر دیکھتا ہے اگر اسکے اندر کمی کوتاہی اور سستی دیکھتا ہے تو اسی حیلے سے اسے بہکاتا ہے پھر اسے پست ہمت بنا کر بیٹھا دینا چاہتا ہے، اور کام نہ کرنے کیلئے سو بہانے اور ہزار تاویلیں سکھاتا ہے، بسا اوقات بندہ اپنے جملہ حقوق تک کو چھوڑ بیٹھتا ہے۔

اور اگر اسکے پاس بیداری، چستی، سرگرمی اور ہمت دیکھتا ہے اور وہ مایوس ہو جاتا ہے کہ اسے اس باب سے بہلا سکے تو پھر وہ اسے زائد محنت کرنے کا وسوسہ دلاتا ہے اور یہ بات دل میں بٹھانے کی کوشش کرتا ہے کہ جو وہ کررہا ہے یہ کافی نہیں ہے اس سے اور آگے جانے کی ضرورت ہے، عبادات میں اب سے آگے بڑھنے کی ضرورت ہے حتی کہ وضو کرتے وقت صرف تین بار دھلنے پر اکتفا نہیں کرتا، بلکہ سات بار دھلنا چاہئے، اور وضو کی ضرورت ہو تو غسل کرنا چاہئے، اسی کو افراط اور غلو کہتے ہیں، یہ بھی صراط مستقیم اور جادہ حق سے تجاوز کرنا ہے، چنانچہ جس طرح پہلے کو کوتاہ بنا دیا دوسرے کو غلو کرنے والا بنا دیا، مقصود دونوں کو صراط مستقیم سے ہٹانا ہے، ایک اس کے قریب نہ ہو پائے اور دوسرا اس سے تجاوز کر جائے۔ (الوابل الصیب: ۱/ ۱۷)۔



(۲۱) منہج سلف کا اکیسواں اصول

علمائے ربانیین کا احترام کرنا اور ان سے آگے نہ بڑھنا، پیش آمدہ مسائل کو انکی طرف لوٹانا اور تعالم یعنی جھوٹ میں عالم بننے کی مذمت کرنا۔

ارشاد باری تعالی ہے :(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔(الحجرات:۱)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ) ترجمہ: سوذ کروالوں سے پوچھ لو، اگر تم شروع سے نہیں جانتے۔(النحل:۴۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے :(قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ) ترجمہ: کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو بے حیائی کی باتوں کو ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے۔ اور اس کو بھی کہ تم کسی کو خدا کا شریک بناؤ جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس کو بھی کہ خدا کے بارے میں ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں ۔(الاعراف:۳۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے :(وَمَنۡ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ الۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتۡ مَصِيرًا) ترجمہ: اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔ (النساء:۱۱۵)۔

حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنِ ابۡنِ أَبِي مُلَيۡكَةَ، قَالَ: كَادَ الۡخَيِّرَانِ أَنۡ يَهۡلِكَا أَبُو بَكۡرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنۡهُمَا رَفَعَا أَصۡوَاتَهُمَا عِنۡدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ، حِينَ قَدِمَ عَلَيۡهِ رَكۡبُ بَنِي تَمِيمٍ، فَأَشَارَ أَحَدُهُمَا بِالۡأَقۡرَعِ بۡنِ حَابِسٍ أَخِي بَنِي مُجَاشِعٍ، وَأَشَارَ الۡآخَرُ بِرَجُلٍ آخَرَ، قَالَ نَافِعٌ: لَا أَحۡفَظُ اسۡمَهُ، فَقَالَ أَبُو بَكۡرٍ لِعُمَرَ: مَا أَرَدۡتَ إِلَّا خِلَافِي، قَالَ: مَا أَرَدۡتُ خِلَافَكَ، فَارۡتَفَعَتۡ أَصۡوَاتُهُمَا فِي ذَلِكَ، فَأَنۡزَلَ اللَّهُ: يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرۡفَعُوا أَصۡوَاتَكُمۡ سورة الحجرات آية ٢ الۡآيَةَ، قَالَ ابۡنُ الزُّبَيۡرِ: فَمَا كَانَ عُمَرُ يُسۡمِعُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ بَعۡدَ هَذِهِ الۡآيَةِ حَتَّى يَسۡتَفۡهِمَهُ، وَلَمۡ يَذۡكُرۡ ذَلِكَ عَنۡ أَبِيهِ يَعۡنِي أَبَا بَكۡرٍ.

ترجمہ: ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ قریب تھا کہ وہ سب سے بہتر افراد تباہ ہو جائیں یعنی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ان دونوں حضرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آواز بلند

کر دی تھی۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب بنی تمیم کے سوار آئے تھے (اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے درخواست کی کہ ہمارا کوئی امیر بنا دیں) ان میں سے ایک (عمر رضی اللہ عنہ) نے مجاشع کے اقرع بن حابس کے انتخاب کے لیے کہا تھا اور دوسرے (ابو بکر رضی اللہ عنہ) نے ایک دوسرے کا نام پیش کیا تھا۔ نافع نے کہا کہ ان کا نام مجھے یاد نہیں۔ اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کا ارادہ مجھ سے اختلاف کرنا ہی ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا ارادہ آپ سے اختلاف کرنا نہیں ہے۔ اس پر ان دونوں کی آواز بلند ہوگئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری (يا أيها الذين آمنوا لا ترفعوا أصواتكم) "اے ایمان والو! اپنی آواز کو نبی کی آواز سے بلند نہ کیا کرو" الخ۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اتنی آہستہ آہستہ بات کرتے کہ آپ صاف سن بھی نہ سکتے تھے اور دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا۔ انہوں نے اپنے نانا یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق اس سلسلے میں کوئی چیز بیان نہیں کی۔ (صحیح بخاری: ۴۸۴۵)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ إِنِّي أَجْرَيْتُ أَنَا وَصَاحِبٌ لِي فَرَسَيْنِ نَسْتَبِقُ إِلَى ثُغْرَةِ ثَنِيَّةٍ فَأَصَبْنَا ظَبْيًا وَنَحْنُ مُحْرِمَانِ فَمَاذَا تَرَى فَقَالَ عُمَرُ لِرَجُلٍ إِلَى جَنْبِهِ تَعَالَ حَتَّى أَحْكُمَ أَنَا وَأَنْتَ قَالَ فَحَكَمَا عَلَيْهِ بِعَنْزٍ فَوَلَّى الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ هَذَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ لَا

يَسْتَطِيعُ أَنْ يَحْكُمَ فِي ظَبْيٍ حَتَّى دَعَا رَجُلًا يَحْكُمُ مَعَهُ فَسَمِعَ عُمَرُ قَوْلَ الرَّجُلِ فَدَعَاهُ فَسَأَلَهُ هَلْ تَقْرَأُ سُورَةَ الْمَائِدَةِ قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَعْرِفُ هَذَا الرَّجُلَ الَّذِي حَكَمَ مَعِي فَقَالَ لَا فَقَالَ لَوْ أَخْبَرْتَنِي أَنَّكَ تَقْرَأُ سُورَةَ الْمَائِدَةِ لَأَوْجَعْتُكَ ضَرْبًا ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ فِي كِتَابِهِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ وَهَذَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ۔

ترجمہ: محمد بن سرین سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمر بن خطاب کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنے ساتھی کے ساتھ گھوڑے ڈالے ایک تنگ گھاٹی میں تو مارا ہم نے ہرن کو اور ہم دونوں احرام باندھے ہوئے تھے حضرت عمر نے ایک شخص کو جوان کے پہلو میں بیٹھا تھا بلایا اور کہا آؤ ہم تم مل کر حکم کر دیں تو دونوں نے مل کر ایک بکری کا حکم کیا وہ شخص پیٹھ موڑ کر چلا اور کہنے لگا یہ ہیں امیر المومنین ایک ہرن کا فیصہ اکیلے نہ کر سکے جب تک کہ ایک اور شخص کو اپنے ساتھ نہ بلایا۔ حضرت عمر نے یہ بات سن لی تو اس پکارا اور کہا تو نے سورت مائدہ پڑھی ہے وہ بولا نہیں حضرت عمر بولے تو اس شخص کو پہچانتا ہے جس نے میرے ساتھ مل کر فیصلہ کیا اس نے کہا نہیں حضرت عمر نے کہا اگر تو یہ کہتا کہ میں نے سورت مائدہ پڑھی ہے تو اس وقت میں تجھے مارتا پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اپنی کتاب میں تجویز کر دیں جزا کر دو عادل تم میں سے وہ ہدی ہو جو پہنچے مکہ میں اور یہ شخص عبد الرحمن بن عوف ہے۔ (موطا امام مالک: ۲۳۱)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِيهِ، سَمِعْتَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: " إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يَتْرُكْ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: "اللہ تعالیٰ اس طرح پر علم نہ اٹھائے گا کہ لوگوں کے دلوں سے چھین لے لیکن اس طرح اٹھائے گا کہ عالموں کو اٹھالے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا تو لوگ اپنے سردار جاہلوں کو بنالیں گے وہ بن جانے فتویٰ دیں گے اور خود گمراہ ہوں گے اور اوروں کو بھی گمراہ کریں گے۔" (صحیح مسلم: ۲۶۷۳)۔

اور صحیح بخاری کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ:" يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَنْ عَلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِهِ، وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ، فَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ يَقُولَ: لِمَا لَا يَعْلَمُ اللَّهُ أَعْلَمُ، قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ سورة ص آية ۸۶۔

ترجمہ: مسروق سے مروی ہے کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا: اے لوگو! جس شخص کو کسی چیز کا علم ہو تو وہ اسے بیان کرے اگر علم نہ ہو تو کہے کہ اللہ ہی کو زیادہ علم ہے کیونکہ یہ بھی علم ہی ہے کہ جو چیز نہ جانتا ہو اس کے متعلق کہہ دے کہ اللہ ہی

زیادہ جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کہہ دیا تھا (قل ما أسألکم علیه من أجر وما أنا من المتکلفین) کہ" آپ کہہ دیجئیے کہ میں تم سے اس قرآن یا تبلیغ وحی پر کوئی اجرت نہیں چاہتا ہوں اور نہ میں بناوٹ کرنے والا ہوں۔ (صحیح بخاری: ۴۸۰۹)۔

حیوہ بن شریح سے مروی ہیکہ عقبہ بن مسلم نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم ہے، پھر دوبارہ وہی سوال کیا گیا تو آپ نے کہا کہ کیا تم ہماری پشت کو اپنے لئے جہنم میں پل بناؤ، یہ جا کر کہو کہ اس مسئلے میں ہمیں ابن عمر نے فتوی دیا تھا؟! (جامع بیان العلم وفضلہ: ۱۵۸۵)۔

امام شاطبی رحمہ اللہ نے کہا کہ دلیل شرعی میں دیکھنے والے کیلئے ضروری ہیکہ وہ اس میں سلف کے فہم کی رعایت کرے، اور یہ بھی دیکھے کہ ان لوگوں نے اس پر کیسے عمل کیا ہے، یہی درستگی کے زیادہ لائق اور علم وعمل میں زیادہ مضبوط اور قوی ہے۔ (الموافقات للشاطبی: ۳/ ۲۸۹)۔

آپ نے مزید کہا کہ سلف کی مخالفت سے بچو! اگر کوئی فضیلت اور نیکی ہوتی تو ضرور سلف اسکے زیادہ حقدار تھے۔ (مصدر سابق)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ مفتی کیلئے ضروری ہیکہ حوادث اور واقعات کو قواعد اور اصولوں کی روشنی میں حل کرنا جانتا ہو۔ (الاستقامہ: ۱/ ۱۱)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ کوئی بھی قول جس میں متاخرین متقدمین سے منفرد ہوں اور سلف میں سے کسی نے اسے اختیار نہ کیا ہو تو وہ غلط ہوسکتا ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبل

رحمہ اللہ نے کہا کہ کسی ایسے مسئلے میں گفتگو کرنے سے باز رہا جس میں تمہارا کوئی رہنما نہ ہو۔(الفتاوی الکبری:۲/۷۱)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر حدیث کی دلالت بالکل واضح ہو ہر شخص کیلئے اس میں ایک معنی کے سوا کوئی دوسرا احتمال نہ ہو تو پھر ضروری ہیکہ وہ اس پر عمل کرے، اور اسی کا فتوی دے، اور اس پر کسی فقیہ یا امام سے تزکیہ نہ لے، کیونکہ اصل حجت اور دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے، گرچہ دوسرے مخالفت کریں، لیکن اگر اس حدیث کی دلالت مخفی ہو اسکا مراد واضح نہ ہو تو پھر اسکے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس پر عمل کرے یا اپنی فہم سے اس پر فتوی دے یہاں تک کہ وہ اسکے بارے میں دوسرے سے سوال نہ کرلے اور حدیث کا مطلب اور مراد سیکھ نہ لے۔(اعلام الموقعین:۴/۲۳۵)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ ایک مفتی کو اللہ کا خوف کھانا چاہئے اس بات سے کہ وہ سائل کو فتوی اپنے اس مذہب کے مطابق دے جسکی وہ تقلید کرتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے کہ اس مسئلے میں دوسرے کا مذہب دلیل کے اعتبار سے زیادہ راجح ہے۔(اعلام الموقعین:۴/۱۳۵)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا کہ کوئی اس وقت تک فتوی نہ دے جب تک اسکے اندر پانچ امور پائے نہ جائیں:

پہلا: اخلاص نیت، کیونکہ اخلاص نہ ہونے سے اس کے پاس نور نہیں ہوگا اور پھر اسکے کلام میں بھی اس نور اثر نہیں ہوگا۔

دوسرا: علم، حکم و بردباری اور وقار وسکینت۔

تیسرا: مضبوط بصیرت اور قوی معرفت۔

چوتھا: کافی اور شافی جواب دینے کی ہمت۔

پانچواں: لوگوں کے احوال کی معرفت۔(اعلام الموقعین: ۴ / ۱۹۹)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ مفتیوں کی چار قسمیں ہیں: ان میں سے ایک وہ عالم ہے جو کتاب وسنت اور اقوال صحابہ کی معرفت رکھتا ہو، یہی پیش آمدہ دقیق مسائل میں اجتہاد کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے بایں طور کہ شرعی دلائل کی روشنی میں مقاصد تک پہونچ سکتا ہے، بسا اوقات اس طرح کے مسائل میں دوسرے کی تقلید بھی کرسکتا ہے جو اسکے اجتہاد کے منافی نہیں ہے، چنانچہ آپ ائمہ دین کو پاؤ گے کہ وہ شرعی احکام میں اپنے سے زیادہ جانکار لوگوں کی بسا اوقات تقلید کیا کرتے تھے جیسا کہ امام شافعی سے حج کے ایک مسئلے میں مروی ہیکہ میں نے یہ فتوی عطاء کی تقلید میں دیا ہے۔ چنانچہ اس طرح کی تقلید فتوی دینے میں جائز ہے۔(اعلام الموقعین: ۴ / ۱۶۲)۔



(۲۲) منہج سلف کا بائیسواں اصول

مسلم حکام کیلئے سمع وطاعت کرنا گرچہ وہ ظالم اور فاسق ہوں، شرعی نصوص پر عمل کرتے ہوئے انکے لئے بیعت کو واجب سمجھنا اور انکے خلاف خروج و بغاوت کو حرام سمجھنا۔

اہل سنت والجماعہ کے نزدیک یہ اصول معروف ہے اور یہ اسے اپنی عقائد کی کتابوں میں ذکر کرتے ہیں، اور اسی اصول کی بنیاد پر ایک سنی ایک بدعتی سے ممتاز ہوتا ہے، بعد میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اس اصول کے اندر تحریف کر ڈالا بایں طور کہ سمع وطاعت کو صرف عادل نیک حاکم کیلئے خاص کر دیا اور ظالم حاکم کے خلاف خروج و بغاوت کو جائز کر دیا، اس طرح انہوں نے بہت ساری احادیث آثار کی مخالفت کی اور فاجر خوارج کی راہ پر چل پڑے، پھر خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا، جبکہ حقیقت یہ ہیکہ حکام کی اطاعت کرنا اللہ کی اطاعت کرنے میں شامل ہے، اسی لئے معصیت میں انکی اطاعت نہیں کی جائے گی، بلکہ اطاعت صرف معروف کاموں میں ہوگی۔

ارشاد باری تعالی ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں۔ (النساء:۵۹)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا) ترجمہ: اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول کی طرف اور اپنے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ اسے ضرور جان لیتے جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بہت تھوڑے لوگوں کے سوا تم سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔(النساء:٨٣)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا) ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس کی طرف اور رسول کی طرف آؤ تو تُو منافقوں کو دیکھے گا کہ تجھ سے منہ موڑ لیتے ہیں، صاف منہ موڑنا۔(النساء:٦٣)۔

حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(تَسْمَعُ وَتُطِيعُ لِلْأَمِيرِ، وَإِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ، وَأُخِذَ مَالُكَ فَاسْمَعْ وَأَطِعْ) ترجمہ: اگر تو ایسے زمانہ میں ہو تو سن اور مان حاکم کی بات کو اگرچہ وہ تیری پیٹھ پھوڑے اور تیرا مال لے لے پر اس کی بات سنے جا اور اس کا حکم مانتا رہ۔(صحیح مسلم:١٨٤٧)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: " بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ، وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ، وَعَلَى أَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَعَلَى أَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ، وَعَلَى أَنْ نَقُولَ بِالْحَقِّ أَيْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللَّهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ "۔

ترجمہ: سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم نے بیعت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے اور بات ماننے پر سختی اور راحت میں، خوشی اور ناخوشی میں اور گو ہمارے حق کا خیال نہ رکھا جائے اور اس امر پر کہ ہم جھگڑا نہ کریں گے اس شخص کی سرداری میں جو اس کے لائق ہے، اور ہم سچ بات کہیں گے جہاں ہوں گے، اللہ کی راہ میں ہم کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ (صحیح بخاری: ۷۱۹۹، صحیح مسلم: ۱۷۰۹)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ، وَمَنْ يُطِعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي وَإِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ، فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَعَدَلَ، فَإِنَّ لَهُ بِذَلِكَ أَجْرًا، وَإِنْ قَالَ بِغَيْرِهِ، فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ) "۔ ترجمہ: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی، اس نے میری نافرمانی کی۔ امام کی مثال ڈھال جیسی ہے کہ اس کے پیچھے رہ کر اس کی آڑ میں (یعنی اس کے ساتھ ہو کر) جنگ کی جاتی ہے۔ اور اسی کے ذریعہ (دشمن کے حملہ سے) بچا جاتا ہے، پس اگر امام تمہیں اللہ سے ڈرتے

رہنے کا حکم دے اور انصاف کرے اس کا ثواب اسے ملے گا لیکن اگر بے انصافی کرے گا تو اس کا وبال اس پر ہوگا۔(صحیح بخاری:۲۹۵۷)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: " عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيمَا أَحَبَّ وَ كَرِهَ، إِلَّا أَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِنْ أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ "،

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"مسلمان پر سننا اور ماننا واجب ہے (حاکم کی بات کا) خواہ اس کو پسند ہو یا نہ ہو مگر جب حکم کیا جائے گناہ کا تو نہ سننا چاہیئے نہ ماننا چاہیئے۔"(صحیح مسلم:۱۸۳۹)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ:" كُنَّا إِذَا بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، يَقُولُ لَنَا: فِيمَا اسْتَطَعْتُمْ ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے اور اطاعت کرنے کی بیعت کرتے تو آپ ہم سے فرماتے کہ جتنی تمہیں طاقت ہو۔(صحیح بخاری:۷۲۰۲)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: " جَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُطِيعٍ، حِينَ كَانَ

مِنْ أَمْرِ الْحَرَّةِ مَا كَانَ زَمَنَ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: اطْرَحُوا لِأَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ وِسَادَةً، فَقَالَ: إِنِّي لَمْ آتِكَ لِأَجْلِسَ أَتَيْتُكَ لِأُحَدِّثَكَ حَدِيثًا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُهُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللَّهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ، وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً "۔

ترجمہ: سیدنا نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عبداللہ بن مطیع کے پاس آئے جب حرہ کا واقعہ ہوا یزید بن معاویہ کے زمانہ میں، اس نے مدینہ منورہ پر لشکر بھیجا اور مدینہ والے حرہ میں جو ایک مقام ہے مدینہ سے ملا ہوا قتل ہوئے اور طرح طرح کے ظلم مدینہ والوں پر ہوئے۔ عبداللہ بن مطیع نے کہا: ابوعبدالرحمٰن کے لیے تو شک بچھاؤ۔ انہوں نے کہا: میں اس لیے نہیں آیا کہ بیٹھوں بلکی ایک حدیث تجھ کو سنانے کے لیے آیا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ”جو شخص اپنا ہاتھ نکال لے اطاعت سے وہ قیامت کے دن اللہ سے ملے گا اور کوئی دلیل اس کے پاس نہ ہوگی اور جو شخص مر جائے اور کسی سے اس نے بیعت نہ کی ہو تو اس کی موت جاہلیت کی سی ہو گی۔“ (صحیح مسلم: ۱۸۵۱)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: " مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص حاکم کی اطاعت سے باہر ہو جائے اور جماعت کا ساتھ چھوڑ دے پھر وہ مرے تو اس کی موت جاہلیت کی سی ہوگی۔(صحیح مسلم: ۱۸۴۸)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا، وَإِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ".

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”سنو اور اطاعت کرو، خواہ تم پر کسی ایسے حبشی غلام کو ہی عامل بنایا جائے جس کا سر منقیٰ کی طرح چھوٹا ہو۔“(صحیح بخاری: ۷۱۴۲)۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حکام کی سمع وطاعت اور مسلمانوں کی متحدہ جماعت کو لازم پکڑو، کیونکہ یہی وہ اللہ کی رسی ہے جسے مضبوطی کے ساتھ پکڑنے کا حکم آیا ہے، اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہ کر جو تمہیں ناپسند کرتے ہو وہ بہتر ہے ان چیزوں سے جنہیں تم اختلاف اور انتشار میں پسند کرتے ہو، اللہ تعالی نے ہر چیز کیلئے ایک حد متعین کر دی ہے، اور یہ دین مکمل ہو چکا ہے، اس میں لوگ دھیرے دھیرے کمی کریں گے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۳۳۷)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ تمام علمائے امت کا اجماع ہیکہ جمعہ عیدین، حج اور

جہاد ہر اچھے برے حاکم کے ساتھ ادا کیا جائے گا، انہیں زکاۃ کا مال، عشر اور خراج دیا جائے گا، آدمی اگر نیک ہے تو حاکم کا ظلم اور فسق وفجور اسے کوئی نقصان نہیں پہونچائے گا جس طرح کہ اگر آدمی برا ہے تو حاکم کا عدل وانصاف اسے کچھ بھی فائدہ نہیں پہونچائے گا۔

معروف کاموں میں حکام کی اطاعت واجب ہے گرچہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو سوائے معصیت کے کاموں میں، کیونکہ اللہ کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے، اسکے بعد یہ اعتقاد رکھنا کہ حکام ورعایا سب کو نصیحت کرنا اور انکے ساتھ خیر خواہی رکھنا واجب ہے اور تمام مسلمانوں سے محبت کرنا بایں طور کہ جو اپنے لئے پسند ہو وہی انکے لئے پسند کریں اور جو اپنے لئے ناپسند ہو وہی انکے لئے بھی ناپسند کریں۔ (قاعدۃ مختصرۃ فی وجوب طاعۃ اللہ ورسولہ وولاۃ الامور: ۱/ ۱۵)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ ضروری ہیکہ امارت کو دین اور نیکی سمجھا جائے جس کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے: کیونکہ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کے ذریعے تقرب حاصل کرنا سب سے بڑی نیکی ہے۔لیکن اکثر کی حالت فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ ان کا مقصد اقتدار یا مال کا حصول ہوتا ہے۔ (السیاسۃ الشرعیہ: ۱/ ۲۳۳)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ کی حکمت پر غور کریں کہ کس طرح اللہ نے لوگوں پر حکام کو انکے اعمال ہی کے نتیجے میں متعین کیا ہے، چنانچہ انکے امراء وحکام انکے اعمال ہی کی شکلیں ہیں، اسی لئے اگر یہ سدھر جائیں تو انکے حکام بھی سدھر جائیں گے، اور اگر یہ انصاف پسند ہو جائیں تو انکے حکام بھی انصاف پسند ہو جائیں، اور اگر یہ ظلم کریں گے تو انکے حکام بھی ظلم کریں گے، اگر

انکے اندر مکر اور دھوکہ ہوگا تو انکے حکام کے یہاں بھی ایسا ہی ہوگا، اگر یہ اللہ کے حقوق کو روکیں گے تو انکے حکام پر جو حقوق ہیں وہ بھی انہیں روکیں گے، اگر یہ کمزوروں پر ظلم کریں گے اور ناحق دوسروں کا مال کھائیں گے تو انکے حکام بھی ناحق ٹیکس لاگو کر کے ظلم کریں گے، سو ان کے حکام انہیں کے اعمال کی شکلیں ہیں، کیونکہ یہی اللہ کی حکمت ہے کہ وہ بروں پر انہیں کے جنس سے حکام متعین کرتا ہے، اسی لئے جب قرون اولی کے لوگ نیک تھے تو انکے حکام بھی نیک تھے، لیکن جب لوگوں میں برائیاں در آئیں تو انکے حکام بھی اسی طرح ہو گئے، سو اللہ کی حکمت سے یہ بہت بعید ہیکہ اس وقت وہ ہم جیسے لوگوں پر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبد العزیز جیسے حکام متعین کردے چہ جائیکہ وہ ہم پر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما جیسے حکام متعین کرے، بلکہ ہمارے حکام ہمارے ہی نصیب کے ہیں اور پہلے کے حکام پہلوں کے نصیب کے تھے۔ (مفتاح دار السعادہ: ۱/ ۲۵۳)۔

شیخ محمد بن عبد الوھاب رحمہ اللہ نے خطبہ جمعہ میں حاکم وقت کیلئے دعاء کرنے کے تعلق سے کہا کہ خطیب کیلئے مستحب ہیکہ وہ مومنوں کیلئے، اپنے لئے اور حاضرین کیلئے دعا کرے اور اگر مسلمانوں کے حاکم کی اصلاح کیلئے دعا کرتا ہے تو بہتر ہے۔ (مجموع مولفات الشیخ محمد بن عبد الوھاب رحمہ اللہ: ۱۳۸)۔



(۲۳) منہج سلف کا تیئیسواں اصول

شریعت کے اندر مصالح کے حصول اور انکی تکمیل نیز مفاسد کے خاتمے اور انہیں کم کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:(الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ) ترجمہ: آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا، پھر جو شخص بھوک کی کسی صورت میں مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ کسی گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔(المائدہ:۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا) ترجمہ: لوگ تم سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ ان میں نقصان بڑے ہیں اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں مگر ان کے نقصان فائدوں سے کہیں زیادہ ہیں۔(البقرہ:۲۱۹)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ [26] وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ

عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا[27] يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا) ترجمہ: اللہ چاہتا ہے کہ تمھارے لیے کھول کر بیان کرے اور تمھیں ان لوگوں کے طریقوں پر چلائے جو تم سے پہلے تھے اور تم پر مہربانی فرمائے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ [26] اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی فرمائے اور جو لوگ خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم (سیدھے راستے سے) ہٹ جاؤ، بہت بڑا ہٹ جانا۔ [27] اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (بوجھ) ہلکا کرے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ (النساء:۲۸)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ) ترجمہ: سو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھو۔ (التغابن:۱۶)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ) ترجمہ: اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے اور لیکن وہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے اور تاکہ وہ اپنی نعمت تم پر پوری کرے، تاکہ تم شکر کرو۔ (المائدہ:٦)۔

حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهَا: " يَا عَائِشَةُ، لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ، لَأَمَرْتُ بالبيت فَهُدِمَ، فَأَدْخَلْتُ فِيهِ مَا أُخْرِجَ مِنْهُ وَأَلْزَقْتُهُ بِالْأَرْضِ، وَجَعَلْتُ لَهُ بَابَيْنِ بَابًا شَرْقِيًّا

وَبَابًا غَرْبِيًّا فَبَلَغْتُ بِهِ أَسَاسَ إِبْرَاهِيمَ) ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عائشہ! اگر تیری قوم کا زمانہ جاہلیت ابھی تازہ نہ ہوتا، تو میں بیت اللہ کو گرانے کا حکم دے دیتا تاکہ (نئی تعمیر میں) اس حصہ کو بھی داخل کر دوں جو اس سے باہر رہ گیا ہے اور اس کی کرسی زمین کے برابر کر دوں اور اس کے دو دروازے بنا دوں، ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں۔ اس طرح ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر اس کی تعمیر ہو جاتی۔ (صحیح بخاری: ۱۵۸۶)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: "كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيسٍ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، لَوَدِدْتُ أَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ، قَالَ: أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذَلِكَ أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أُمِلَّكُمْ، وَإِنِّي أَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا".

ترجمہ: ابو وائل سے روایت ہے کہ عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کے دن لوگوں کو وعظ سنایا کرتے تھے۔ ایک آدمی نے ان سے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! میں چاہتا ہوں کہ تم ہمیں ہر روز وعظ سنایا کرو۔ انہوں نے فرمایا، تو سن لو کہ مجھے اس امر سے کوئی چیز مانع ہے تو یہ کہ میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ کہیں تم تنگ نہ ہو جاؤ اور میں وعظ میں تمہاری فرصت کا وقت تلاش کیا کرتا ہوں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خیال سے کہ ہم کبیدہ خاطر نہ ہو جائیں، وعظ کے لیے ہمارے اوقات فرصت کا خیال رکھتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۷۰)۔

صحیح بخاری میں ایک دوسری جگہ وارد ہوا ہے: (قَالَ سَلَّامٌ: فَبَلَغَنِي أَنَّ الْحَجَّاجَ، قَالَ لِأَنَسٍ: حَدِّثْنِي بِأَشَدِّ عُقُوبَةٍ عَاقَبَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَحَدَّثَهُ بِهَذَا فَبَلَغَ الْحَسَنَ، فَقَالَ: وَدِدْتُ أَنَّهُ لَمْ يُحَدِّثْهُ بِهَذَا) ترجمہ: سلام نے بیان کیا کہ مجھے معلوم ہوا کہ حجاج نے انس رضی اللہ عنہ سے کہا تم مجھ سے وہ سب سے سخت سزا بیان کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو دی ہو تو انہوں نے یہی واقعہ بیان کیا جب امام حسن بصری تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے کہا کاش وہ یہ حدیث حجاج سے نہ بیان کرتے۔(صحیح بخاری:۵۶۸۵)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں کسی چیز پت اس قدر شرمندہ نہیں ہوا جتنا شرمندہ حجاج سے اس حدیث کو بیان کرنے پر ہوا۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس وجہ سے شرمندہ ہوئے کیونکہ حجاج سزا دینے میں مبالغہ سے کام لیتا تھا،اور وہ معمولی شبہہ پر سزا دینے لگتا تھا۔(فتح الباری:۱۰/ ۱۲۴)۔

ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أن النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ بِالطُّرُقَاتِ"، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا لَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ نَتَحَدَّثُ فِيهَا، فَقَالَ:" إِذْ أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجْلِسَ، فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ"، قَالُوا: وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ:" غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْأَذَى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ ".

ترجمہ: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "راستوں پر بیٹھنے سے بچو! صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہماری یہ مجالس تو بہت ضروری ہیں، ہم وہیں روزمرہ گفتگو کیا کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا جب تم ان مجلسوں میں بیٹھنا ہی چاہتے ہو تو راستے کا حق ادا کیا کرو یعنی راستے کو اس کا حق دو۔ صحابہ نے عرض کیا: راستے کا حق کیا ہے یارسول اللہ! فرمایا (غیر محرم عورتوں کو دیکھنے سے) نظر نیچی رکھنا، راہ گیروں کو نہ ستانا، سلام کا جواب دینا، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔ (صحیح بخاری: ۶۲۲۹)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ شریعت کے اندر مصالح کے حصول اور انکی تکمیل نیز مفاسد کے خاتمے اور انہیں کم کرنے پر زور دیا گیا ہے، اور دو بہتر میں زیادہ بہتر کو ترجیح دی گئی ہے جبکہ دو شر میں بڑے شر کو ختم کرنے پر زور دیا گیا ہے، اسی طرح دو مصلحتوں میں چھوٹی مصلحت کے مقابلے بڑی مصلحت کے حصول پر اور دو مفاسد میں چھوٹے کے مقابلے بڑے مفسدے کو ختم کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۲۰/ ۴۸)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ جس نے شریعت کے موارد اور مصادر کا جائزہ لے گا اور شریعت میں موجود دنیا و آخرت میں بندوں کی مصلحت پر غور کرے گا ایسے شخص پر ضرور واضح ہو جائے گا جسے اللہ اسکی رہنمائی کرے گا، ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ) ترجمہ: اور وہ شخص جس کے لیے اللہ کوئی نور نہ بنائے تو اس کے لیے کوئی بھی نور نہیں۔ (النور: ۴۰)۔ واللہ اعلم۔ (مجموع الفتاوی: ۲۱/ ۵۲۸)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ کسی مومن پر یا اسے یہ حق نہیں ہے کہ وہ رسولوں

سے مصالح اور مفاسد کے توضیح کا مطالبہ کرے، بلکہ اسکے او پر صرف اطاعت واجب ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ) ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی فرماں برداری کی جائے۔(النساء: ٦٤)۔ مزید ارشاد فرمایا:(مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَن تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا) ترجمہ: جو رسول کی فرماں برداری کرے تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں برداری کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگھبان بنا کر نہیں بھیجا۔ (النساء:٨٠)،(اقتضاء الصراط المستقیم:٢ / ١٩٤)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اللہ تعالی نے رسولوں کو مصالح کے حصول اور انکی تکمیل نیز مفاسد کے خاتمے اور انہیں کم کرنے کے لئے مبعوث کیا ہے، سو اللہ اور اسکے رسول جسکا حکم دیں تو یہ مان لیں کہ اس کی مصلحت اس کے مفسدہ پر زیادہ راجح ہے اور اسکا نفع اس کے نقصان پر زیادہ غالب ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:(كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ) تم پر لڑنا لکھ دیا گیا ہے، حالانکہ وہ تمھیں سراسر ناپسند ہے اور ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمھارے لیے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمھارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔(البقرہ: ٢١٦)۔(مجموع الفتاوی: ٢٤ / ٢٧٨)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ راجح قول یہی ہیکہ شریعت کسی مصلحت کو کبھی

مہمل نہیں چھوڑتی، بلکہ اللہ نے ہمارے لئے دین کو مکمل کیا ہے اور نعمت کو تمام کیا ہے اسلئے جنت سے جو بھی چیز قریب کرنے والی ہو سکتی ہے اسکے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ضرور آگاہ کر دیا ہے، بلکہ ہمیں ایک روشن شاہراہ پر چھوڑا ہے کہ جسکی رات بھی اس کے دن کی طرح اجالی ہے جس سے وہی شخص بھٹک سکتا ہے جو ہلاک ہونے والا ہو، حتی کہ شریعت نے غالب مصلحت تک کا خیال کیا ہے، کبھی کبھی اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اسکے لیے دین اور دنیا دونوں جگہ نفع لیکن اس میں نفع کی بجائے نقصان کا پہلو غالب ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے شراب اور جوا کے بارے میں فرمایا:(يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا) ترجمہ: لوگ تم سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں۔کہہ دو کہ ان میں نقصان بڑے ہیں اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں مگر ان کے نقصان فائدوں سے کہیں زیادہ ہیں۔(البقرہ: ۲۱۹)۔(مجموع الفتاوی: ۱۱/ ۳۴۴)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:(فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ) ترجمہ: سو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھو۔(التغابن: ۱۶)۔اگر دو واجب ایک ساتھ پڑ جائیں اور دونوں کو جمع کرنا ممکن نہ ہو، تو ایسی صورت میں ان دونوں میں جو زیادہ موکد ہوگا اسی کو مقدم کیا جائے گا، ایسی صورت میں دوسرا واجب نہیں رہ جائے گا اور پھر اس حال میں اس واجب کو ترک کرنے والا حقیقت میں تارک واجب نہیں مانا جائے گا، اسی طرح اگر ایک ساتھ دو حرام پڑ جائیں اور دونوں کو ایک ساتھ چھوڑنا ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں بڑے کو ترک کرکے چھوٹے

کاارتکاب کیا جائے گا،اوراس حال میں اس چھوٹے حرام کاارتکاب کرنے والا حقیقت میں حرام کا مرتکب نہیں ہوگا، گرچہ اس حال میں بھی اُسے ترک واجب اور اِسے ارتکاب حرام کہا جائے گا،لیکن اس کا کوئی نقصان نہیں ہے، کیونکہ ترک واجب عذر کی وجہ سے ہے اورارتکاب حرام مصلحت راجحہ یاضرورت یاایک بڑے حرام کے ارتکاب سے بچنے کیلئے ہے۔(مجموع الفتاوی:۲۰/ ۵۷)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ شریعت دنیاوآخرت ہرجگہ بندوں کی مصلحت اورحکمتوں پر مبنی ہے،یہ مکمل طور پرعدل وانصاف،رحمت وشفقت،مصالح اورحکمت سے عبارت ہے،چنانچہ جو بھی عدل وانصاف سے ظلم کی طرف،رحمت سے سختی اورتشدد کی طرف،مصلحت سے مفسدہ کی طرف اورحکمت سے عبث کی طرف چلا جائے اسکاتعلق شریعت سے نہیں ہے گرچہ تاویل کے ذریعے اس میں ڈال دیا گیاہے۔(اعلام الموقعین لابن القیم:۳/ ۳)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اللہ تعالی نے فرمایاہے:(وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا [27] يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا) ترجمہ:اور اللہ چاہتاہے کہ تم پرمہربانی فرمائےاورجولوگ خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم (سیدھے راستے سے) ہٹ جاؤ،بہت بڑا ہٹ جانا۔[27] اللہ چاہتاہے کہ تم سے (بوجھ) ہلکا کرے اورانسان کمزور پیدا کیا گیاہے۔(النساء:۲۸)۔

یہاں پر اللہ نے یہ خبر دی ہیکہ اس نے بندوں کیلئے ان احکام کو مشروع کیا ہے انکی کمزوری اورقلت صبر کو دیکھ کران پر تخفیف کرتے ہوئے،اسی طرح ان پرشفقت ورحمت اورفضل

واحسان کا مظاہرہ کرتے ہوئے، سو یہاں پر کوئی ایسی ضرورت نہیں ہے جس کی وجہ سے کسی حرام کا ارتکاب کرنا پڑے بلکہ یہاں مصلحت ہے جو دوسری مصلحت سے راجح ہے اور ایک مفسدہ ہے جو دوسرے مفسدہ سے کم تر ہے، اسی لئے اللہ نے عظیم تر مصلحت کو اختیار کیا گرچہ چھوٹی مصلحت دور ہو رہی ہو، اور بڑے مفسدے کو ختم کر دیا گرچہ چھوٹے مفسدے کا ارتکاب ہو رہا ہو۔

اور ویسا وہی ذات کر سکتی ہے جو حکیم ولطیف اور خبیر ومحسن ہو، اسی لیے جب آپ اسکی شریعت پر غور کریں گے تو یا تو حسب موقع مصلحت خالصہ اور مصلحت راجحہ پائیں گے اور اگر دونوں جمع ہو جائیں تو عظیم اور اہم مصلحت کو مقدم ہوتے پائیں گے، اسی طرح حسب موقع مفسدہ خالصہ یا راجحہ کو ختم کرتے ہوئے پائیں گے، لیکن اگر دونوں جمع ہو جائیں تو چھوٹے کو برداشت کر کے بڑے فساد کو ختم کرتے ہوئے پائیں گے، انہیں ترجیحی بنیادوں پر احکم الحاکمین نے اپنی شریعت کو قائم کیا ہے جو اسکے کمال علم، اسکی حکمت اور بندوں کے ساتھ اسکے لطف وکرم اور فضل واحسان پر دلالت کرتا ہے۔ (مفتاح دار السعادہ: ۲/ ۲۲)۔



(۲۴) منہج سلف کا چوبیسواں اصول

کفر کی دو قسمیں ہیں: ایک کفر دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور دوسرا کفر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتا، اسی طرح سے شرک اور نفاق بھی ہے۔

چنانچہ دائرہ اسلام سے وہ ساری چیزیں خارج کر دیں گی جو ہر اعتبار سے توحید کے منافی ہو، جیسے کہ کفر اکبر، شرک اکبر اور نفاق اعتقادی کی قسمیں، یہ سب دائرہ اسلام سے خارج کرنے والی ہیں اور خلود فی النار کا موجب ہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ) ترجمہ: اور (اے محمد ﷺ) تمہاری طرف اور ان (پیغمبروں) کی طرف جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں یہی وحی بھیجی گئی ہے۔کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم زیاں کاروں میں ہو جاؤ گے۔(الزمر: ۶۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ) ترجمہ: بلاشبہ یقینا ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا بے شک اللہ تین میں سے تیسرا ہے، حالانکہ کوئی بھی معبود نہیں مگر ایک معبود، اور اگر وہ اس سے باز نہ آئے جو وہ

کہتے ہیں تو یقیناً ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا انھیں ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔(المائدہ: ۷۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ) ترجمہ: وہ لوگ جنھوں نے بنی اسرائیل میں سے کفر کیا، ان پر داؤد اور مسیح ابن مریم کی زبان پر لعنت کی گئی۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزرتے تھے۔(المائدہ:۷۸)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ[1] لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ[2] وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ[3] وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدتُّمْ[4] وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ[5] لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ) ترجمہ: (اے پیغمبر ان منکران اسلام سے) کہہ دو کہ اے کافرو! [1] جن (بتوں) کو تم پوجتے ہو ان کو میں نہیں پوجتا [2] اور جس (خدا) کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم عبادت نہیں کرتے [3] اور (میں پھر کہتا ہوں کہ) جن کی تم پرستش کرتے ہوں ان کی میں پرستش کرنے والا نہیں ہوں [4] اور نہ تم اس کی بندگی کرنے والے (معلوم ہوتے) ہو جس کی میں بندگی کرتا ہوں [5] تم اپنے دین پر میں اپنے دین پر۔(الکافرون)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا) ترجمہ: کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نیچے کے درجے میں ہوں گے۔اور تم ان کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے۔(النساء:۱۴۵)۔

حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: النَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالْمَارِقُ مِنَ الدِّينِ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی مسلمان کا خون جو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ماننے والا ہو حلال نہیں ہے البتہ تین صورتوں میں جائز ہے۔ جان کے بدلہ جان لینے والا، شادی شدہ ہو کر زنا کرنے والا اور اسلام سے نکل جانے والا (مرتد) جماعت کو چھوڑ دینے والا۔" (صحیح بخاری: ۶۸۷۸)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ کفر کہتے ہیں کہ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان نہ ہو خواہ اس میں تکذیب پائی جائے یا نہ پائی جائے بلکہ شک وشبہ کرنا، اعراض کرنا، حسد اور تکبر کرنا اور ایسی نفس پرستی جو رسالت کے اقرار سے مانع ہو، یہ سب کفر کی شکلیں ہیں، ہاں انکار اور تکذیب سب سے بڑا کفر ہے، جو سچائی کا علم میں ہونے کے باوجود محض حسد اور تکبر میں انکاری ہوتا ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۱۲/ ۳۳۵)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا جو بھی اقرار نہ کرے وہ کافر ہے، خواہ وہ اسکے جھوٹ کا اعتقاد رکھے، یا تکبر کی وجہ سے ایمان نہ لائے، یا نفس پرستی کی بنیاد پر اعراض کرے، یا اسے شک وشبہ کی وجہ سے انکاری ہوا سے شریعت کا تکذیب کرنے والا ہی کہیں گے، اور بسا اوقات کوئی تکذیب تو نہیں کرتا مگر وہ ایمان نہیں لاتا

تو وہ بھی کافر ہے۔ (مجموع الفتاوی؛: ۳ / ۳۱۵)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ کفر کی دو قسمیں ہیں: کفر اکبر اور کفر اصغر، کفر اکبر ہی خلود فی النار کا موجب ہے۔ (مدارج السالکین: ۱/ ۳۴۴)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ کفر اکبر کی پانچ قسمیں ہیں: کفر تکذیب، کفر استکبار، کفر اعراض، کفر شک اور کفر نفاق۔ (مدارج السالکین: ۱/ ۳۴۶)۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے کہا کہ علماء نے یہ واضح کر دیا ہیکہ کفر کی دو قسمیں ہیں: کفر اکبر اور کفر اصغر، کفر اکبر جیسے غیر اللہ کی پرستش کرنا، جیسے مردوں کو پکارنا، مردوں سے مدد مانگنا، بتوں، درختوں، پتھروں، ستاروں یا جنوں سے فریاد رسی کرنا، یہ سب کفر اکبر اور شرک اکبر کے، اور جیسے دین اسلام کو گالی دینا اور اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا، یہ سب بھی کفر اکبر ہے، اور جیسے حلال سمجھ کر غیر شرعی وضعی دستور کے مطابق فیصلے اور حکومت کرنا، اور اسی کو جائز سمجھنا تو یہ بھی کفر اکبر ہے، اسی طرح وجوب صلاۃ یا وجوب زکاۃ کا انکار کرنا، اسی طرح زنا کو حلال سمجھنا، یہ سب کفر اکبر ہے۔ (شرح حدیث ثنتان فی الناس ھما بھم کفر، شیخ کی ویب سائٹ پر)۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ جس عمل سے ارتداد واجب ہو وہ کفر اکبر ہے اور جس سے ارتداد واجب نہ ہو جیسے کہ شرک کی بعض قسمیں جیسے نماز میں ریاکاری کرنا جسے شرک اصغر کہتے ہیں، اور جیسے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو طرح کے لوگ کفر کا ارتکاب کرتے ہیں: جو میت پر نوحہ کرتے ہیں اور جو نسب پر طعن کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کفر کہا ہے، لیکن مقصود کفر اصغر ہے۔

شرک اور کفر کی طرح نفاق بھی دو طرح سے ہوتا ہے، نصوص اور دلائل کا جائزہ لیں گے تو سمجھ میں آجائے گا، چنانچہ نفاق اصغر جیسے جھوٹ، خیانت، جھگڑتے وقت گالی دینا اور وعدہ خلافی کرنا وغیرہ، یہ سب نفاق اصغر کی شکلیں ہیں۔(ضوابط الشرک والکفر والفسوق نامی لیکچر)۔

اور جہاں تک اصغر کا تعلق ہے تو اس سے وہ عمل مراد ہے جو اصل ایمان کے مخالف نہ ہو بلکہ اس میں قادح اور کمزوری کا باعث ہو مگر ارتداد کا موجب نہ ہو جیسے بعض برے اعمال، اور گناہ جنہیں کفر کہہ دیا گیا ہے مگر وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتے اور نہ ہی خلود فی النار کا موجب ہیں۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ اصغر خلود کے سوا وعید کا موجب ہیں، جیسا کہ اللہ کا قول جسکی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے: (لا ترغبوا عن آبائکم فإنه کفر بکم) ترجمہ: اپنے باپ سے بے رغبت نہ ہو جاؤ کیونکہ یہ کفر ہے۔ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو طرح کے لوگ کفر کا ارتکاب کرتے ہیں: جو میت پر نوحہ کرتے ہیں اور جو نسب پر طعن کرتے ہیں۔ (مدارج السالکین لابن القیم: ۱/ ۳۴۴)۔

*شرک اصغر کی مثالیں:

-غیر اللہ کی قسم کھانا جیسے کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ: لَا، وَالْكَعْبَةِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَا يُحْلَفُ بِغَيْرِ اللَّهِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

"مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ "۔

ترجمہ: سعد بن عبیدہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک آدمی کو کہتے سنا: ایسا نہیں قسم ہے کعبہ کی، تو اس سے کہا: غیر اللہ کی قسم نہ کھائی جائے، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: "جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا"۔ (سنن ترمذی: ۱۵۳۵)۔

-نسب سے بے رغبت ہونا جیسے کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " لَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيهِ فَهُوَ كُفْرٌ ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنے باپوں سے نفرت مت کرو (یعنی اپنے باپ کو باپ کہو، دوسرے کو باپ مت بناؤ) جو شخص اپنے باپ سے نفرت کرے وہ کافر ہو گیا۔" (صحیح مسلم: ٦٢)۔

- جاہلیت کی بعض خصلتیں جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " اثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ، الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں میں دو باتیں موجود ہیں اور وہ کفر ہیں۔ ایک نسب میں طعنہ کرنا، دوسرا میت پر چلا کر رونا۔" (صحیح مسلم: ٦٧)۔

-عورتوں کا شوہر کی ناشکری کرنا جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أُرِيتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ، قِيلَ: أَيَكْفُرْنَ بِاللَّهِ، قَالَ: يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ، ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے دوزخ دکھلائی گئی تو اس میں زیادہ تر عورتیں تھیں جو کفر کرتی ہیں۔ کہا گیا یا رسول اللہ! کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خاوند کی ناشکری کرتی ہیں۔ اور احسان کی ناشکری کرتی ہیں۔ اگر تم عمر بھر ان میں سے کسی کے ساتھ احسان کرتے رہو۔ پھر تمہاری طرف سے کبھی کوئی ان کے خیال میں ناگواری کی بات ہو جائے تو فوراً کہہ اٹھے گی کہ میں نے کبھی بھی تجھ سے کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔ (صحیح بخاری: ۲۹)۔

اسی طرح کے اور دیگر اقوال و اعمال جو کفر اکبر تک نہیں پہونچتے ہیں انہیں کفر اصغر کہتے ہیں، مگر یہ بھی ایک مومن کیلئے سنگین اور خطرناک ہیں۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے کہا کہ کفر اصغر کی مثال جیسے کہ اس حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو طرح کے لوگ کفر کا ارتکاب کرتے ہیں: جو میت پر نوحہ کرتے ہیں اور جو نسب پر طعن کرتے ہیں۔ یہ کفر اصغر ہے، کیونکہ اثبات کے سیاق میں کفر نکرہ وارد ہوا ہے، اسی طرح نسب پر اعتراض کرنا اور طعن کرنا گناہ کبیرہ اور کفر اصغر ہے، اسی طرح

میت پر نوحہ کرنا بھی کفر اصغر کی ایک قسم ہے، اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔ یعنی کفر اصغر ہے اگر اس قتل کو حرام سمجھتا ہے لیکن اگر حلال سمجھتا ہے تو پھر کفر اکبر ہو جائے گا۔ (شیخ کی معروف سائٹ binbaz.org.sa)۔



(۲۵) منہج سلف کا پچیسواں اصول

عقل اور نقل میں کوئی تعارض نہیں ہے، صریح عقل صحیح نقل کے موافق ہے اور نقل پر عقل کو مقدم کرنا متکلمین اور معتزلہ کی گمراہی ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے: (أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) ترجمہ: اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا، پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے ایسی روشنی بنادی جس کی مدد سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے، اس شخص کی طرح ہے جس کا حال یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں ہے، ان سے کسی صورت نکلنے والا نہیں۔ اسی طرح کافروں کے لیے وہ عمل خوشنما بنا دیے گئے جو وہ کیا کرتے تھے۔ (الانعام: ۱۲۲)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ) ترجمہ: بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔ (الرعد: ۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ) ترجمہ: بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔ (الرعد: ۴)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي

الْعِلْمِ) ترجمہ: پھر جن لوگوں کے دلوں میں تو کجی ہے وہ اس میں سے ان کی پیروی کرتے ہیں جو کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، فتنے کی تلاش کے لیے اور ان کی اصل مراد کی تلاش کے لیے، حالانکہ ان کی اصل مراد نہیں جانتا مگر اللہ اور جو علم میں پختہ ہیں ۔(آل عمران: ۷)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے :(فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ) ترجمہ: بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں (وہ) اندھے ہوتے ہیں ۔(الحج: ۴۶)۔

حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ: تَلَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلا أُولُو الأَلْبَابِ سورة آل عمران آية 7، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ، فَأُولَئِكَ الَّذِينَ سَمَّى اللَّهُ فَاحْذَرُوهُمْ ".

ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت پڑھی: "هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ، فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ

مِنۡهُ ابۡتِغَاءَ الۡفِتۡنَةِ وَابۡتِغَاءَ تَأۡوِيلِهِ، وَمَا يَعۡلَمُ تَأۡوِيلَهُ إِلاَّ اللَّهُ، وَالرَّاسِخُونَ فِي الۡعِلۡمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا، وَمَا يَذَّكَّرُ إِلاَّ أُولُو الأَلۡبَابِ"۔

پروردگار وہ ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری اس میں بعض آیتیں مضبوط ہیں (محکم) وہ تو جڑ ہیں کتاب کی اور بعض متشابہ (گول گول یا چھپے مطلب کی)، پھر جن لوگوں کے دل میں گمراہی ہے وہ کھوج کرتے ہیں متشابہ آیتوں کا فساد چاہتے ہیں اور اس کا مطلب چاہتے ہیں حالانکہ اس کا مطلب کوئی نہیں جانتا اللہ کے سوا اور جو پکے علم والے ہیں وہ کہتے ہیں ہم ایمان لائے اس پر سب آیتیں ہمارے پروردگار کے پاس سے آئی ہیں اور نصیحت وہی سنتے ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو کھوج کرتے ہیں متشابہ آیتوں کا ان سے بچو وہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بتلایا۔“ (صحیح مسلم: ۲۶۶۵)۔

ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنۡ أَبِي الدَّرۡدَاءِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ، فَشَخَصَ بِبَصَرِهِ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَالَ: " هَذَا أَوَانُ يُخۡتَلَسُ الۡعِلۡمُ مِنَ النَّاسِ حَتَّى لَا يَقۡدِرُوا مِنۡهُ عَلَى شَيۡءٍ "، فَقَالَ زِيَادُ بۡنُ لَبِيدٍ الۡأَنۡصَارِيُّ: كَيۡفَ يُخۡتَلَسُ مِنَّا وَقَدۡ قَرَأۡنَا الۡقُرۡآنَ؟ فَوَاللَّهِ لَنَقۡرَأَنَّهُ، وَلَنُقۡرِئَنَّهُ نِسَاءَنَا، وَأَبۡنَاءَنَا، فَقَالَ: " ثَكِلَتۡكَ أُمُّكَ يَا زِيَادُ إِنۡ كُنۡتُ لَأَعُدُّكَ مِنۡ فُقَهَاءِ أَهۡلِ الۡمَدِينَةِ، هَذِهِ التَّوۡرَاةُ وَالۡإِنۡجِيلُ عِنۡدَ الۡيَهُودِ، وَالنَّصَارَى فَمَاذَا تُغۡنِي عَنۡهُمۡ "، قَالَ جُبَيۡرٌ: فَلَقِيتُ عُبَادَةَ بۡنَ الصَّامِتِ، قُلۡتُ: أَلَا تَسۡمَعُ إِلَى مَا يَقُولُ أَخُوكَ أَبُو

الدَّرْدَاءِ؟ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ، قَالَ: " صَدَقَ أَبُو الدَّرْدَاءِ إِنْ شِئْتَ لَأُحَدِّثَنَّكَ بِأَوَّلِ عِلْمٍ يُرْفَعُ مِنَ النَّاسِ الْخُشُوعُ يُوشِكُ أَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَلَا تَرَى فِيهِ رَجُلًا خَاشِعًا "۔

ترجمہ: سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اچانک آپ نے اپنی نظریں آسمان پر گاڑ دیں، پھر فرمایا: "ایسا وقت (آ گیا) ہے کہ جس میں لوگوں کے سینوں سے علم اچک لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ لوگوں کے پاس کچھ بھی علم نہیں ہوگا، زیاد بن لبید انصاری نے کہا: (اللہ کے رسول!) علم ہم سے کس طرح چھین لیا جائے گا جب کہ ہم قرآن پڑھتے ہوں گے۔ قسم اللہ کی! ہم ضرور اسے پڑھیں گے اور ہم ضرور اپنی عورتوں کو اسے پڑھائیں گے اور اپنے بچوں کو سکھائیں گے۔ آپ نے فرمایا: "اے زیاد تمہاری ماں تمہیں کھو دے! میں تو تمہیں اہل مدینہ کے فقہاء میں سے شمار کرتا تھا۔ یہ تورات اور انجیل بھی تو پاس ہے یہود و نصاریٰ کے کیا کام آئی ان کے؟" (کیا فائدہ پہنچایا تورات اور انجیل نے ان کو؟)۔

جبیر (راوی) کہتے ہیں: میری ملاقات عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو میں نے ان سے کہا: کیا آپ نہیں سنتے کہ آپ کے بھائی ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کیا کہتے ہیں؟ پھر ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے جو کہا تھا وہ میں نے انہیں بتا دیا۔ انہوں نے کہا: ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔ اور اگر تم (مزید) جاننا چاہو تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں کہ پہلے پہل لوگوں سے اٹھا لیا جانے والا علم، خشوع ہے۔ عنقریب ایسا وقت آئے گا کہ تم جامع مسجد کے اندر جاؤ گے لیکن وہاں تمہیں کوئی (صحیح معنوں میں) خشوع خضوع اپنانے والا شخص دکھائی نہ دے گا۔ (سنن ترمذی:

(۲۶۵۳)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ تمام تعریف اس اللہ کیلئے جس نے رسولوں کے فتروں (دو رسولوں کا درمیانی وقفہ) کے وقت اہل علم کو برپا کیا، جو گمراہوں کو ہدایت کی طرف بلاتے رہے ہیں اور انکی تکلیفوں پر صبر کرتے رہے ہیں، اللہ کی کتاب کی روشنی میں مردہ دلوں کو زندہ کرتے رہے ہیں، اور اندھوں کو روشنی دکھاتے رہے ہیں، اس طرح انہوں نے بہت سے ابلیس کے ماروں کو زندہ کیا، گمراہ کرسیدھی راہ دکھائی جس کا لوگوں پر بڑا اچھا اثر رہا البتہ لوگوں کا ان کے ساتھ بہت برا سلوک رہا۔(الرد علی الزنادقۃ والجھمیہ للامام احمد، ص ٦)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ کتاب وسنت کی دلالت صریح عقل کے موافق ہے، اور صریح عقل کبھی بھی صحیح نقل کی مخالفت نہیں کرے گی، بہت سارے لوگ کبھی اس میں غلطی کرتے ہیں اور کبھی اس میں، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا مراد جو سمجھتا ہے وہ دلیلوں کی روشنی میں سمجھتا ہے، معقول میں کچھ ایسا ہے ہی نہیں جو منقول کی مخالفت کرے، اسی لئے امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ حدیث کی معرفت اور اسکی سمجھ حاصل کرنا میرے نزدیک اسے یاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔یعنی بغیر فہم کے یاد کرنے سے۔(مجموع الفتاوی: ۱۲/ ۸۰)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ صحابہ اور تابعین کا یہ متفقہ اصول ہیکہ اگر کوئی اپنی رائے ذوق، عقل اور قیاس سے قرآن کی مخالفت کرے تو اسکا قول نہیں لیا جائے گا، کیونکہ براہین قاطعہ سے یہ ثابت ہو چکا ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لیکر آئے ہیں وہ ہدایت پر مبنی برحق دین ہے اور یہ قرآن لوگوں کو سب سے زیادہ سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔(مجموع الفتاوی:

۳۱/ ۲۸)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اللہ اور اسکے کلام کا معارضہ کرنے والوں میں کم از کم ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تاویل اور تفویض کا عقیدہ رکھتے ہیں، لیکن جو یہ کہتے ہیں کہ انبیاء کو وہم اور خیال گزرتا تھا ایسی بھی چیزوں کی جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی ہے تو ایسے لوگ مسلمانوں کے نزدیک ملحد اور زندیق ہیں۔(درء تعارض العقل والنقل: ۱/ ۲۰۱)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ کم عقل اور کم فہم لوگ جو یہ گمان کرتے ہیں کہ تعارض کے وقت عقل کو سماعت یعنی نقل پر مقدم کرنا واجب ہے تو دراصل یہ عقل کی حقیقت اور نقل کے تقاضوں سے واقف نہیں ہیں، اسی لئے انہوں نے ایسی چیزوں تک کو معقول سمجھ لیا جو معقول نہیں ہیں وہ حقیقت میں شبہات ہیں، یا وہ نقل ہی سے ناواقف یعنی جاہل ہیں، یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت سے جاہل ہیں وہ ایسی باتوں کو حدیث سمجھ بیٹھے جو حدیث ہی نہیں ہیں، یا پھر وہ معقول اور غیر معقول کی تمیز ہی نہیں کر پاتے ہیں، چنانچہ درج ذیل چار صورتیں ہیں جن سے عقل و نقل کے درمیان تعارض کا گمان اور وہم ہوتا ہے:

پہلی صورت: وہ مسئلہ عقلی مسائل میں سے نہ ہو۔

دوسری صورت: وہ نقل حقیقت میں صحیح اور مقبول نقل نہ ہو۔

تیسری صورت: نقل کا مراد نہ سمجھا جائے۔

چوتھی صورت: محال اور ایسی چیزوں میں تمیز نہ کر سکے جسے انسانی عقل ادراک نہیں کر سکتی ہے۔(الصواعق المرسلہ: ۲/ ۴۵۹)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ صحابہ کبھی کبھار بعض نصوص کو نہیں سمجھ پاتے تھے تو اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کرتے تھے جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے تھے، انہیں بھی بظاہر تعارض نظر آتا تھا لیکن کبھی بھی کسی صحابی نے یہ نہیں کہا کہ ہماری عقل اسکے خلاف ہے اسلئے اسے نہیں مانوں گا، یعنی کسی صحابی نے اپنی عقل سے نص کا تعارض نہیں کیا ہے، اس طرح کی باتیں کفار کہتے تھے جسے اللہ نے قرآن کے اندر نقل کیا ہے۔ (الصواعق المرسلہ: ۳ / ۱۰۵۲)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ سلف کے یہاں کبھی کبھی نصوص کا معارضہ آرائے رجال سے سخت ہو جاتا تھا لیکن وہ اسے تسلیم نہیں کرتے تھے، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حج تمتع کے مسئلے میں بعض صحابہ کے اقوال کے خلاف سنت رسول سے استدلال کرتے تھے جب کہ صحابہ ان سے کہتے کہ ابو بکر اور عمر حج افراد کے قائل تھے نہ کہ حج تمتع کے، جب لوگوں نے کہہ کہہ کر حد کر دیا تو آپ نے کہا کہ قریب ہیکہ تم پر آسمان سے کوئی آفت آجائے، میں کہتا ہوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اور تم لوگ کہتے ہو کہ ابو بکر اور عمر نے کہا۔ اللہ تعالی ابن عباس رضی اللہ عنہما پر رحم فرمائے، آخر آپ اگر ایسے لوگوں کو دیکھ لیتے جو آج قول رسول کا معارضہ ارسطو، افلاطون، ابن سینا اور فارابی اور اسی طرح جہم بن صفوان، بشر مریسی اور ابو الھذیل علاف جیسے لوگوں کے کلام سے کر رہے ہیں تو کیا کہتے؟! (الصواعق المرسلہ: ۳ / ۱۶۲)۔



(۲۶) منہج سلف کا چھبیسواں اصول

کرامات اولیاء اور ان تمام خارق عادات پر ایمان لاتے ہیں جنہیں اللہ ان کے ہاتھوں پر جاری کرتا ہے، لیکن ساتھ ہی اولیاء اللہ اور اولیاء الشیطان کے اعمال میں فرق بھی کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے: (نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ [31] نُزُلًا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ)

ترجمہ: ہم تمھارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تمھارے دل چاہیں گے اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تم مانگو گے۔ [31] یہ بے حد بخشنے والے، نہایت مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔ (فصلت: ۳۲)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ) ترجمہ: سن لو! بے شک اللہ کے دوست، ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (یونس: ۶۲)۔

حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ، " أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ

وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ يُضِيئَانِ بَيْنَ أَيْدِيهِمَا، فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَاحِدٌ حَتَّى أَتَى أَهْلَهُ".

ترجمہ: قتادہ کے واسطہ نے بیان کیا، کہا ہم سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ دو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے، ایک عباد بن بشر اور دوسرے صاحب میرے خیال کے مطابق اسید بن حضیر تھے۔ رات تاریک تھی اور دونوں اصحاب کے پاس روشن چراغ کی طرح کوئی چیز تھی جس سے ان کے آگے آگے روشنی پھیل رہی تھی پس جب وہ دونوں اصحاب ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک چراغ رہ گیا جو گھر تک ساتھ رہا۔ (صحیح بخاری: ۴۶۵)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: مَا سَمِعْتُ عُمَرَ لِشَيْءٍ قَطُّ يَقُولُ: "إِنِّي لَأَظُنُّهُ كَذَا إِلَّا كَانَ كَمَا يَظُنُّ بَيْنَمَا عُمَرُ جَالِسٌ إِذْ مَرَّ بِهِ رَجُلٌ جَمِيلٌ، فَقَالَ: لَقَدْ أَخْطَأَ ظَنِّي، أَوْ إِنَّ هَذَا عَلَى دِينِهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، أَوْ لَقَدْ كَانَ كَاهِنَهُمْ عَلَيَّ الرَّجُلَ فَدُعِيَ لَهُ، فَقَالَ لَهُ: ذَلِكَ، فَقَالَ: مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ اسْتُقْبِلَ بِهِ رَجُلٌ مُسْلِمٌ، قَالَ: فَإِنِّي أَعْزِمُ عَلَيْكَ إِلَّا مَا أَخْبَرْتَنِي، قَالَ: كُنْتُ كَاهِنَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، قَالَ: فَمَا أَعْجَبُ مَا جَاءَتْكَ بِهِ جِنِّيَّتُكَ، قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا يَوْمًا فِي السُّوقِ جَاءَتْنِي أَعْرِفُ فِيهَا الْفَزَعَ، فَقَالَتْ: أَلَمْ تَرَ الْجِنَّ وَإِبْلَاسَهَا وَيَأْسَهَا مِنْ بَعْدِ إِنْكَاسِهَا وَلُحُوقَهَا بِالْقِلَاصِ وَأَحْلَاسِهَا، قَالَ عُمَرُ: صَدَقَ بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ عِنْدَ

آلِهَتِهِمْ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ بِعِجْلٍ، فَذَبَحَهُ فَصَرَخَ بِهِ صَارِخٌ لَمْ أَسْمَعْ صَارِخًا قَطُّ أَشَدَّ صَوْتًا مِنْهُ، يَقُولُ: يَا جَلِيحْ أَمْرٌ نَجِيحْ رَجُلٌ فَصِيحْ، يَقُولُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَوَثَبَ الْقَوْمُ، قُلْتُ: لَا أَبْرَحُ حَتَّى أَعْلَمَ مَا وَرَاءَ هَذَا، ثُمَّ نَادَى يَا جَلِيحْ أَمْرٌ نَجِيحْ رَجُلٌ فَصِيحْ يَقُولُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَقُمْتُ فَمَا نَشِبْنَا أَنْ قِيلَ: هَذَا نَبِيٌّ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب بھی عمر رضی اللہ عنہ نے کسی چیز کے متعلق کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ اس طرح ہے تو وہ اسی طرح ہوئی جیسا وہ اس کے متعلق اپنا خیال ظاہر کرتے تھے۔ ایک دن وہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خوبصورت شخص وہاں سے گزرا۔ انہوں نے کہا یا تو میرا گمان غلط ہے یا یہ شخص اپنے جاہلیت کے دین پر اب بھی قائم ہے یا یہ زمانہ جاہلیت میں اپنی قوم کا کاہن رہا ہے۔ اس شخص کو میرے پاس بلاؤ۔ وہ شخص بلایا گیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے بھی یہی بات دہرائی۔ اس پر اس نے کہا میں نے تو آج کے دن کا سا معاملہ کبھی نہیں دیکھا جو کسی مسلمان کو پیش آیا ہو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا لیکن میں تمہارے لیے ضروری قرار دیتا ہوں کہ تم مجھے اس سلسلے میں بتاؤ۔ اس نے اقرار کیا کہ زمانہ جاہلیت میں، میں اپنی قوم کا کاہن تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا غیب کی جو خبریں تمہاری جنیہ تمہارے پاس لاتی تھی، اس کی سب سے حیرت انگیز کوئی بات سناؤ؟ شخص مذکور نے کہا کہ ایک دن میں بازار میں تھا کہ جنیہ میرے پاس آئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ گھبرائی ہوئی ہے، پھر اس نے کہا جنوں کے متعلق تمہیں معلوم نہیں۔ جب سے انہیں آسمانی خبروں سے روک دیا گیا ہے وہ کس درجہ ڈرے

ہوئے ہیں، مایوس ہو رہے ہیں اور اونٹنیوں کے پالان کی کملیوں سے مل گئے ہیں۔عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے سچ کہا۔ایک مرتبہ میں بھی ان دنوں بتوں کے قریب سویا ہوا تھا۔ایک شخص ایک بچھڑا لایا اور اس نے بت پر اسے ذبح کر دیا اس کے اندر سے اس قدر زور کی آواز نکلی کہ میں نے ایسی شدید چیخ کبھی نہیں سنی تھی۔اس نے کہا: اے دشمن! ایک بات بتلاتا ہوں جس سے مراد مل جائے ایک فصیح خوش بیان شخص یوں کہتا ہے لا الہ الا اللہ یہ سنتے ہی تمام لوگ (جو وہاں موجود تھے) چونک پڑے (چل دیئے) میں نے کہا میں تو نہیں جانے کا، دیکھو اس کے بعد کیا ہوتا ہے۔پھر یہی آواز آئی ارے دشمن تجھ کو ایک بات بتلاتا ہوں جس سے مراد بر آئے ایک فصیح شخص یوں کہہ رہا ہے لا الہ الا اللہ۔اس وقت میں کھڑا ہوا اور ابھی کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ لوگ کہنے لگے یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے سچے رسول ہیں۔(صحیح بخاری: ۳۸۶۶)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عن ابن عمر قال: وجه عمر جيشا وأمر عليهم رجلا يدعى سارية فبينما عمر يخطب يوما جعل ينادي: يا سارية الجبل - ثلاثا، ثم قدم رسول الجيش فسأله عمر، فقال: يا أمير المؤمنين! لقينا عدونا فهزمنا، فبينا نحن كذلك إذ سمعنا صوتا ينادي: يا سارية الجبل - ثلاثا، فأسندنا ظهورنا إلى الجبل فهزمهم الله، فقيل لعمر: إنك كنت تصيح بذلك.

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر کو روانہ فرمایا: اور حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو اُس لشکر کا سپہ سالار بنایا، ایک دن حضرت عمر رضی اللہ

عنہ نے خطبہ کے درمیان یہ نداء دی کہ یاساریۃ الجبل، اے ساریہ پہاڑ کے دامن میں ہوجاؤ۔ یہ آپ نے تین دفعہ فرمایا۔ جب لشکر کی جانب سے قاصد آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے وہاں کا حال دریافت کیا؟ اُس نے کہا: اے امیر المؤمنین ہم نے دشمن سے مقابلہ کیا تو وہ ہمیں شکست دے ہی چکے تھے کہ اچانک ہم نے ایک آواز سنی، اے ساریہ پہاڑ کے دامن میں ہوجاؤ ۔پس ہم نے اپنی پیٹھ پہاڑ کی جانب کرلی تو اللہ تعالی نے دشمنوں کو شکست دے دی۔ عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی عرض کیا گیا کہ بیشک وہ آواز دینے والے آپ ہی تھے۔ (البدایہ والنہایہ: ۷/ ۱۳۵، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے)۔

عاصم بن عمر بن قتادہ سے مروی ہیکہ قتادہ بم نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ احد کے دن پھوٹ کر گال پر چلی آئی تھی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس کردیا تو وہ دونوں آنکھوں میں زیادہ ٹھیک اور تیز ہوگئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۳۶۴)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَرَأَ رَجُلٌ الْكَهْفَ وَفِي الدَّارِ الدَّابَّةُ فَجَعَلَتْ تَنْفِرُ فَسَلَّمَ فَإِذَا ضَبَابَةٌ أَوْ سَحَابَةٌ غَشِيَتْهُ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ" اقْرَأْ فُلَانُ فَإِنَّهَا السَّكِينَةُ نَزَلَتْ لِلْقُرْآنِ أَوْ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْآنِ".

ترجمہ: ابواسحق نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک صحابی (اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ) نے (نماز میں) سورۃ الکہف کی تلاوت کی۔ اسی گھر میں گھوڑا بندھا ہوا

تھا،گھوڑے نے اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔(اسید نے ادھر خیال نہ کیا اس کو اللہ کے سپرد کیا) اس کے بعد جب انہوں نے سلام پھیرا تو دیکھا کہ بادل کے ایک ٹکڑے نے ان کے سارے گھر پر سایہ کر رکھا ہے۔اس واقعہ کا ذکر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن پڑھتا ہی رہ کیونکہ یہ "سکینۃ" ہے جو قرآن کی وجہ سے نازل ہوئی۔(صحیح بخاری:۳۶۱۴)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ:" نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَيِّ، فَاكْتَوَيْنَا فَمَا أَفْلَحْنَ وَلَا أَنْجَحْنَ"، قَالَ أَبُو دَاوُد: وَكَانَ يَسْمَعُ تَسْلِيمَ الْمَلَائِكَةِ، فَلَمَّا اكْتَوَى انْقَطَعَ عَنْهُ، فَلَمَّا تَرَكَ رَجَعَ إِلَيْهِ.

ترجمہ: سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے داغنے سے منع فرمایا، اور ہم نے داغ لگایا تو نہ تو اس سے ہمیں کوئی فائدہ ہوا، نہ وہ ہمارے کسی کام آیا۔ ابوداؤد کہتے ہیں: وہ فرشتوں کا سلام سنتے تھے جب داغ لگوانے لگے تو سننا بند ہو گیا، پھر جب اس سے رک گئے تو سابقہ حالت کی طرف لوٹ آئے (یعنی پھر ان کا سلام سننے لگے)۔(سنن ابی داود:۳۸۶۵)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَعَثَ إِلَيَّ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فِي مَرَضِهِ فَأَتَيْتُهُ فَقَالَ لِي إِنِّي كُنْتُ أُحَدِّثُكَ بِأَحَادِيثَ لَعَلَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى

يَنْفَعُكَ بِهَا بَعْدِي وَاعْلَمْ أَنَّهُ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ فَإِنْ عِشْتُ فَاكْتُمْ عَلَيَّ وَإِنْ مِتُّ فَحَدِّثْ إِنْ شِئْتَ۔

ترجمہ: مطرف بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض الوفات میں مجھے بلا بھیجا، میں حاضر ہوا تو فرمایا میں تم سے بہت سی احادیث بیان کرتا رہا ہوں جن سے ہوسکتا ہے کہ میرے بعد اللہ تمہیں فائدہ پہنچائے، اور یہ بات بھی اپنی معلومات میں شامل کرلو کہ نبی علیہ السلام مجھے سلام کرتے تھے، جب تک میں زندہ رہوں، اسے مخفی رکھنا اور جب مرجاؤں تو اگر تمہارا دل چاہے تو بیان کردینا۔ (مسند احمد: ۱۹۸۴۱)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عن عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قال: فَايْمُ اللَّهِ مَا كُنَّا نَأْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ إِلَّا رَبَا مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرَ مِنْهَا، قَالَ: حَتَّى شَبِعْنَا وَصَارَتْ أَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذَلِكَ، فَنَظَرَ إِلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ فَإِذَا هِيَ كَمَا هِيَ أَوْ أَكْثَرُ، قَالَ لِامْرَأَتِهِ: يَا أُخْتَ بَنِي فِرَاسٍ مَا هَذَا قَالَتْ؟ لَا وَقُرَّةِ عَيْنِي لَهِيَ الْآنَ أَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذَلِكَ بِثَلَاثِ مِرَارٍ۔

ترجمہ: سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہیکہ قسم اللہ کی ہم جو لقمہ کھاتے نیچے سے اتنا ہی وہ کھانا بڑھ جاتا یہاں تک کہ ہم سیر ہو گئے اور جتنا کھانا پہلے تھا اس سے بھی زیادہ ہو گیا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کھانے کو دیکھا تو وہ اتنا ہی ہے یا زیادہ ہو گیا۔ (صحیح مسلم: ۲۰۵۷)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندروارد ہوا ہے کہ خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ جس وقت مکہ میں حارث کے گھر پر قید تھے تو اس کی ایک لڑکی نے کہا تھا: (وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ أَسِيرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ ، وَاللَّهِ لَقَدْ وَجَدْتُهُ يَوْمًا يَأْكُلُ قِطْفًا مِنْ عِنَبٍ فِي يَدِهِ وَإِنَّهُ لَمُوثَقٌ بِالْحَدِيدِ ، وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرَةٍ ، وَكَانَتْ تَقُولُ إِنَّهُ لَرِزْقٌ رَزَقَهُ اللَّهُ خُبَيْبًا) ترجمہ: اللہ کی قسم! میں نے کبھی کوئی قیدی خبیب رضی اللہ عنہ سے بہتر نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم! میں نے ایک دن انگور کے ایک خوشہ سے انہیں انگور کھاتے دیکھا جو ان کے ہاتھ میں تھا حالانکہ وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور مکہ میں اس وقت کوئی پھل بھی نہیں تھا۔ وہ بیان کرتی تھیں کہ وہ تو اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی روزی تھی جو اس نے خبیب رضی اللہ عنہ کے لیے بھیجی تھی۔ (صحیح بخاری: ۳۹۸۹)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل سنت والجماعہ کے اصول میں سے یہ بھی ہیکہ کرامات اولیاء اور ان تمام خارق عادات امور کی تصدیق کی جائے جنہیں اللہ انکے ہاتھوں پر جاری کرتا ہے خواہ انکا تعلق علوم ومعارف اور مکاشفات سے ہو یا قدرت اور تاثیر سے جیسا کہ سورہ کہف وغیرہ میں پچھلی امتوں کے تعلق سے اور اس امت کے صحابہ وتابعین کے تعلق سے منقول ہے، اسی طرح قیامت تک اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ ایسا ہوتا رہے گا۔ (مجموع الفتاوی: ۳/۱۵۶)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ کرامات کا مطلب یہ بالکل نہیں ہے کہ وہ انبیاء کی طرح معصوم ہو گئے بلکہ ان پر دوسرے تمام بندوں کی طرح غلطی کا صدور ممکن ہے۔ (الجواب

الصحیح: ۳/ ۴۱۹)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ جن کرامات سے اللہ نیک بندوں کو نوازتا ہے وہ فاجرلوگوں کو بھی انہیں کرامات سے نواز دے بلکہ وہ شخص کافر بھی ہوسکتا ہے، کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف ہبہ اور عطیہ ہے اللہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اس کا تعلق نماز روزہ کی پابندی سے نہیں ہے۔گویا انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ کرامات اولیاء اور احوال شیطانی دونوں برابر ہیں جیسا کہ ساحروں اور کاہنوں کے ساتھ ہوتا ہے۔(مجموع الفتاوی: ۱۴/ ۳۵۹)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ جن اللہ کے نیک بندوں پر کرامت کا ظہور ہوتا ہے وہ اس قدر غیرت مند ہوتے ہیں کہ انہیں یہ بالکل پسند نہیں ہوتا کہ لوگوں کو انکی کرامات کا علم ہو اسی لئے وہ اسے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، الا یہ کہ ان کے اظہار میں کوئی مصلحت راجحہ ہو، جیسے حجت قائم کرنا، یا کوئی سخت ضرورت۔(مدارج السالکین: ۳/ ۳۷۴)۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ نے کہا کہ کتاب وسنت اور حقائق حال سے یہ ثابت ہیکہ اللہ کے نیک بندے جو انبیاء کے سچے پیروکار ہوتے ہیں ان پر اللہ کی طرف سے کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔ (التنبیہات اللطیفہ علی ما احتوت علیہ العقیدہ الواسطیہ من المباحث المنیفہ ص ۱۲۵)۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے کہا کہ جی ہاں، اللہ کے نیک بندوں پر کرامت کا ظہور ہوتا ہے جب وہ اللہ اور اسکے رسول کے سچے متبع ہوتے ہیں، یہ کرامات کبھی ضرورت کے وقت ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی باطل پر حجت قائم کرنے کی وجہ سے، جیسے کہ عباد بن بشر اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما کیلئے

ظاہر ہوا تھا جب دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تاریک رات کے وقت پہونچے تھے، جب واپس ہوئے تو انکے کوڑے سے روشنی نکل رہی تھی جس سے راستہ اجالا ہو رہا تھا، اور وہ سلامتی کے ساتھ اپنے اپنے گھر پہونچ گئے، یہ انکی ضرورت کی خاطر اللہ کی جانب سے کرامت کا ظہور تھا۔

اسی طرح طفیل دوسی رضی اللہ عنہ کا واقعہ معروف ہیکہ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مطالبہ کیا کہ کوئی نشانی دے دیں جس کی وجہ سے انکی قوم تصدیق کرلے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے لئے اللہ سے دعا کی، تو ان کی پیشانی پر روشن چراغ کی طرح روشنی پھوٹنے لگی یہاں تک کہ جب وہ اپنے گھر پہونچے، تو دعا کی کہ سے اللہ! اس روشنی کو دوسری جگہ کر دے۔ پھر اللہ نے اسے انکے کوڑے میں کر دیا کہ جب اسے اٹھاتے تو وہ چراغ کی طرح روشن ہو جاتا، یہ دیکھ کر انکی قوم اسلام لے آئی اور اس کی وجہ سے اللہ نے انہیں ہدایت عطا کی۔ (شیخ کا معروف ویب سائٹ)۔



(۲۷) منہج سلف کا ستائیسواں اصول

قرآن اللہ کا منزل غیر مخلوق کلام ہے، اسی کی طرف سے آیا ہے اور اسی کی طرف واپس ہو جائے گا۔

ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ) ترجمہ: بلاشبہ ہم نے اسے قدر کی رات میں اتارا۔ (القدر: ۱)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ) ترجمہ: بے شک ہم نے اسے ایک بہت برکت والی رات میں اتارا، بے شک ہم ڈرانے والے تھے۔ (الدخان: ۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ [192] نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ [193] عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ [194] بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ) ترجمہ: اور بے شک یہ یقینا رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔ [192] جسے امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔ [193] تیرے دل پر، تاکہ تو ڈرانے والوں سے ہو جائے۔ [194] واضح عربی زبان میں۔ (الشعراء: ۱۹۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ) ترجمہ: تمام جہانوں کے رب کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔ (الواقعہ: ۸۰)۔

حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ:" كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُ نَفْسَهُ عَلَى النَّاسِ فِي الْمَوْقِفِ، فَقَالَ: أَلَا رَجُلٌ يَحْمِلُنِي إِلَى قَوْمِهِ، فَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ مَنَعُونِي أَنْ أُبَلِّغَ كَلَامَ رَبِّي".

ترجمہ: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود کو موقف (عرفات میں ٹھہرنے کی جگہ) میں لوگوں پر پیش کرتے تھے اور فرماتے: "کیا کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو مجھے اپنی قوم کے پاس لے چلے، قریش نے مجھے میرے رب کا کلام پہنچانے سے روک دیا ہے"۔ (سنن ابی داود: ۴۷۳۴)۔

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موسم حج میں مختلف قبائل کے پاس جاتے اور ان میں دین اسلام کی تبلیغ کرتے تھے، اسی کی طرف اشارہ ہے، اس حدیث میں قرآن کو کلام اللہ فرمایا گیا ہے جس سے معتزلہ وغیرہ کی تردید ہوتی ہے جو کلام اللہ کو اللہ کی صفت نہ مان کر اس کو مخلوق کہتے تھے، سلف صالحین نے قرآن کو مخلوق کہنے والے گروہ کی تکفیر کی ہے، جب کہ قرآنی نصوص، احادیث شریفہ اور آثار سلف سے قرآن کا کلام اللہ ہونا، اور کلام اللہ کا صفت باری تعالیٰ ہونا ثابت ہے، اور اس پر سلف کا اجماع ہے۔ مترجم)۔

حدیث سے واضح ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کی تبلیغ کی تھی وہ اللہ کا کلام تھا مخلوق نہیں تھی۔

علامہ طحاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اسی سے یہ قول شروع ہوا بغیر کسی کیفیت

کے، اور بطور وحی کے اسے اپنے رسول پر نازل کیا اور یقینی طور پر مومنوں نے اسکی تصدیق کی اور یہ یقین کیا کہ حقیقت میں یہ اللہ کا کلام ہے، انسانوں کے کلام جیسا مخلوق نہیں ہے، اب اگر جو یہ گمان کرے کہ یہ انسانی کلام ہے تو اس نے کفر کیا، ایسے شخص کی اللہ نے مذمت کی ہے اور اسے جہنم کی وعید سنائی ہے (المدثر : ۲۶) یہ وعید اس شخص کیلئے ہے جس نے کہا کہ یہ انسانی کلام ہے (المدثر: ۲۵) ۔اس سے معلوم اور یقین ہوا کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے اور نہ ہی کسی انسان کے کلام کے مشابہ ہے ۔(الطحاویہ: ۴۰) ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ کا کلام مخلوق کے کلام سے کسی طور بھی مشابہ نہیں ہے، امام احمد اور دیگر تمام ائمہ اہل سنت کے یہاں قرآن اللہ کا کلام ہے جس کے ذریعے اللہ نے کلام کیا ہے، جو عربی زبان میں ہے، موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے اسی کلام میں گفتگو کی تھی جو کسی انسان کے کلام کے مشابہ نہیں ہے ۔(مجموع الفتاوی: ۱۲/ ۹۷) ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کتاب وسنت کی روشنی میں یہ وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ہم جو قرآن کو اپنی آواز میں پڑھتے ہیں وہ پورا کا پورا اپنے لفظ اور معنی کے ساتھ اللہ کا کلام ہے، جسے جبریل نے اللہ سے سنا ہے اور پھر اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچایا ہے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے سن کر دوسروں تک پہونچایا ہے، اور پھر لوگ اسے ایک دوسروں سے سن کر دوسروں تک پہونچاتے آئے ہیں، اسی تبلیغ کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ اسے تروتازہ رکھے جو ہم سے کوئی بات سنے اور اسے اسی طرح دوسروں تک پہونچادے جس طرح سنا ہے ۔چنانچہ لوگوں نے نبی اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم سے وہی حروف سنی ہے جسے آپ نے کلام کیا ہے اور پھر انہیں حروف کو اپنی صوت میں دوسروں تک پہونچادیا ہے۔(مجموع الفتاوی: ۱۲/ ۹۸)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اللہ کی مثل کوئی نہیں ہے نہ ہی ذات میں نہ صفات میں، اور نہ ہی افعال میں، چنانچہ اسکا علم مخلوق کے علم کی طرح نہیں ہے، اور نہ ہی اس کا کلام مخلوق کے کلام کی طرح ہے، اور نہ ہی اسکی آواز مخلوق کی آواز کی طرح ہے، اب اگر کوئی اس قرآن کے بارے میں یہ کہے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے یا یہ غیر اللہ کا کلام ہے تو وہ ملحد، بدعتی اور گمراہ ہوگا۔(مجموع الفتاوی: ۱۲/ ۱۳۸)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ نصوص نبویہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ جب چاہتا ہے کلام کرتا ہے، اور یہ کہ اسکا کلام سنا جاتا ہے، اور یہ کہ یہ قرآن جو کہ سورتوں، آیتوں، حروف اور کلمات کا مجموعہ ہے یہی عین اللہ کا کلام ہے، یہ کسی فرشتے یا انسان کی تالیف نہیں ہے، اللہ ہی نے "المص، حم، عسق، کھیعص" کہا ہے، چنانچہ قرآن اپنے تمام حروف اور معانی کے ساتھ اسی کا کلام ہے یہ مخلوق نہیں ہے، بلکہ قرآن رب العالمین کا وہی عربی کلام ہے جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بواسطہ جبریل امین سن کر بندوں تک پہنچائی ہے۔(مختصر الصواعق المرسلہ: ۱/ ۴۹۷)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے جس کے ذریعے اللہ نے کلام کیا ہے، یہ مخلوق نہیں ہے، اب جو یہ گمان کرے کہ قرآن مخلوق ہے تو وہ جہمی کافر ہے، اور جو یہ گمان کرے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے پھر وہ رک جائے اور اسے غیر مخلوق نہ کہے تو وہ پہلے سے بھی زیادہ خبیث ہے، اور جو یہ کہے کہ ہماری تلاوت اور ہمارے الفاظ مخلوق ہیں، اور قرآن اللہ کا کلام ہے تو یہ

بھی جھمی ہے، اور یہ کہ اللہ نے موسی علیہ السلام سے کلام کیا اپنی طرف سے اور آپ کو تورات عطا کیا اپنے ہاتھ سے انکے ہاتھ میں، اور اللہ تعالی کبھی بھی کلام کرسکتا ہے۔(حادی الارواح: ۱/ ۴۱۴)۔

علامہ ابن باز رحمہ اللہ نے کہا کہ اس بات پر اجماع ہیکہ قرآن اللہ کا منزل غیر مخلوق کلام ہے، اسی سے نکلا ہے اسی کی طرف اپنے حروف ومعانی کے ساتھ واپس ہو جائے گا، چنانچہ یہ قرآن حروف ومعانی کے ساتھ اللہ کا کلام ہے، اسکے ذریعے اللہ نے کلام کیا ہے، اور پھر جبریل علیہ السلام نے اسے حاصل کیا آف محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تبلیغ کی ہے، اب اسے جو مخلوق کہے وہ اہل سنت والجماعہ کے نزدیک کافر ہے، یہ لوح محفوظ میں اپنے حروف ومعانی کے ساتھ محفوظ ہے۔

چنانچہ اہل سنت والجماعہ کے نزدیک اپنے حروف ومعانی کے ساتھ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے جیسا کہ اس کی صراحت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں میں کی ہے انہیں میں سے ایک کتاب العقیدہ الواسطیہ بھی ہے، جس میں قرآن کے تعلق سے اہل سنت والجماعہ کا عقیدہ بیان کیا ہے کہ قرآن اپنے حروف ومعانی کے ساتھ اللہ کا کلام ہے اور کوئی بھی کلام بغیر حروف ومعانی کے نہیں ہوتا ہے، لہذا اللہ کا کلام بھی حروف ومعانی کے ساتھ ہی ہے، جسے لیکر جبریل علیہ السلام نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے ہیں، اور اللہ نے جسے لوح محفوظ میں محفوظ کر رکھا ہے جیسا کہ اللہ نے اپنی کتاب میں اسکی صراحت کی ہے، اب جو اسکے خلاف کوئی بات کہے تو وہ غلط اور بری بات ہوگی، اور دین میں بدعت ہوگی نیز یہ اہل سنت والجماعہ کے عقل سے کے خلاف ہوگا۔(معروف ویب سائٹ:cutting.us/alsalaf.IIRO)۔

(۲۸) منہج سلف کا اٹھائیسواں اصول

دعوت دین ایک عظیم عبادت ہے اسلئے ضروری ہیکہ یہ علم وبصیرت، حکمت اور حلم وبردباری پر مبنی ہو دعسگ دین میں یہی انبیاء کا منہج رہا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:(قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ) ترجمہ: کہہ دو میرا رستہ تو یہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں (از روئے یقین و برہان) سمجھ بوجھ کر میں بھی (لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں) اور میرے پیرو بھی۔ اور اللہ پاک ہے۔ اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ (یوسف:۱۰۸)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ) ترجمہ: (اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ۔ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو۔ جو اس کے رستے سے بھٹک گیا تمہارا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو رستے پر چلنے والے ہیں ان سے بھی خوب واقف ہے۔(النحل:۱۲۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا

وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ) ترجمہ: اور بات کے اعتبار سے اس سے اچھا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ بے شک میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔ (فصلت: ۳۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (اذْهَبَا إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى [43] فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى) ترجمہ: دونوں فرعون کے پاس جاؤ، بے شک وہ سرکش ہوگیا ہے۔ [43] پس اس سے بات کرو، نرم بات، اس امید پر کہ وہ نصیحت حاصل کرلے، یا ڈر جائے۔ (طہ: ۴۴)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) ترجمہ: اور لازم ہے کہ تمھاری صورت میں ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف دعوت دیں اور اچھے کام کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (آل عمران: ۱۰۴)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَالْعَصْرِ [1] إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ [2] إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ) ترجمہ: زمانے کی قسم! [1] کہ بے شک ہر انسان یقینا گھاٹے میں ہے۔ [2] سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔ (العصر)۔

اور حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن علی بن ابی طالب

رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: (ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ فَوَاللَّهِ لَأَنْ يُهْدَى بِكَ رَجُلٌ وَاحِدٌ، خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ) ترجمہ: پہلے ان کے میدان میں اتر کر انہیں تم اسلام کی دعوت دے لو اور ان کے لیے جو چیز ضروری ہیں ان کی خبر کر دو (پھر وہ نہ مانیں تو لڑنا) اللہ کی قسم! اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت مل جائے تو یہ تمہارے حق میں سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری: ۲۹۴۲)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میرا پیغام لوگوں کو پہنچاؤ! اگرچہ ایک ہی آیت ہو اور بنی اسرائیل کے واقعات تم بیان کر سکتے ہو، ان میں کوئی حرج نہیں اور جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ باندھا تو اسے اپنے جہنم کے ٹھکانے کے لیے تیار رہنا چاہئے۔“ (صحیح بخاری: ۳۴۶۱)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا

يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص ہدایت کی طرف بلائے اس کو ہدایت پر چلنے والون کا بھی ثواب ملے گا اور چلنے والوں کا ثواب کچھ کم نہ ہوگا اور جو شخص گمراہی کی طرف بلائے اس کو گناہ پر چلنے والوں کا بھی گناہ ہوگا اور چلنے والوں کا گناہ کچھ کم نہ ہوگا۔" (صحیح مسلم: ۲۶۷۴)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ علم و بصیرت پر مبنی حکمت و موعظت کے ساتھ اللہ کے دین کی طرف دعوت دینا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے، اور جہاں تک فرض عین کا تعلق ہے تو یہ ہر شخص پر فرض ہے اسکے علم اور استطاعت کے اعتبار سے۔(مجموع الفتاوی: ۱/ ۱۴۲)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ مسلمانوں کے اذہان وقلوب میں یہ اعتقاد ہیکہ رسولوں کے وارث اور انبیاء کے جانشین وہی لوگ ہیں جو علم و عمل اور دعوت کے ذریعے اللہ کے دین کو عام کر رہے ہیں، یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی پیرو کار ہیں، یہی وہ پاک گروہ ہے جسکا اللہ نے تزکیہ کیا ہے پھر اس گروہ نے لوگوں کو پاک کیا، چنانچہ یہی وہ لوگ ہیں جو دینی بصیرت کے ساتھ دعوتی طاقت بھی رکھتے ہیں، اسی لئے یہ حقیقت میں انبیاء کے وارث ہیں جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے: (وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ) ترجمہ: اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کر، جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے۔(ص: ۴۵)۔

ہاتھوں سے مراد اللہ کے حکم میں طاقت والے اور آنکھوں سے مراد دینی بصیرت، اسی

دینی بصیرت سے حق کی معرفت حاصل ہوتی ہے، اور طاقت سے انسان تبلیغ دین اور اس کی تنفیذ پر قادر رہوتا ہے ۔(مجموع الفتاوی: ۴ / ۹۲) ۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ چونکہ دعوت دین بندے کیلئے بہت ہی اشرف اور اعلی مقام ہے اسی لئے یہ علم وبصیرت کے بغیر ممکن نہیں ہے، اور کمال دعوت کیلئے کمال علم کا یعبز ضروری ہے جسکے لئے کوشش ہونی چاہئے، اور اس علم کے شرف کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ اسکے ذریعے یہ بلند مقام حاصل کرلیتا ہے ۔(مفتاح دارالسعادہ: ۱ / ۱۵۴) ۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: (ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَن) ترجمہ: (اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ ۔ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو ۔(النحل: ۱۲۵) ۔

یہاں پر اللہ تعالی نے دعوت کے مراتب کو بیان کیا ہے اور اسے مدعو کی حالت کے اعتبار سے تین قسموں میں بانٹ دیا ہے، کیونکہ وہ:

- یا تو حق کا طالب، اس میں راغب اور اس سے محبت کرنے والا ہوگا اور دوسرے پر موثر ہوگا تو پھر ایسے شخص کو صرف حکمت کے ساتھ دعوت دی جائے گی اسے موعظت اور جدال کی ضرورت نہیں ہے ۔

- یا وہ اعراض کرنے والا حق کے علاوہ دوسری چیزوں میں مشغول ہوگا اگر اسے حق کا پتہ چل جائے تو اسے جان لے گا اور اسی کو ترجیح دے گا اور اسکا تابع بن جائے گا، تو ایسا شخص حکمت

کے ساتھ موعظت اور ترغیب وترہیب کا بھی محتاج ہے۔

یا پھر وہ ہٹ دھرم اور حق کا مخالف ہوگا تو اس سے مناظرہ اور جدال کی بھی ضرورت ہے۔

ایسے باطل پرست کے ساتھ مناظرہ اور جدال کرنے کے دو فوائد ہیں:

ا-وہ باطل سے ہٹ کر حق کی طرف رجوع کر لے گا۔

۲-اسکا شر اور اسکی عداوت ختم ہو جائے گی، اور لوگوں کے سامنے یہ واضح ہو جائے گا کہ وہ باطل پر ہے۔(الصواعق المرسلہ: ۴/ ۱۲۷۶)۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(وَمَنۡ أَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّن دَعَآ إِلَى ٱللَّهِ وَعَمِلَ صَٰلِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ ٱلۡمُسۡلِمِينَ) ترجمہ: اور بات کے اعتبار سے اس سے اچھا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ بے شک میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔(فصلت: ۳۳)۔

یعنی یہ دعوت جاہلوں کو تعلیم دین کے ذریعے، غافلوں کو وعظ ونصیحت لے ذریعے اور باطل پرستوں کو مناظرہ اور جدال کے ذریعے ہوگا، عبادت کی ساری قسموں کا حکم دے گا، اس پر ابھارے گا، اور اسے حتی الامکان بہتر بنا کر پیش کرے گا، اور اللہ کی منع کردہ چیزوں سے روکے گا اور ان سے ہر ممکن طریقے سے قبیح بنا کر پیش کرے گا تاکہ لوگ انہیں ترک کر دیں، بطور خاص ان امور کو جو دعوت کی راہ میں اصل رکاوٹ ہیں جیسے کفر وشرک اور ضلالت و بدعات۔(تفسیر السعدی: ۱/ ۷۴۹)۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے کہا کہ دعوت دین کی کیفیت اللہ داعی کے مطلوبہ صفات کو اللہ نے

اس آیت میں واضح کر دیا ہے: (ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ) ترجمہ: (اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ۔ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو۔ (النحل: ۱۲۵)۔سنت اور طریقے کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: (فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ) ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے، سو آپ ان سے درگزر کریں اور ان کے لئے استغفار کریں اور کام کا مشور ؓ ان سے کیا کریں، پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (آل عمران: ۱۵۹)۔ اور جس وقت اللہ نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس بھیجا تو دونوں کو حکم دیا: (فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى) ترجمہ: پس اس سے بات کرو، نرم بات، اس امید پر کہ وہ نصیحت حاصل کرلے، یا ڈر جائے۔ (طہ: ۴۴)۔

اسلئے داعی کیلئے سنت یہی ہیکہ وہ نرمی برتے شرعلم وحکمت دونوں کو جمع کرلے، کتاب وسنت کو پیش نظر رکھے اور اچھی موعظت اور ترغیب وترہیب کا بھی بوقت ضرورت استعمال کرے، معاصی میں وعید اور نیکیوں کے کاموں میں ترغیب کا پہلو استعمال کرے، اور شبہات و اعتراضات کے وقت بہتر طریقے سے جدال ومناظرہ بھی کرے، اچھی وضاحت اور خوش اسلوبی

کے ساتھ سختی بالکل نہ ہو بلکہ نرمی کا پہلو کبھی بھی نظر انداز نہ کرے، کیونکہ یہ قبول اور تاثیر پیدا کرنے کے زیادہ قریب ہے۔

اسی طرح ایک داعی کیلئے علم وبصیرت کس ہونا بھی ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي) ترجمہ: کہہ دو میرا رستہ تو یہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں (از روئے یقین وبرہان) سمجھ بوجھ کر میں بھی (لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں) اور میرے پیرو بھی۔(یوسف:۱۰۸)۔اسلئے ایک داعی پر واجب ہیکہ وہ علم وبصیرت کے ساتھ دعوت دے، نرمی کا اسلوب اپنائے، اور بوقت ضرورت بہتر طریقے سے جدال ومناظرہ بھی کرے تاکہ لوگ حق سے متنفر نہ ہونے پائیں۔(معروف ویب سائٹ: cutting.us/alsalaf.QFP)۔



(۲۹) منہج سلف کا انتیسواں اصول

اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اسلام کی سر بلندی ہے، اور جہاد ہمیشہ باقی رہے گا یہاں تک کہ مومنوں کا ایک گروہ عیسی علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرے گا۔

ارشاد باری تعالی ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ [10] تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمھاری ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کروں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچا لے؟ [10] تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ (الصف:۱۱)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ) ترجمہ: اور اللہ کے راستے میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی مت کرو، بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ (البقرہ:۱۹۰)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ

أَجْرًا عَظِيمًا) ترجمہ: پس لازم ہے کہ اللہ کے راستے میں وہ لوگ لڑیں جو دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے بیچتے ہیں اور جو شخص اللہ کے راستے میں لڑے، پھر قتل کر دیا جائے، یا غالب آجائے تو ہم جلد ہی اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔(النساء:۷۴)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا) ترجمہ: اور تمھیں کیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنا دے اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار بنا۔(النساء:۷۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے :(الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا[76]أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِمَنِ اتَّقَى وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا) ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے وہ اللہ کے راستے میں

لڑتے ہیں اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا وہ باطل معبود کے راستے میں لڑتے ہیں۔پس تم شیطان کے دوستوں سے لڑو، بے شک شیطان کی چال ہمیشہ نہایت کمزور رہی ہے۔[76] کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، پھر جب ان پر لڑنا لکھا گیا اچانک ان میں سے کچھ لوگ ،لوگوں سے ڈرنے لگے، جیسے اللہ سے ڈرنا ہو یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا اور انھوں نے کہا اے ہمارے رب! تو نے ہم پر لڑنا کیوں لکھ دیا،تو نے ہمیں ایک قریب وقت تک مہلت کیوں نہ دی۔کہہ دیں دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور آخرت اس کے لیے بہتر ہے جو متقی بنے اور تم پر دھاگے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔(النساء:۷۷)۔

حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ الْيَهُودَ، فَيَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُونَ حَتَّى يَخْتَبِئَ الْيَهُودِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ، فَيَقُولُ الْحَجَرُ أَوِ الشَّجَرُ: يَا مُسْلِمُ يَا عَبْدَ اللَّهِ هَذَا يَهُودِيٌّ خَلْفِي فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ، إِلَّا الْغَرْقَدَ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرِ الْيَهُودِ ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ مسلمان یہود سے لڑیں گے۔ پھر مسلمان ان کو قتل کریں گے یہاں تک کہ یہودی کسی پتھر یا درخت کی آڑ میں چھپے گا،تو وہ پتھر یا درخت بولے گا: اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ میرے پیچھے ہے ایک یہودی ہے ادھر آ اور اس کو مار ڈال مگر غرقد کا درخت نہ بولے: گا(وہ ایک کانٹے دار درخت ہے جو بیت المقدس کی طرف بہت ہوتا ہے) وہ

یہود کا درخت ہے۔" (صحیح مسلم: ۲۹۲۲)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَمَوْضِعُ سَوْطِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَالرَّوْحَةُ يَرُوحُهَا الْعَبْدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوِ الْغَدْوَةُ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا".

ترجمہ: سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے راستے میں دشمن سے ملی ہوئی سرحد پر ایک دن کا پہرہ" دنیا وما علیها " سے بڑھ کر ہے جنت میں کسی کے لیے ایک کوڑے جتنی جگہ" دنیا وما علیها " سے بڑھ کر ہے اور جو شخص اللہ کے راستے میں شام کو چلے یا صبح کو تو وہ" دنیا وما علیها " سے بہتر ہے۔" (صحیح بخاری: ۲۸۹۲)۔

مزید ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" تَكَفَّلَ اللَّهُ لِمَنْ جَاهَدَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ وَتَصْدِيقُ كَلِمَاتِهِ بِأَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ يَرْجِعَهُ إِلَى مَسْكَنِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ مَعَ مَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو اللہ

کے راستے میں جہاد کرے، جہاد ہی کی نیت سے نکلے، اللہ کے کلام (اس کے وعدے) کو سچ جان کر، تو اللہ اس کا ضامن ہے۔ یا تو اللہ تعالیٰ اس کو شہید کر کے جنت میں لے جائے گا، یا اس کو ثواب اور غنیمت کا مال دلا کر اس کے گھر لوٹا لائے گا۔" (صحیح بخاری: ۳۱۲۳)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " كُلُّ كَلْمٍ يُكْلَمُهُ الْمُسْلِمُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَكُونُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهَا، إِذْ طُعِنَتْ تَفَجَّرُ دَمًا اللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ، وَالْعَرْفُ عَرْفُ الْمِسْكِ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر زخم جو اللہ کی راہ میں مسلمان کو لگے وہ قیامت کے دن اسی حالت میں ہو گا جس طرح وہ لگا تھا۔ اس میں سے خون بہتا ہو گا۔ جس کا رنگ (تو) خون کا سا ہو گا اور خوشبو مشک کی سی ہو گی۔ (صحیح بخاری: ۲۳۷)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عن أَبُي عَبْسٍ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جَبْرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَتَمَسَّهُ النَّارُ ".

ترجمہ: ابوعبس رضی اللہ عنہ نے خبر دی، آپ کا نام عبدالرحمٰن بن جبیر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس بندے کے بھی قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہو گئے، انہیں (جہنم کی) آگ چھوئے؟ (یہ ناممکن ہے)۔" (صحیح بخاری: ۲۸۱۱)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص مرجائے اور جہاد نہ کرے نہ نیت کرے جہاد کرنے کی وہ منافقوں کے طور پر مرا۔" (صحیح مسلم: ۱۹۱۰)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "جب تم بیع عینہ کرنے لگو گے گایوں بیلوں کے دم تھام لو گے، کھیتی باڑی میں مست و مگن رہنے لگو گے، اور جہاد کو چھوڑ دو گے، تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت مسلط کر دے گا، جس سے تم اس وقت تک نجات و چھٹکارا نہ پا سکو گے جب تک اپنے دین کی طرف لوٹ نہ آؤ گے"۔(سنن ابی داود: ۳۴۶۲)۔

(بیع عینہ کی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید نے عمرو کے ہاتھ ایک تھان کپڑا ایک ہزار روپے میں ایک مہینہ کے ادھار پر بیچا، پھر آٹھ سو روپیہ نقد دے کر وہ تھان اس نے عمرو سے خرید لیا، یہ بیع سود

خوروں نے ایجاد کی ہے۔مترجم)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ فرائض کے بعد جہاد سے افضل کام میں اور کسی کو نہیں سمجھتا۔ (المغنی:۹/ ۱۹۹)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ تمہارا کیا خیال ہیکہ اگر تمہاری طرح دوسرے لوگ بھی بیٹھ جائیں تو پھر جہاد کون کرے گا؟ کیا اسلام جا نہیں چکا تھا؟ (المغنی: ۱۳/ ۱۴)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ جسے اللہ سے محبت ہے اس پر لازم ہیکہ وہ رسول کی اتباع کرے؛ بایں طور کہ وہ آپ کی تصدیق کرے ان تمام امور میں جنکی آپ نے خبر دی ہے اور آپ کی اطاعت کرے ان تمام امور میں جن کا آپ نے حکم دیا ہے، اور اپنے کاموں میں آپ کو اسوہ بنائے، ایسا جو کرے گا تو گویا اس نے ان چیزوں کو انجام دیا جن سے اللہ محبت کرتا ہے پھر اللہ اس سے بھی محبت کرنے لگے گا، اس طرح اللہ نے اپنے سے محبت کرنے والوں کی دو نشانیاں بتلائی ہیں: اتباع رسول اور اسکی راہ میں جہاد کرنا۔ (مجموع الفتاوی: ۱۰/ ۱۹۱)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ جہاد کا حکم اور اسکی فضیلت میں کتاب وسنت کے اندر بے شمار دلائل موجود ہیں، اسی لئے انسان کیلئے یہ سب سے بہتر نیکیوں میں سے ہے، حتی کہ علماء کا اتفاق ہیکہ جہاد کا عمل نفلی حج عمرہ اور نماز روزہ سے افضل ہے، جیسا کہ کتاب وسنت اس پر دلالت کرتے ہیں۔ (مجموع الفتاوی: ۲۸/ ۳۵۲)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ بزرگان دین سرحدوں پر جہاد اور نگرانی کیلئے جاتے تھے، کیونکہ اللہ کی راہ میں نگرانی کرنا مکہ اور مدینہ میں قیام کرنے سے زیادہ بہتر ہے، اس

بارے میں مجھے کسی کا اختلاف معلوم نہیں ہے، انہیں سلف صالحین میں جو سرحدوں پر دشمنوں کی نگرانی کرتے تھے اوزاعی، ابو اسحق فزاری، مخلد بن حسین، ابراہیم بن ادہم، عبد اللہ بن مبارک، حذیفہ مرعشی، یوسف بن اسباط، احمد بن حنبل اور سری سقطی رحمہم اللہ وغیرہ کا نام آتا ہے۔ (مختصر الفتاوی المصریہ: ۲/ ۶۰)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ جہاد اور مجاہدین کی فضیلت پر کتاب وسنت کے اندر نصوص بے شمار ہیں، اس پر الگ سے ایک کتاب تالیف کی جا سکتی ہے۔ (طریق الھجرتین: ۲/ ۷۸۸)۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا افضل نیکی اور عظیم اطاعت ہے بلکہ فرائض کے بعد افضل ترین نیکیوں میں سے ہے، کیونکہ اس سے مومنوں کو کامیابی اور دین کو سربلندی حاصل ہوتی ہے، منافقوں اور کافروں کا قلع قمع ہوتا ہے، پورے عالم میں اسلامی دعوت عام ہوتی ہے، اللہ کے بندوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف لانے، اللہ کے بندوں کے درمیان اسلام کے محاسن اور عدل پر مبنی اسکے احکام کے پھیلانے کا سبب ہے، اس کے علاوہ بھی اس کے بہت سارے مصالح وفوائد اور عمدہ نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ (مجموع فتاوی ابن باز: ۲/ ۴۳۰)۔



(۳۰) منہج سلف کا تیسواں اصول

جہاد مشروع ہے مگر اپنے ضوابط کے ساتھ، جن میں سب سے اہم یہ ہیکہ جہاد دین کی سربلندی کی خاطر ہو، اسکی طاقت ہو اور اسلامی جھنڈا ہو۔

ارشاد باری تعالی ہے: (أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ) ترجمہ: کیا تو نے موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کو نہیں دیکھا، جب انھوں نے اپنے ایک نبی سے کہا ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر کہ ہم اللہ کے راستے میں لڑیں۔ اس نے کہا یقینا تم قریب ہو کہ اگر تم پر لڑنا فرض کر دیا جائے تو تم نہ لڑو۔ انھوں نے کہا اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ کے راستے میں نہ لڑیں، حالانکہ ہمیں ہمارے گھروں اور ہمارے بیٹوں سے نکال دیا گیا ہے۔ پھر جب ان پر لڑنا فرض کر دیا گیا تو ان میں سے بہت تھوڑے لوگوں کے سوا سب پھر گئے اور اللہ ان ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔ (البقرہ: ۲۴۶)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِمَنِ اتَّقَى وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا) ترجمہ: کیا تونے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، پھر جب ان پر لڑنا لکھا گیا اچانک ان میں سے کچھ لوگ، لوگوں سے ڈرنے لگے، جیسے اللہ سے ڈرنا ہو یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا اور انھوں نے کہا اے ہمارے رب! تو نے ہم پر لڑنا کیوں لکھ دیا، تو نے ہمیں ایک قریب وقت تک مہلت کیوں نہ دی۔ کہہ دے دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور آخرت اس کے لیے بہتر ہے جو متقی بنے اور تم پر دھاگے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔(النساء:۷۷)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے :(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ وَإِذَا قِيلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں کھل جاؤ تو کھل جاؤ، اللہ تمھارے لیے فراخی کر دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو جاؤ، اللہ ان لوگوں کو درجوں میں بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنھیں علم دیا گیا اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پوری طرح باخبر ہے۔(المجادلہ:۱۱)۔

حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، يَقُولُ: " وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ سورة الأنفال آية 60، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ ".

ترجمہ: سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تیار کرو کافروں کے لیے قوت کو، قوت سے مراد تیر اندازی ہے، قوت سے مراد تیر اندازی ہے، قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔" (صحیح مسلم: ۱۹۱۷)۔

ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (أَوْحَى اللَّهُ إِلَى عِيسَى إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِي لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ، فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ، وَيَبْعَثُ اللَّهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ) ترجمہ: وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ عیسٰی علیہ السلام پر وحی بھیجے گا کہ میں نے اپنے ایسے بندے نکالے ہیں کہ کسی کو ان سے لڑنے کی طاقت نہیں تو پناہ میں لے جا میرے مسلمان بندوں کو طور کی طرف اور اللہ بھیجے گا یاجوج اور ماجوج کو اور وہ ہر ایک اونچائی سے نکل پڑیں گے۔ (صحیح مسلم: ۲۹۳۷)۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ جہاد کیلئے طاقت شرط ہے، اور یہ شرط جہاد دفاع میں ہے، پھر سوچیں کہ جہاد طلب میں کیا حال ہوگا؟! ایسی صورت میں تو بدرجہ اولی طاقت کی شرط ہوگی، واللہ

المستعان۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(وَإِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ، فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَعَدَلَ، فَإِنَّ لَهُ بِذَلِكَ أَجْرًا، وَإِنْ قَالَ بِغَيْرِهِ فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ) ترجمہ: امام کی مثال ڈھال جیسی ہے کہ اس کے پیچھے رہ کر اس کی آڑ میں (یعنی اس کے ساتھ ہو کر) جنگ کی جاتی ہے۔ اور اسی کے ذریعہ (دشمن کے حملہ سے) بچا جاتا ہے، پس اگر امام تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کا حکم دے اور انصاف کرے اس کا ثواب اسے ملے گا لیکن اگر بے انصافی کرے گا تو اس کا وبال اس پر ہوگا۔ (صحیح بخاری: ۲۹۵۷)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ:" جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: الرَّجُلُ يُقَاتِلُ حَمِيَّةً وَيُقَاتِلُ شَجَاعَةً وَيُقَاتِلُ رِيَاءً، فَأَيُّ ذَلِكَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟، قَالَ: مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ".

ترجمہ: سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ کوئی شخص حمیت کی وجہ سے لڑتا ہے، کوئی بہادری کی وجہ سے لڑتا ہے اور کوئی دکھاوے کے لیے لڑتا ہے۔ تو ان میں سے کون اللہ کے راستے میں ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ ہی بلند رہے۔ (صحیح بخاری: ۷۴۵۸)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ، قَالَ: شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَهُ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ، قُلْنَا: لَهُ أَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا أَلَا تَدْعُو اللَّهَ لَنَا، قَالَ: " كَانَ الرَّجُلُ فِيمَنْ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيهِ فَيُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ فَيُشَقُّ بِاثْنَتَيْنِ وَمَا يَصُدُّهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ مَا دُونَ لَحْمِهِ مِنْ عَظْمٍ أَوْ عَصَبٍ وَمَا يَصُدُّهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ وَاللَّهِ لَيُتِمَّنَّ هَذَا الْأَمْرَ حَتَّى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلَى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا اللَّهَ أَوِ الذِّئْبَ عَلَى غَنَمِهِ وَلَكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُونَ ".

ترجمہ: سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ آپ اس وقت اپنی ایک چادر پر ٹیک دیئے کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمارے لیے مدد کیوں نہیں طلب فرماتے۔ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیوں نہیں مانگتے (ہم کافروں کی ایذا دہی سے تنگ آ چکے ہیں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ” (ایمان لانے کی سزا میں) تم سے پہلی امتوں کے لوگوں کے لیے گڑھا کھودا جاتا اور انہیں اس میں ڈال دیا جاتا۔ پھر ان کے سر پر آرا رکھ کر ان کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتے۔ لوہے کے کنگھے ان کے گوشت میں دھنسا کر ان کی ہڈیوں اور پٹھوں پر پھیرے جاتے پھر بھی وہ اپنا ایمان نہ چھوڑتے۔ اللہ کی قسم یہ امر (اسلام) بھی کمال کو پہنچے گا اور ایک زمانہ آئے گا کہ ایک سوار مقام صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا (لیکن راستوں کے پر امن ہونے کی وجہ سے اسے اللہ کے سوا اور کسی کا ڈر نہیں ہو گا۔

یا صرف بھیڑیئے کا خوف ہو گا کہ کہیں اس کی بکریوں کو نہ کھا جائے لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔ (صحیح بخاری: ۳۶۱۲)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عن عُرْوَة، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا قَالَتْ: لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، هَلْ أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ؟، قَالَ:" لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيتُ وَكَانَ أَشَدَّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِي إِلَى مَا أَرَدْتُ فَانْطَلَقْتُ، وَأَنَا مَهْمُومٌ عَلَى وَجْهِي فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي فَنَظَرْتُ، فَإِذَا فِيهَا جِبْرِيلُ فَنَادَانِي، فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ فَنَادَانِي مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، فَقَالَ: ذَلِكَ فِيمَا شِئْتَ إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا".

ترجمہ: عروہ نے کہا کہ ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کیا آپ پر کوئی دن احد کے دن سے بھی

زیادہ سخت گزرا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ تمہاری قوم (قریش) کی طرف سے میں نے کتنی مصیبتیں اٹھائی ہیں لیکن اس سارے دور میں عقبہ کا دن مجھ پر سب سے زیادہ سخت تھا یہ وہ موقع تھا جب میں نے (طائف کے سردار) کنانہ بن عبد یالیل بن عبد کلال کے ہاں اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔ لیکن اس نے (اسلام کو قبول نہیں کیا اور) میری دعوت کو رد کر دیا۔ میں وہاں سے انتہائی رنجیدہ ہو کر واپس ہوا۔ پھر جب میں قرن الثعالب پہنچا، تب مجھ کو کچھ ہوش آیا، میں نے اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بدلی کا ایک ٹکڑا میرے اوپر سایہ کئے ہوئے ہے اور میں نے دیکھا کہ جبرائیل علیہ السلام اس میں موجود ہیں، انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں آپ کی قوم کی باتیں سن چکا اور جو انہوں نے رد کیا ہے وہ بھی سن چکا۔ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے، آپ ان کے بارے میں جو چاہیں اس کا اسے حکم دے دیں۔ اس کے بعد مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی، انہوں نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! پھر انہوں نے بھی وہی بات کہی، آپ جو چاہیں (اس کا مجھے حکم فرمائیں) اگر آپ چاہیں تو میں دونوں طرف کے پہاڑ ان پر لا کر ملا دوں (جن سے وہ چکنا چور ہو جائیں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے تو اس کی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو اکیلے اللہ کی عبادت کرے گی، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔ (صحیح بخاری: ۳۲۳۱)۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے اندر تیرہ سال دعوت دیتے رہے مگر وہاں آپ نے جہاد نہیں کیا۔

حتی کہ آپ پر اونٹ کی انتڑی ڈال دی گئی لیکن پھر بھی آپ نے جہاد کا حکم نہیں دیا کیونکہ اسکی طاقت نہیں تھی۔

حسن بصری رحمہ اللہ کہتے تھے: اسلام کے چار امور حاکم کے سپرد ہے: حکمرانی، مال غنیمت، جہاد اور جمعہ۔(مسائل حرب الکرمانی: ۳/ ۱۰۶۲)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ جہاد واجب ہے یہاں تک کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے، اور سارا دین اللہ کا ہو جائے، اور یہاں تک دین اسلام تمدن ادیان پر غالب آجائے، اور یہاں تک کہ اہل کتاب ذلت کے ساتھ جزیہ دینے لگیں۔(الصارم المسلول: ۱/ ۲۵۶)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ جہاد کا مقصد یہ ہیکہ اللہ کا دین سر بلند ہو جائے، اور دین پورا کا پورا اللہ کا ہو جائے، چنانچہ جہاد کا مقصد اقامت دین ہے نا کہ انسان کا اس سے اپنا حصہ حاصل کرنا، اسی لئے ایک مجاہد اس راہ میں اپنا جان مال اور جو کچھ گنواتا ہے اس کا اجر اللہ پر ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ نے مومنوں کے جان و مال کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے، یہاں تک اگر کفار اسلام لے آئیں یا معاہدہ کر لیں تو انہوں نے مسلمانوں کے جان و مال کو جو نقصان پہونچایا ہے اس کے ضامن نہیں ہوں گے، بلکہ اگر وہ اسلام لاتے ہیں اس حال میں کہ انہوں نے مسلمانوں سے جو مال غنیمت حاصل کی ہے وہ ابھی انکے ہاتھوں میں ہے تو بھی وہ اس کے مالک ہوں گے جمہور علماء کے نزدیک: جیسے امام مالک، ابو حنیفہ اور امام احمد، یہی سنت رسول اور خلفائے راشدین کی سنت ہے۔(مجموع الفتاوی: ۱۵/ ۱۷۰)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ کمزوری کے وقت جہاد کی تیاری واجب ہے، کیونکہ

جس چیز کے بغیر کوئی واجب پورا نہ ہو تو وہ بھی واجب ہو جاتی ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۲۸ / ۲۵۹)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ جنگ کے وقت اصل طاقت دل کی بہادری اور جنگی مہارت نیز عسکری چالبازی ہے؛ کیونکہ جنگ چالبازی ہی کو کہتے ہیں، اور قتال کیلئے طاقت کی مختلف صورتیں ہیں جیسے تیر بازی، نیزہ بازی، تلوار سے لڑنا، شہسواری اور میدان جنگ میں کروفر وغیرہ، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ) ترجمہ: اور ان کے لیے جتنی کرسکو قوت کی صورت میں اور تیار بندھے گھوڑوں کی صورت میں تیاری رکھو، جس کے ساتھ تم اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو ڈراؤ گے۔ (الانفال: ۶۰)۔ (مجموع الفتاوی: ۲۸ / ۲۵۳)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ جہاد کی تیاری اور اسکی زمہ داری حکام وقت کی ہے۔ (منہاج السنہ: ۶ / ۱۱۸)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ ائمہ دین نے کہا کہ اولو الامر سے دو قسم کے لوگ مراد ہیں: ایک علماء اور دوسرے حکام، دونوں کی اطاعت کی جائے گی؛ ایک کی دینی امور میں اور دوسرے کی دنیوی امور میں، نیز جہاد اور حدود وقصاص وغیرہ کی تنفیذ کرنا۔ (مجموع الفتاوی: ۳ / ۲۵۰)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اہل سنت والجماعہ شرعی اصولوں کی روشنی میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہیں، اسی طرح یہ حج، جہاد، جمعہ، عیدین وغیرہ حکام

کے ساتھ ادائیگی کے قائل ہیں خواہ وہ حکام نیک ہوں بد۔ (مجموع الفتاوی: ۳ / ۱۵۸)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں یہی اللہ کے فوجی ہیں جنکے ذریعے اللہ اپنے دین کو قائم کرتا ہے، اور اپنے دشمنوں کو انکے ذریعے سبق سکھاتا ہے، اور دین اسلام کی حفاظت کرتا ہے، یہی لوگ اللہ کے دشمنوں سے قتال کرتے ہیں تاکہ سارا دین اللہ کا ہو جائے اور اسکے کلمے کو سربلندی مل جائے، انہوں نے اپنی جان گنوا دی اللہ کی محبت میں، اسکے دین کی نصرت میں، اور اسکے کلمے کی سربلندی کی خاطر اور اسکے دشمنوں کے قلع قمع کرنے میں۔ (طریق الھجر تین: ۱ / ۳۵۵)۔

شیخ عبدالرحمن سعدی رحمہ اللہ نے کہا کہ جہاد کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جہاد جس سے مسلمانوں کی اصلاح مقصود ہوتی ہے انکے عقائد و اخلاق میں اور تمام دنیوی و دینی امور میں، یہی اصلی جہاد ہے، اور اسی پر دوسری قسم کی بنیاد ہے، اور یہ دوسری قسم وہ جہاد ہے جس کا مقصد دشمنوں کا قلع قمع کرنا ہے خواہ وہ کفار و مشرکین ہوں یا منافقین و ملحدین، تمام قسم کے دشمنوں سے قتال کرنا مقصد ہے، اور اسکی بھی دو قسمیں ہیں: ایک حجت و برہان کے ذریعے جہاد کرنا اور دوسرا اسلحہ کے ذریعے جہاد کرنا، البتہ اسکے لئے مناسب وقت کی ضرورت ہے۔ (وجوب التعاون بین المسلمین: ۱ / ۳)۔

علامہ ابن باز رحمہ اللہ نے کہا کہ طاقت اور کمزوری کیئے اعتبار سے مسلمانوں کے احوال اور احکام بدلتے رہتے ہیں: چنانچہ کمزوری کے وقت اپنی طاقت کے حساب سے جہاد کریں گے، اگر اس سے بھی عاجز آجائیں تو صرف دعوت پر اکتفا کریں گے، اور اگر کچھ طاقت حاصل ہو جائے تو

اس وقت جہاد کریں گے؛ اگر دشمن حملہ کرے تو اسکا جواب دیں گے اور اگر اچھی حاصل ہو جائے اور انکی سلطنت مضبوط ہو تو پھر ہجومی جہاد کریں گے یہاں تک کہ اسلام کے آئیں یا پھر جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں۔(ویب سائٹ)۔

شیخ محمد بن عثیمین رحمہ اللہ نے کہا کہ لشکرکشی بغیر حاکم وقت کی اجازت کے جائز نہیں ہے خواہ کچھ بھی ہو جائے، کیونکہ لشکرکشی اور جہاد کا مخالف حکام ہیں، نہ کہ رعایا، عام رعایا اہل حل وعقد کے تابع ہیں، اس لئے حاکم کی اجازت کے بغیر جہاد میں جانا جائز نہیں ہے الا یہ کہ دفاعی جہاد ہو، اس لئے کہ بغیر حاکم کی اجازت کے جانا اس کی مخالفت اس کے حدود کو تجاوز کرنا اور اسے کمتر سمجھنا ہے، اور یہ کہ اگر اسکی اجازت دے دی جائے تو معاملہ انارکی اور بے ہنگم کی صورت ہو جائے گی، جس کے بھی دل میں آئے گا وہ نکل پڑے گا، اور پھر اس سے بہت سارے مفاسد رونما ہوں گے، ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگ گروپ کی شکل میں نکلیں یہ دکھاتے ہوئے کہ وہ دشمنوں کے مقابلے کیلئے جا رہے ہیں لیکن وہ حاکم وقت کے خلاف خروج کیلئے جا رہے ہوں، یا کسی پر حملہ کرنے جا رہے ہوں جیسا کہ اس جانب اللہ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:(وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ) ترجمہ: اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے

تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔(الحجرات:۹)۔

یہ تین امور اور ان جیسے دیگر اسباب کی وجہ سے حاکم وقت کی اجازت کے بغیر جہاد میں جانا جائز نہیں ہے۔(الشرح الممتع:۸ / ۲۲)۔

سو واضح ہوا کہ جہاد کے کچھ ضوابط ہیں، جن میں سب سے عظیم ضابطہ یہ ہیکہ اسکا مقصد دین کی سر بلندی ہو اور مسلم حاکم کے جھنڈے تلے ہو اور دشمن سے مقابلہ کیلئے طاقت ہو۔واللہ اعلم۔



(۳۱) منہج سلف کا اکتیسواں اصول

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ دین اسلام کے ظاہری شعائر میں سے ہے جس کی ادائیگی امت پر واجب ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے :(وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ[104] وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ) ترجمہ: اور لازم ہے کہ تمھاری صورت میں ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف دعوت دیں اور اچھے کام کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ۔(آل عمران : ۱۰۴)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ) ترجمہ: تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر تھا، ان میں سے کچھ مومن ہیں اور ان کے اکثر نافرمان ہیں ۔(آل عمران : ۱۱۰)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ [113] يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ) ترجمہ: وہ سب برابر نہیں۔ اہل کتاب میں سے ایک جماعت (حق پر) قائم ہے، جو رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔ [113] اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے اور اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے جلدی کرتے ہیں اور یہ لوگ صالحین سے ہیں۔ (آل عمران: ۱۱۴)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنْجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ) ترجمہ: پھر جب وہ اس بات کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو بچالیا جو برائی سے منع کرتے تھے، اور ان کو سخت عذاب میں پکڑ لیا جنھوں نے ظلم کیا تھا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ (الاعراف: ۱۶۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ) ترجمہ: اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور

برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا، بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔(التوبہ:۷۱)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ) ترجمہ: بے شک اللہ عدل اور احسان اور قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے، وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔(النحل:۹۰)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ) ترجمہ: اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلا اور ان سے اس طریقے کے ساتھ بحث کر جو سب سے اچھا ہے۔ بے شک تیرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے جو اس کے راستے سے گمراہ ہوا اور وہی ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔(النحل:۱۲۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ) ترجمہ: وہ لوگ کہ اگر ہم انھیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور اچھے کام کا حکم دیں گے اور برے کام سے روکیں گے، اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضہ میں

ہے۔(الحج:۴۱)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے :(يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ) ترجمہ: اے میرے چھوٹے بیٹے! نماز قائم کراور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کراور اس (مصیبت) پر صبر کر جو تجھے پہنچے، یقینا یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔(لقمان:۱۷)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَالْعَصْرِ[1] إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ[2] إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ) ترجمہ: زمانے کی قسم! [1] کہ بے شک ہر انسان یقینا گھاٹے میں ہے۔ [2] سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔(العصر)۔

حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ، ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ "۔

ترجمہ: سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم معروف (بھلائی) کا حکم دو اور منکر (برائی) سے روکو، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیج دے پھر تم اللہ سے دعا کرو اور

تمہاری دعا قبول نہ کی جائے"۔(سنن ترمذی:۲۱۶۹)۔

(اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ جب تک لوگ انجام دیتے رہیں گے اس وقت تک ان پر عمومی عذاب نہیں آئے گا، اور جب لوگ اس فریضہ کو چھوڑ بیٹھیں گے اس وقت رب العالمین کا ان پر ایسا عذاب آئے گا کہ اس کے بعد پھر ان کی دعائیں نہیں سنی جائیں گی، اگر ایک محدود علاقہ کے لوگ اس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر والے کام سے کلی طور پر رک جائیں تو وہاں اکیلے صرف ان پر بھی عام عذاب آسکتا ہے۔مترجم)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ) ترجمہ: جو شخص تم میں سے کسی منکر (خلاف شرع) کام کو دیکھے تو اس کو مٹادے اپنے ہاتھ سے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل ہی سے سہی (دل میں اس کو برا جانے اور اس سے بیزار رہو) یہ سب سے کم درجہ کا ایمان ہے۔"(صحیح مسلم:۴۹)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عن النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" مَثَلُ الْقَائِمِ عَلَى حُدُودِ اللَّهِ وَالْوَاقِعِ فِيهَا، كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوا عَلَى سَفِينَةٍ فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا، فَكَانَ الَّذِينَ فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوا عَلَى مَنْ فَوْقَهُمْ، فَقَالُوا: لَوْ أَنَّا

خَرَقْنَا فِي نَصِيبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا، فَإِنْ يَتْرُكُوهُمْ وَمَا أَرَادُوا هَلَكُوا جَمِيعًا، وَإِنْ أَخَذُوا عَلَى أَيْدِيهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيعًا".

ترجمہ: سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی حدود پر قائم رہنے والے اور اس میں گھس جانے والے (یعنی خلاف کرنے والے) کی مثال ایسے لوگوں کی سی ہے جنہوں نے ایک کشتی کے سلسلے میں قرعہ ڈالا۔ جس کے نتیجہ میں بعض لوگوں کو کشتی کے اوپر کا حصہ اور بعض کو نیچے کا۔ پس جو لوگ نیچے والے تھے، انہیں (دریا سے) پانی لینے کے لیے اوپر والوں کے پاس سے گزرنا پڑتا۔ انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم اپنے ہی حصہ میں ایک سوراخ کرلیں تاکہ اوپر والوں کو ہم کوئی تکلیف نہ دیں۔ اب اگر اوپر والے بھی نیچے والوں کو من مانی کرنے دیں گے تو کشتی والے تمام ہلاک ہو جائیں گے اور اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ پکڑ لیں تو یہ خود بھی بچیں گے اور ساری کشتی بھی بچ جائے گی۔ (صحیح بخاری: ۲۴۹۳)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَن النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ بِالطُّرُقَاتِ"، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا لَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ نَتَحَدَّثُ فِيهَا، فَقَالَ:" إِذْ أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجْلِسَ، فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ"، قَالُوا: وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ:" غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْأَذَى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ".

ترجمہ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”راستوں پر بیٹھنے سے بچو! صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہماری یہ مجالس تو بہت ضروری ہیں، ہم وہیں روزمرہ گفتگو کیا کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا جب تم ان مجلسوں میں بیٹھنا ہی چاہتے ہو تو راستے کا حق ادا کیا کرو یعنی راستے کو اس کا حق دو۔ صحابہ نے عرض کیا: راستے کا حق کیا ہے یارسول اللہ! فرمایا (غیر محرم عورتوں کو دیکھنے سے) نظر نیچی رکھنا، راہ گیروں کو نہ ستانا، سلام کا جواب دینا، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔ (صحیح بخاری: ۶۲۲۹)۔

ابن حزم رحمہ اللہ نے کہا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے کے وجوب پر ساری امت کا اتفاق ہے، اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ (الفصل فی الملل والاھواء والنحل: ۴ / ۱۳۲)۔

امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے، یہ دینی نصیحت اور خیرخواہی بھی ہے، اس میں بعض روافض کے کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے، اور انکے اختلاف کا کوئی اعتبار بھی نہیں ہے، جیسا کہ ابوالمعالی امام الحرمین نے کہا کہ اس بارے میں ان کے اختلاف کی کوئی پرواہ نہیں کی جائے گی، ان کے وجود میں آنے سے پہلے ہی امت کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے، اور اسکا وجوب شرعی دلائل سے ثابت ہے کہ یہ عقلی دلائل سے جیسا کہ معتزلہ کا کہنا ہے۔ (شرح النووی علی مسلم: (۲ / ۲۲)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر لوگ اللہ کے احکام کو چھوڑ بیٹھیں گے تو انکے درمیان بغض وعداوت پیدا ہو جائے گی، اور جب لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا تو اس سے انکے

اندر فساد ہوگا اور پھر ہلاکت انکا مقدر بنے گی لیکن جب وہ مل کر رہیں گے تو انکے اندر اصلاح ہوگی اور وہ حکمراں بن جائیں گے، کیونکہ جماعت ایک رحمت ہے جب کہ اختلاف عذاب ہے، اور ان سب کا اہم سبب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۳/ ۴۲۱)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ بندوں کی اصلاح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے پر منحصر ہے کیونکہ دنیا و آخرت کی بھلائی اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت میں ہے، اور یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے ہی سے پورا ہوسکتا ہے، اور اسی فریضے کی وجہ سے یہ امت سب سے بہتر ہے جسے لوگوں کیلئے برپا کی گئی ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۲۸/ ۳۰۶)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اللہ نے فرمایا کہ تم سب سے بہتر امت ہو جسے لوگوں کیلئے برپا کئے گئے ہو۔ (آل عمران: ۱۱۰)۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہیکہ تم لوگوں کی بیڑیوں اور زنجیروں کو توڑ کر انہیں اسلام میں داخل کرو گے، چنانچہ یہاں جہاد اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے مراد دنیا و آخرت ہر جگہ کی بھلائی کیلئے حسب استطاعت بندوں کو رہنمائی کرنا ہے، سو جسے اللہ نے ہدایت سے نواز دیا وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہوگیا اور جسے ہدایت سے محروم رکھا اسکے نقصان سے دوسروں کو محفوظ رکھا، اور یہ معلوم ہیکہ جہاد اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ افضل اعمال میں سے ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۳/ ۵۱۲)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کیلئے انکار منکر کو واجب کیا ہے تاکہ اس کے ذریعے وہ معروف اور بھلائی حاصل ہو جسے اللہ اور اسکے رسول پسند کرتے ہیں، لیکن اگر انکار منکر سے اس سے بڑا منکر اور اللہ اور اسکے رسول کے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ امر کی توقع ہو تو پھر ایسی صورت میں انکار منکر جائز نہیں ہوگا، جیسے کہ حکام اور بادشاہوں کے خلاف خروج و بغاوت کے ذریعے نکیر کیا جائے، تو یہ ہر شر و فتنہ کی جڑ ہے، چنانچہ صحابہ کرام نے ایسے حکام سے قتال کرنے کی اجازت طلب کی تھی جو نمازوں کو موخت کر کے پڑھتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع فرمایا دیا یہ کہہ کر کہ جب تک وہ نماز قائم کریں از وقت تک ان سے قتال جائز نہیں ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ جو اپنے حاکم کی طرف سے کچھ ناپسندیدہ چیز دیکھے تو اس پر صبر کرے اور اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے۔

چنانچہ مسلمانوں پر بہت سارے جو فتنے رونما ہوئے اور تکلیفیں آئی ہیں دراصل اسی اصول کو چھوڑنے کی وجہ سے آئی ہیں کہ انہوں نے صبر نہیں کیا، بلکہ انکار منکر کے نام پر حکمرانوں سے ٹکرا گئے جسکی وجہ سے پہلے سے بھی زیادہ بڑا منکر پیدا ہوگیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں بڑے بڑے منکرات دیکھتے تھے، لیکن ان پر نکیر کرنے اور انہیں بدلنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اس لئے صبر کیا، لیکن جب مکہ فتح ہوگیا اور وہ دار اسلام میں داخل ہوگیا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو نئے سرے سے ابراہیمی بنیادوں پر تعمیر کرنے کا ارادہ کیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر قدرت رکھنے کے باوجود رک گئے محض اس ڈر سے کہ کہیں ایسا کرنے سے بڑا منکر رونما نہ ہو جائے، یعنی قریش اسکو برداشت نہ کرسکیں کیونکہ یہ سبھی

نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکام پر ہاتھ سے نکیر کرنے کی اجازت نہیں دی ہے کیونکہ اس سے بڑے منکر کے وقوع پذیر ہونے کی توقع ہوتی ہے۔(اعلام الموقعین لابن القیم: ۳/ ۱۲)۔



(۳۲) منہج سلف کا بتیسواں اصول

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کچھ ضوابط ہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے:(وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ) ترجمہ:اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنھیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے، یا انھیں عذاب دینے والا ہے، بہت سخت عذاب؟ انھوں نے کہا تمھارے رب کے سامنے عذر کرنے کے لیے اور اس لیے کہ شاید وہ ڈر جائیں۔(الاعراف:۱۶۴)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ) ترجمہ: سو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھو۔(التغابن:۱۶)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا) ترجمہ: اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق۔(البقرہ:۲۸۶)۔

حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عن النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" مَثَلُ الْقَائِمِ عَلَى حُدُودِ اللَّهِ وَالْوَاقِعِ فِيهَا، كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوا عَلَى سَفِينَةٍ فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا، فَكَانَ

الَّذِينَ فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوا عَلَى مَنْ فَوْقَهُمْ، فَقَالُوا: لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا فِي نَصِيبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا، فَإِنْ يَتْرُكُوهُمْ وَمَا أَرَادُوا هَلَكُوا جَمِيعًا، وَإِنْ أَخَذُوا عَلَى أَيْدِيهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيعًا".

ترجمہ: سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی حدود پر قائم رہنے والے اور اس میں گھس جانے والے (یعنی خلاف کرنے والے) کی مثال ایسے لوگوں کی سی ہے جنہوں نے ایک کشتی کے سلسلے میں قرعہ ڈالا۔ جس کے نتیجہ میں بعض لوگوں کو کشتی کے اوپر کا حصہ اور بعض کو نیچے کا۔ پس جو لوگ نیچے والے تھے، انہیں (دریا سے) پانی لینے کے لیے اوپر والوں کے پاس سے گزرنا پڑتا۔ انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم اپنے ہی حصہ میں ایک سوراخ کرلیں تاکہ اوپر والوں کو ہم کوئی تکلیف نہ دیں۔ اب اگر اوپر والے بھی نیچے والوں کو من مانی کرنے دیں گے تو کشتی والے تمام ہلاک ہو جائیں گے اور اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ پکڑ لیں تو یہ خود بھی بچیں گے اور ساری کشتی بھی بچ جائے گی۔ (صحیح بخاری: ۲۴۹۳)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ قَيْسٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَ أَنْ حَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ تَقْرَءُونَ هَذِهِ الْآيَةَ وَتَضَعُونَهَا عَلَى غَيْرِ مَوَاضِعِهَا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ سورة المائدة آية 105 قَالَ: عَنْ خَالِدٍ، وَإِنَّا سَمِعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:" إِنَّ النَّاسَ إِذَا

رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللَّهُ بِعِقَابٍ، وَقَالَ عَمْرٌو، عَنْ هُشَيْمٍ، وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي ثُمَّ يَقْدِرُونَ عَلَى أَنْ يُغَيِّرُوا ثُمَّ لَا يُغَيِّرُوا إِلَّا يُوشِكُ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللَّهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ"۔

ترجمہ: قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: لوگو! تم آیت کریمہ" عليكم أنفسكم لا يضر كم من ضل إذا اهتديتم "" اے ایمان والو اپنی فکر کرو جب تم راہ راست پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ ہے وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا" (سورۃ المائدہ: ۱۰۵) پڑھتے ہو اور اسے اس کے اصل معنی سے پھیر کر دوسرے معنی پر محمول کر دیتے ہو۔ وھب کی روایت جسے انہوں نے خالد سے روایت کیا ہے، میں ہے: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے: "لوگ جب ظالم کو ظلم کرتے دیکھیں، اور اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ سب کو اپنے عذاب میں پکڑ لے"۔ اور عمرو کی حدیث میں جسے انہوں نے ہشیم سے روایت کی ہے مذکور ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "جس قوم میں گناہ کے کام کئے جاتے ہوں، پھر وہ اسے روکنے پر قادر رہو اور نہ روکے تو قریب ہے کہ اللہ ان سب کو عذاب میں گرفتار کر لے"۔ (سنن ابی داود: ۴۳۳۸)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ) ترجمہ: جو شخص تم میں سے کسی منکر

(خلاف شرع) کام کو دیکھے تو اس کو مٹادے اپنے ہاتھ سے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل ہی سے سہی (دل میں اس کو برا جانے اور اس سے بیزار ہو) یہ سب سے کم درجہ کا ایمان ہے۔" (صحیح مسلم: ۴۹)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي أُمَيَّةَ الشَّعْبَانِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ، قَالَ: قُلْتُ: كَيْفَ تَصْنَعُ فِي هَذِهِ الْآيَةِ، قَالَ: أَيَّةُ آيَةٍ، قُلْتُ: يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ سورة المائدة آية 105 قَالَ: سَأَلْتَ عَنْهَا خَبِيرًا، سَأَلْتُ عَنْهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: " بَلِ ائْتَمِرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ، حَتَّى إِذَا رَأَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا وَهَوًى مُتَّبَعًا، وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً، وَإِعْجَابَ كُلِّ ذِي رَأْيٍ بِرَأْيِهِ، وَرَأَيْتَ أَمْرًا لَا يَدَانِ لَكَ بِهِ، فَعَلَيْكَ خُوَيْصَةَ نَفْسِكَ، وَدَعْ أَمْرَ الْعَوَامِّ، فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامَ الصَّبْرِ، الصَّبْرُ فِيهِنَّ مِثْلُ قَبْضٍ عَلَى الْجَمْرِ، لِلْعَامِلِ فِيهِنَّ مِثْلُ أَجْرِ خَمْسِينَ رَجُلًا يَعْمَلُونَ بِمِثْلِ عَمَلِهِ".

ترجمہ: ابو امیہ شعبانی کہتے ہیں کہ میں ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اور میں نے ان سے پوچھا کہ اس آیت کریمہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے پوچھا: کون سی آیت؟ میں نے عرض کیا: "یا أیها الذین آمنوا علیکم أنفسکم لا یضر کم من ضل إذا اهتدیتم" "اے ایمان والو! اپنے آپ کی فکر کرو، جب تم ہدایت یاب ہو گئے تو

دوسروں کی گمراہی تمہیں ضرر نہیں پہنچائے گی" (المائدہ: ۱۰۵) انھوں نے کہا: تم نے ایک جان کار شخص سے اس کے متعلق سوال کیا ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بلکہ تم اچھی باتوں کا حکم دو، اور بری باتوں سے روکو یہاں تک کہ جب تم دیکھو کہ بخیل کی اطاعت کی جاتی ہے، خواہشات کے پیچھے چلا جاتا ہے، اور دنیا کو ترجیح دی جاتی ہے، ہر صاحب رائے اپنی رائے اور عقل پر نازاں ہے اور تمہیں ایسے کام ہوتے نظر آئیں جنہیں روکنے کی تم میں طاقت نہ ہو تو ایسے وقت میں تم خاص اپنے آپ سے کام رکھو۔ تمہارے پیچھے ایسے دن بھی آئیں گے کہ ان میں صبر کرنا مشکل ہو جائے گا، اور اس وقت دین پر صبر کرنا اتنا مشکل ہو جائے گا جتنا کہ انگارے کو ہاتھ میں پکڑنا، اس زمانہ میں عمل کرنے والے کو اتنا ثواب ملے گا، جتنا اس جیسا عمل کرنے والے پچاس لوگوں کو ملے گا"۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۰۱۴)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جانکاری اور دونوں میں تمیز حاصل کرنا ضروری ہے، اسی طرح اس چیزوں کی بھی جانکاری ضروری ہے جن سے ہم لوگوں کو منع کرتے ہیں یا انکے کرنے کا حکم دیتے ہیں، اور صحیح یہی ہیکہ امر و نہی دونوں صراط مستقیم پر چل کر ہو، کیونکہ حصول مقصود میں یہی سب سے بہتر اور اچھا طریقہ ہے، اور ساتھ میں نرمی کا اسلوب بھی ضروری ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (يَا عَائِشَةُ ارْفُقِي فَإِنَّ الرِّفْقَ لَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا زَانَهُ وَلَا نُزِعَ مِنْ شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا شَانَهُ) ترجمہ: عائشہ! اس کے ساتھ نرمی کرنا کیونکہ جس چیز میں بھی نرمی ہوتی ہے وہ اسے عمدہ اور خوبصورت بنا دیتی ہے، اور جس چیز سے بھی نرمی چھین لی جائے تو وہ اسے عیب دار کر دیتی ہے۔ (سنن ابی

داود: ۴۸۰۸)۔ مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَيْهِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ) ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ مہربان ہے، اور مہربانی اور نرمی کرنے کو پسند فرماتا ہے، اور نرمی پر وہ ثواب دیتا ہے جو سختی پر نہیں دیتا۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۶۸۸)۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہیکہ ایک داعی حلیم و بردبار اور تکلیفوں پر صبر کرنے والا ہو، کیونکہ دعوت کے میدان میں تکلیف کا آنا ضروری ہے، چنانچہ ایک داعی اگر صبر نہیں کرے گا تو وہ اصلاح سے زیادہ فساد کا باعث بنے گا۔ (مجموع الفتاوی: ۲۸ / ۱۳۷)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اس لئے ان تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے: علم ومعرفت، نرمی اور صبر۔ علم ضروری ہے دعوت سے قبل ہی جب کہ مدنی کی ضرورت دعوت کے ساتھ پڑتی ہے، اور صبر کی ضرورت اسکے بعد پڑتی ہے، جیسا کہ بعض سلف سے مروی ہے جسے قاضی ابویعلی نے "المعتمد" کے اندر نقل کیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ وہی انجام دے جو ماموراور منہی کو اچھی طرح سمجھتا ہو اور انکی اچھی معرفت لکھتا ہو، نرم دل ہو، حلیم اور بردبار ہو، اور یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے میں بہت سے لوگوں کو پریشانی ہوتی ہے کیونکہ وہ ان اوصاف کے حامل نہیں ہوتے ہیں، اسی لئے وہ یہ گمان کر بیٹھتے ہیں کہ یک فریضہ ان سے ساقط ہے پھر وہ اسے چھوڑ بیٹھتے ہیں، اور پھر اس کے نتیجے میں فائدہ سے زیادہ انہیں نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۲۸ / ۱۳۸)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ یہ اس عام قاعدے میں داخل ہیکہ جب مصالح ومفاسد یا نیکیاں اور برائیاں دونوں ایک ہی ساتھ ہوں تو پھر ان میں جو غالب اور راجح ہوگا اسی کو

ترجیح دی جائے گی، چنانچہ شریعت کی نگاہ میں مصالح اور مفاسد کی رعایت کی گئی ہے، جہاں تک ہوسکے انسان نصوص کی اتباع کرے ان سے خروج نہ کرے، بصورت دیگر اشباہ ونظائر کی روشنی میں اجتہاد کرے، اور اگر کسی کے پاس معروف اور منکر دونوں اس طرح جمع ہوجائیں کہ کسی کو نہ چھوڑ سکے اور نہ ہی دونوں کو کرسکے تو پھر ایسی صورت میں اسے نہ ہی صرف معروف کا حکم دینا جائز ہے اور نہ ہی صرف منکر سے روکنا جائز ہے بلکہ دیکھا جائے گا کہ اگر معروف کی شرح زیادہ ہے تو اسی کا حکم دے گا گرچہ تھوڑے منکر کا ارتکاب لازم آئے، اور اس وقت وہ اس تھوڑے منکر سے اسے نہیں روکے گا کیونکہ ایسی صورت میں بڑے معروف کا چھوٹنا لازم آتا ہے، بلکہ اس وقت روکنا اللہ کی راہ سے روکنے اور اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت اور نیک عمل کے خاتمے کی کوشش باب میں شمار ہوگا۔

اور اگر منکر کی شرح زیادہ ہو یعنی معروف کے مقابلے منکر کا غلبہ ہو تو ایسی صورت میں وہ منکر پر نکیر کرے گا گرچہ تھوڑے معروف کا چھوٹنا لازم آئے، کیونکہ اس وقت معروف کے حکم دینے سے غالب منکر کا ارتکاب لازم آتا ہے جس سے اللہ اور اسکے رسول کی معصیت کو بڑھاوا دینے کو مستلزم ہے۔

اور اگر معروف ومنکر دونوں برابر اور دونوں ایک دوسرے کے لازم ملزوم ہوں تو پھر ایسی صورت میں نہ ہی دونوں کا حکم دیا جائے گا اور نہ ہی دونوں سے روکا جائے گا۔

اس طرح کبھی معروف کا حکم دینا بہتر ہوتا ہے اور کبھی منکر پر نکیر کرنا بہتر ہوتا ہے، اور کبھی دونوں بہتر نہیں ہوتا ہے بایں طور کہ معروف اور منکر دونوں ایک دوسرے کو مستلزم ہیں۔ اور یہ

سب اس وقت ہوتا ہے جب معاملہ کسی ایک ہی واقعے سے متعلق ہو۔

لیکن جہاں تک نوعیت اور اطلاق کا تعلق ہے تو ایسی صورت میں قاعدہ یہی ہے کہ مطلق طور پر معروف کا حکم دیا جائے گا اور منکر سے روکا جائے گا، اور کسی بھی شخص یا جماعت کو معروف کا حکم دیا جائے گا اور منکر سے روکا جائے گا، اس کی نیکیوں کی تعریف کی جائے گی اور برائیوں کی مذمت کی جائے گی، اس طور پر کہ معروف کے حکم سے کسی بڑے منکر کے حصول کا خطرہ نہ ہو یا انکار منکر سے اس سے بڑے منکر کے وقوع پذیر ہونے یا راجح معروف کے فوت ہونے کی توقع نہ ہو۔

لیکن اگر معاملہ مشکوک اور مشتبہ ہو تو ایسی صورت میں ایک مومن معاملے کی تحقیق کرے گا تا کہ حق واضح ہو جائے، چنانچہ وہ کسی بھی نیکی کا اقدام اسی وقت کرے گا جب اسے اسکا علم ہو جائے اور اسکی نیت کرے، اور ایسی صورت میں اسے چھوڑ دینے پر وہ گنہگار ہوگا، کیونکہ واجب امر کا چھوڑنا معصیت ہے، جس طرح ممنوع کا ارتکاب معصیت ہے، اور یہ باب بہت وسیع ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۲۸/ ۱۲۹)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو درج ذیل ضابطوں کے مطابق درجہ بندی کی ہے چنانچہ آپ نے کہا کہ انکار منکر کے چار درجات ہیں:

پہلا: یہ کہ وہ منکر ختم ہو جائے اور اسکی جگہ معروف آجائے۔

دوسرا: یہ کہ منکر کم ہو جائے گرچہ پورا ختم نہ ہو۔

تیسرا: یہ کہ اسکی جگہ دوسرا کوئی اسی طرح منکر آجائے۔

چوتھا: یہ کہ اسکے بڑا کوئی منکر آجائے۔

ان میں پہلے دونوں درجات مشروع ہیں جبکہ تیسرا اجتہادی ہے اور چوتھا حرام ہے۔ (اعلام الموقعین: ۳/ ۱۲)۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے کہا کہ چونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا فرض کفایہ ہے اگر کچھ لوگ یہ فریضہ انجام دیتے ہیں تو پھر باقی کیلئے سنت ہو جائے گا، لیکن وہ منکر جسے صرف آپ ہی ختم کر سکتے ہیں کیونکہ وہ منکر ایسی جگہ ہے جہاں پر صرف آپ ہیں اور آپ ہی اسے ختم کر سکتے ہیں تو ایسی صورت میں آپ پر واجب ہو جائے گا کہ آپ اس منکر کا خاتمہ کریں اور اس پر نکیر کریں اور معروف کا حکم دیں۔ (فتاوی ابن باز: ۲/ ۷ ۳۴۷)۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے مزید کہا کہ اور یہ بسا اوقات کسی پر فرض عین ہو جاتا ہے بایں طور کہ کوئی کسی منکر کو دیکھے لیکن وہاں اسکے سوا کوئی ایسا نہ ہو جو اسے ختم کر سکے تو پھر اسی پر واجب ہو گا کہ وہ اسے ختم کرے اگر اسکی طاقت رکھتا ہے بصورت دیگر اس پر زبان یا دل سے نکیر کرے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص تم میں سے کسی منکر (خلاف شرع) کام کو دیکھے تو اس کو مٹا دے اپنے ہاتھ سے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل ہی سے سہی (دل میں اس کو برا جانے اور اس سے بیزار رہو) یہ سب سے کم درجہ کا ایمان ہے۔" (صحیح مسلم: ۴۹)۔

لیکن اگر وہاں پر لوگ جماعت کی شکل میں رہتے ہوں تو پھر ان کے حق میں یہ فریضہ فرض کفایہ ہو جائے گا جیسے کہ وہ سب کسی شہر میں یا بستی میں رہتے ہوں، اگر کوئی بھی اسے منکر کو ختم کر دیتا ہے اور اسکا اجر حاصل کر لیتا ہے تو پھر مقصود پورا ہو گیا، اور دوسروں سے اسکی فرصت ساقط ہو گئی،

لیکن اگر اسے کوئی نہ انجام دے تو سب گنہگار ہوں گے، جیسے کہ دوسرے فرض کفایہ والے امور ہیں، لیکن اگر کسی شہر یا بستی میں سوائے ایک عالم کے کوئی نہیں ہے جو یہ کام کر سکے تو پھر اس پر فرض عین ہو جائے گا، چنانچہ ضروری ہوگا کہ وہ لوگوں کو دین سکھائے اور اللہ کی طرف انہیں بلائے، اپنی بساط بھر معروف کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ (فتاوی ابن باز: ۲۷/ ۴۰۰)۔

اس طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کا ضابطہ یہ ہیکہ منکر کا علم رکھے، اسے ختم کرنے کی کوشش ہو بصورت دیگر اسے کم کرنے کی فکر ہو، اور یہ کہ انکار منکر سے بڑے مفسدے کا وقوع لازم نہ آئے۔



فہرست موضوعات

موضوعات	صفحہ

